پندرہ روزہ



سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی

رحمۃ اللہ علیہ

مولوی جی نمبر

الحسن

پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی

سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی

مولوی جی نمبر

فہرست مضامین

بہ ہجرانِ گل رعنا بنالیم

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

مرجع العلماء والفضلاء، پیکرِ جود و سخا، صاحبِ صدق و صفا، قرۃ العیون العارفین، سند الواصلین، حجۃ الکاملین، امیر قادریت، منبع رشد و ہدایت، محبوبِ رب العلی، پروردہَ آغوشِ غوثِ الوریٰ، یادگارِ اسلاف، رہنمائے اخلاف، قطب الارشاد حضرت آقا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز المعروف مولوی جی ہمیں اس دارِ فانی میں چھوڑ کر بارہ اور تیرہ رمضان المبارک کی درمیانی شب ۱۴۲۵ھ / ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء واصل بحق ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اگلے روز تیرہ رمضان المبارک بعد از ظہر آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادہ و جانشین آقا سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کی گئی اور غروب آفتاب تک آپ کو جدِ امجد حضرت ابو البرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُرانوار سے ملحق قبرستان میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

جن کی ذات اہل پشاور کیلئے خصوصاً اور اہل پاکستان کیلئے عموماً رحمت و برکت کا باعث تھی، جن کا پور پور عشق الٰہی میں ڈوبا ہوا تھا، جن کی ہر ہر ادا محبوبِ خدا ﷺ کے اسوہَ حسنہ کی کامل اتباع کی آئینہ تھی، جن کے وجود باجود سے تشنگان علم و معرفت ہمہ وقت فیضیاب ہوتے رہے، جن کے حسنِ نطق کا یہ عالم تھا کہ الفاظ کوثر و تسنیم سے دھلے ہوئے لگتے اور تاثیر

ایسی کہ ایک ایک حرف مشامِ جاں بن کر دل و دماغ کو معطر اور نورِ ہدایت سے منور کرتا جاتا، جن کے جود و سخا کی مثال نہیں ملتی، جن کے رسوخ فی العلم کی اپنے تو اپنے غیر بھی اعلانیہ گواہی دیتے ہیں

آج ہم میں موجود نہیں!

ہم خانماں برباودں کو یہ دن بھی دیکھنا تھا—— ہم بدنصیبوں کو اس سانحہ سے بھی دوچار ہونا تھا—— قلم لکھے تو کیا لکھے؟

تو عزم سفر کردی و رفتی ز بر ما
بستی کمر خویش و شکستی کمر ما

جملہ اوصافِ حسنہ سے کما حقہ متصف ہونے کے باوجود رسمی انداز طریقت سے ہٹ کر اپنے مریدین و متعلقین کے یار دوست تھے۔ جو محمدی فقر کا مکمل پرتو تھے، جن کی زندگی کا ہر لحہ اخلاص و للّٰہیت کا غماز تھا۔ ان کا یوں اچانک بچھڑ جانا قیامت نہیں تو اور کیا ہے؟ ایسا لگا کہ سر سے سائبان اٹھ گیا جس کی چھاؤں میں ہم ہر قسم کے آلام و مصائب سے پناہ لے لیا کرتے تھے۔ دشتِ رنج و الم کی جلا دینے والی دھوپ میں ایک انہی کا دستِ شفقت تھا جو بادِ بہاری کے ٹھنڈے جھونکوں سے کہیں زیادہ سکون آور اور اطمینان بخش تھا۔

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے والہانہ عقیدت و محبت اس فاطمی شہزادے کی رگ رگ میں جاری و ساری تھی۔ آپ اکثر دعا فرمایا کرتے "یا الٰہی ہمیں قادری رکھ، ہم مریں تو قادری مریں اور روز محشر ہمیں قادریوں میں سے ہی اٹھانا۔"

آپ کی اجابتِ دعا کا مظاہرہ آپ کا جنازہ تھا جو اس شان سے اٹھا کہ ایک تاریخ رقم

کر گیا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں قادریوں اور عقیدتمندوں کے جلو میں آپ کو اپنی ابدی آرامگاہ تک پہنچایا گیا۔ سارے راستے ذکر جہر جاری رہا اور اِلاَّ اللہ کی ضرب لگتی رہی۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا دے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

گلستانِ قادریت کا یہ مہکتا ہوا پھول "الحسن" آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار کے طور پر شائع فرمانا شروع کیا۔ "الحسن" کو صوبہ سرحد کے پہلے دینی، علمی و روحانی جریدہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

تبلیغِ اسلام، مسلکِ اہلِ سنت کی ترویج و اشاعت، صوفیائے کرام کی تعلیمات کے پرچار کے علاوہ امتِ مسلمہ کی زبوں حالی اور اس کے اسباب و عوامل کی طرف اشارہ اور اس کا تدارک کرنا مقصود تھا جس کی بناء پر یہ مجلہ جاری کیا گیا جو کامیابی کا بارہ سالہ سفر طے کرنے کے بعد اپنا جوبن دکھا رہا ہے اور ان شاء اللہ یہ سفر قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی استعانت سے مستقبل میں بھی جاری رہے گا۔

آج ہم "الحسن" کا یہ خصوصی نمبر حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، علمی، ملی و روحانی خدمات کے اعتراف کے طور پر شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو سکا اہلِ علم و قلم سے موادِ تحقیق حاصل کرنے کیلئے رابطہ کیا گیا۔ جس قدر میسر ہو سکا ہدیۂ قارئین ہے۔ "الحسن" کا یہ نمبر حرفِ آخر نہیں بلکہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمہ جہت و عبقری الصفت شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کے میدان میں مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

ان شاء اللہ ہمیں جیسے جیسے مزید تحقیقی تحاریر و مضامین وغیرہ موصول ہوتے رہے ہم شائع کرتے جائیں گے اور ان صفحات میں ہم قارئین کرام و آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے تمام متعلقین،

مریدین اور دوست احباب سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ جن کے پاس بھی آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کوئی بھی یادداشت، آپ کی کوئی تحریر یا آپ کا کوئی مکتوب موجود ہو برائے کرم ہمیں اس کی ایک کاپی ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

آخر میں ہم "الحسن" کے اس خصوصی نمبر میں تحقیقی مقالات و مضامین پیش کرنے والے تمام حضرات کے صدق دل سے مشکور ہیں جنہوں نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ جناب سید تقی الحسن صاحب ترمذی اور غلامِ دستگیر (ایم اے صحافت) بھی خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی شبانہ روز محنت اور کوشش سے "الحسن" کا یہ خصوصی نمبر طباعت کے مختلف مراحل طے کر کے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اغلاط کی نشاندہی اور تصحیح میں جناب آغا سید علاؤالدین قادری گیلانی المعروف شوکت آغا، سید کامران شاہ بخاری جبکہ عربی عبارات پر اعراب لگوانے میں محترم حضرت علامہ مفتی سید حسین فرید گیلانی (زیدہ ضلع صوابی) بھی ہمارے شکریہ کے حق دار ہیں۔

نیز حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے عالم و فاضل صاحبزادگان جناب آقا سید محمد نورالحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا دامت برکاتہم العالیہ (مسند آرائے درگاہِ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمت اللہ علیہ)، جناب سید محمد حسنین قادری گیلانی مدظلہ العالی اور جناب سید غلام الحسنین قادری گیلانی مدظلہ کی دعائیں، مفید مشورے اور رہنمائی قدم قدم پر شامل حال رہی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان تمام حضرات کی یہ کوشش و سعی اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ "الحسن" کو شہرت عام و بقائے دوام نصیب فرمائے اور حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات سے ہم سب کو بہرہ مند فرمائے ۔۔۔

آمین یا رب العالمین (ادارہ)

اے میری نگری کے شاہنشاہِ اعظم الوداع

پروفیسر محمد ابراہیم خاطرؔ غزنوی

اے چراغِ دودمانِ غوثِ اعظم الوداع
شہر بھر میں ہے بپا اک شورِ ماتم، الوداع

اے میرے مرشد، میرے عالی معلم الوداع
اے میری نگری کے شاہنشاہ اعظم الوداع

اے کہ تیرا دم غنیمت اہل حاجت کو رہا
نیکیوں کے چاندؔ اے محبوب عالم الوداع

تو نے کتنے ذہن روشن درسِ قرآن سے کئے
بے بدل اس دور کے مردِ معظم الوداع

آشنا نوک قلم کے فیض سے تو حرف حرف
نورِ صبح علم، حلمِ رنگِ شبنم الوداع

تیری دستار فضیلت، حسنِ عرفان و وفا
اے سراپا خیر، اے تسکین عالم الوداع

یاد ہے خاطرؔ کو وہ تیری توجہ، وہ نظر
وہ ترا دلکش تکلم، خوئے ریشم الوداع

حیاتِ طیبہ قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد انور شاہ قادری
لائبریرین گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

استاذِ کامل، مرشدِ اکمل، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، جامع شریعت و طریقت، قطب ارشاد حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی المعروف مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور کی وہ نابغہ عصر اور عبقری شخصیت تھے جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حسب ونسب کی جملہ صفاتِ حسنہ اور کمالاتِ اعلیٰ یکجا کر دیئے تھے۔ اپنے پیارے محبوب شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، عالمِ علومِ اولین وآخرین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمۃ للعالمینی سے آنجناب کو وافر حصہ عطا فرما کر اپنی مخلوق کی فیض یابی کا سرچشمہ اور رشد وہدایت کیلئے مینارۂ نور بنا دیا تھا۔

یہ محسن ومشفق انسانیت، امیر ملت، صدر نشین علماء، سید الفقراء، رہبر سالکان، امام عاشقان، قائد عارفاں بارہ اور تیرہ رمضان المبارک کی درمیانی شب ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز بدھ رات دس بجے اس دنیائے فانی سے نقل مکانی کر کے واصل بحق ہوئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ پشاور کے معروف روحانی پیشوا حضرت ابو البرکات سید حسن بادشاہ صاحب قادری گیلانی المعروف میراں سرکار رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۱۵ھ) کی آٹھویں پشت میں سجادہ نشین، ان کے علم وعرفان کے حقیقی وارث اور جانشین تھے۔ جبکہ چوبیس واسطوں سے آنجناب کا سلسلہ نسب اور

سلسلہ طریقت شیخ العرب والعجم، غوثِ اعظم، محبوبِ سبحانی، قندیلِ نورانی، شہبازِ لامکانی، ہیکلِ یزدانی حضرت ابو محمد محی الدین سیدنا الشیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصطلاحِ تصوف میں اس سلسلہ مبارکہ کو "سلسلۃ الذہب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سیدنا عبدالرزاق قادری گیلانی بن سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک ہر ایک شیخِ کامل اپنے والد کا مرید اور ماذون ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت بروز پیر ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ بمطابق ۹ جون ۱۹۱۹ھ کو آستانہ عالیہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت شریف پشاور میں برہان العاشقین حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوئی جو سرحد کے وہ پہلے شیخ طریقت تھے جنہوں نے تحریک پاکستان میں قائداعظم محمد علی جناح کے شانہ بشانہ خدمات کا آغاز کیا۔ دادا جان حضرت سید سعید احمد شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ساتویں دن عقیقہ کر کے نام تجویز فرمایا اور آپ کی پرورش پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔[1]

ابتدائی تعلیم وتربیت

آپ نے ناظرہ قرآن کریم جناب خلیفہ ضمیر الدین صاحب کی والدہ ماجدہ سے پڑھا اور فارسی ادب کی کتابیں مولانا شیر محمد صاحب امام مسجد غز آقا پیر جان یکہ توت سے پڑھنی شروع کیں جنہیں فارسی زبان وادب پر غیر معمولی عبور حاصل تھا اور پشاور کے بڑے بڑے علماء وفضلاء فارسی سیکھنے کیلئے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے تھے۔

چنانچہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف و زلیخا، گلستان، مثنوی مولانا روم اور دیوانِ حافظ ان سے پڑھا۔ یہ تمام کتابیں مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زبانی یاد تھیں۔[2]

تحصیل علم مروجہ

آپ کو بھی اس وقت کے عام حالات کے مطابق اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں داخل کروایا گیا جہاں آپ ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ

ا-۲ سید محمد انور شاہ قادری، حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور ۱۹۹۷ء، صفحہ ۲۱۰-۲۱۱

جناب محمد شاہ کوہاٹی، جناب سرور شاہ صاحب، جناب صفدر خان صاحب، جناب عبدالعلی خان صاحب، مولانا لطف اللہ صاحب، جناب محمود شاہ صاحب، جناب عطاء محمد صاحب، جناب حسین بخش صاحب، مولانا مولوی عبدالمنان صاحب، مولانا عبدالقادر صاحب (ہیڈ ماسٹر) اور جناب یحییٰ خان صاحب (کانگریس کے دور میں سرحد کے وزیر تعلیم رہے) سے مختلف جماعتوں میں پڑھتے رہے [۱]

اکتسابِ علوم دینیہ آپ جماعت ہفتم کے طالب علم تھے کہ اچانک ٹائیفائیڈ بخار ہو گیا جو مسلسل باون دن تک رہا۔ جب بخار اترا تو آپ اس قدر نحیف ہو چکے تھے کہ جسم میں چلنے پھرنے کی سکت نہ تھی۔ اس لئے سکول جانے کے قابل نہ رہے اور اس بخار کی وجہ سے آپ کی بینائی بھی متاثر ہو چکی تھا۔ معالج نے آپ کو چشمہ استعمال کرنے کی ہدایت کی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب صحت بحال ہوئی تو آپ نے سکول کی تعلیم جاری رکھنے کی بجائے دینی علوم حاصل کرنے کا تہیہ کرلیا اور پشاور کے ایک مشہور و معروف عالمِ دین اور امیر ملت حضرت حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث علی پوری کے خلیفہ حضرت علامہ شیخ التفسیر والحدیث صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۲۸ء---۱۹۵۷ء) سے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کا ترجمہ و تفسیر اور دیگر علومِ اسلامیہ کی تحصیل شروع فرمائی۔ یہ سلسلہ سات سال تک جاری رہا اس کے ساتھ ساتھ دیگر اوقات میں پشاور کے جن جلیل القدر علمائے کرام سے علوم متداولہ کی تکمیل فرمائی ان کے نام یہ ہیں: [۲]

۱: حضرت علامہ مفتی اعظم سرحد مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۲ء---۱۹۴۳ء)۔ آپ حضرت مجاہدِ اعظم حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

۲: صدر الافاضل محدثِ جلیل حضرت علامہ مولانا گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۸۴ء تا ۱۹۶۵ء) آپ اعلیٰحضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے۔

۳: حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۶۵ء)

۴: فقیہ کبیر حضرت علامہ مولانا سید محمد ایوب شاہ صاحب جعفری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ سید محمد انور شاہ قادری، حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور ۱۹۹۷ء، صفحہ ۴۱

۵: حضرت فقیہ عصر مولانا عبدالمنان صاحب چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۶: حضرت علامہ مولانا فضل الرحمٰن نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (خطیب جامع مسجد سول کوارٹرز پشاور)

لقب مولوی جی لڑکپن میں عام طور پر بچے کھیل کود میں دلچسپی لیتے ہیں لیکن اس عمر میں بھی آپ کی دلچسپی کا مرکز ومحور کتابیں ہوا کرتی تھیں اور علومِ دینیہ میں حد درجہ انہماک کی بدولت دادا جان شیخ المشائخ حضرت آقا سید سعید احمد شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو "مولوی جی" کہہ کر یاد فرماتے۔ آہستہ آہستہ اصل نام کی جگہ اس لقب کو اس قدر شہرت ہوئی کہ گھر کے علاوہ باہر بھی تمام پشاور میں اپنے اور بیگانے سب آپ کو مولوی جی صاحب کہہ کر پکارنے لگے۔[۱]

سندِ حدیث آپ نے صحاحِ ستہ اور علومِ حدیث کی تکمیل حضرت شیخ الحدیث صوفی باصفا علامہ گل فقیر احمد صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمائی اور انہوں نے آپ کو علمِ حدیث کی سند عطا فرمائی جو "ثبت امیری مصری" کے نام سے دنیائے علم وفن میں مشہور ہے اور یہ پانچ واسطوں سے اس ثبت کے مؤلف حضرت علامہ مولانا ابی محمد محمد بن محمد الامیر الکبیر تک پہنچتی ہے۔[۲] آپ نے اس کا اردو ترجمہ کروا کر شائع بھی کر رکھی ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کی اجازت وخلافت علومِ ظاہری سے فراغت کے بعد آپ والدِ گرامی قدر کے زیرِ سایہ مجاہدات وریاضات میں مشغول ہو گئے اور والد محترم نے اکیس ذی قعد ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء کو حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر عرس مبارک کے موقع پر سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کی اجازت وخلافت اور تمام اسباق کی تعلیم مرحمت فرمائی۔ نیز رسالہ غوثیہ مصنفہ محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بھی عنایت فرمایا اور پھر بڑی گیارہوں شریف ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء میں اپنے دست مبارک سے دستار بندی فرما کر سجادہ نشین بنا دیا۔[۳]

۱۔ سید محمد انور شاہ قادری، حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور ۱۹۹۷ء صفحہ ۲۱۲-۲۱۳

۲-۳۔ ایضاً

درس وتدریس قبلہ مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ نے ۱۹۴۱ء میں اپنے شفیق ومہربان استاد حضرت علامہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے اپنے آبائی مکان آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور شہر میں درسِ قرآنِ کریم کا آغاز فرمایا تا کہ اہالیان پشاور کو تعلیماتِ قرآنیہ سے بہرہ مند کیا جا سکے۔

یہ مقدس سلسلہ تدریس ۲۰۰۲ء تک جاری رہا۔اس عرصہ میں کئی مرتبہ قرآنِ حکیم کا ختم مبارک ترجمہ وتفسیر کے ساتھ مکمل ہوا جس سے بڑے بڑے علماء وفضلاء، وکلاء، ڈاکٹر، انجینئر، دانشور، پروفیسر صاحبان اور عامۃ المسلمین مستفید ہو چکے ہیں۔نیز پشاور شہر اور مضافات کی مختلف مساجد کے آئمہ کرام قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم کیلئے آپ سے رجوع کرتے رہے۔علاوہ ازیں ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی کے طلباء وطالبات بھی اپنے نصاب کی تدریس وتفہیم کیلئے آنجناب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے رہے۔جبکہ کئی محققین اپنے سندی اور غیر سندی مقالات کیلئے آپ سے رہنمائی حاصل کرتے رہے۔

ماہانہ درسِ قرآن کا اجراء کچھ عرصہ تک ماہانہ درسِ قرآنِ مجید کا سلسلہ بھی جاری رہا اور ہر ماہ درج ذیل موضوعات پر درس ہوتا رہا جس میں نوجوان طبقہ بڑے شوق سے شامل ہوتا تھا۔اس پروگرام کی آڈیو اور ویڈیو کیسٹیں بھی تیار کی گئیں اور یہ درس طبع بھی کروائے گئے۔

۱: قرآن مجید کی عظمت قرآن وحدیث کی روشنی میں
۲: شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن وحدیث کی روشنی میں
۳: شانِ اولیاء اللہ قرآن وحدیث کی روشنی میں
۴: ذکرِ الٰہی جل جلالہ قرآن وحدیث کی روشنی میں
۵: نظامِ عصمت وعفت قرآن وحدیث کی روشنی میں

۱: سید محمد انور شاہ قادری، حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور ۱۹۹۷ء صفحہ ۲۱۲

۶: معراج النبی ﷺ قرآن وحدیث کی روشنی میں
۷: رمضان المبارک قرآن وحدیث کی روشنی میں
۸: شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن وحدیث کی روشنی میں
۹: توحیدورسالت قرآن وحدیث کی روشنی میں (حصہ اول)
۱۰: توحیدورسالت قرآن وحدیث کی روشنی میں (حصہ دوم)
۱۱: توحیدورسالت قرآن وحدیث کی روشنی میں (حصہ سوم)
۱۲: مقام اہلِ بیتِ عظام قرآن وحدیث کی روشنی میں

ان دروس کا پشتو ترجمہ رضوان اللہ صاحب اسدؔ (ایم فل) نے کیا ہے جو "دراسات الحسنیہ" کے نام سے شاہ محمد غوث اکیڈمی کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

درس حدیث قرآن کے ساتھ ساتھ مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ نے حدیث مبارکہ کی با قاعدہ تدریس کا سلسلہ آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توت پر جاری کیا۔ صحاح ستہ کے علاوہ مشکوۃ شریف، شمائلِ نبویہ از ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور خصائص علی از امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ جیسی معتبر، مستند کتب کا درس مختلف اوقات میں دیا جن سے سینکڑوں طالبانِ علم مستفید ہوئے۔ پھر ان میں سے اپنے درج ذیل تلامذہ پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے باقاعدہ طور پر سندِ حدیث "ثبت امیری مصری" عطا فرمائی جوان کیلئے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

۱: سید محمد نورالحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا مدظلہ العالی
۲: سید محمد حسنین قادری گیلانی المعروف سید آغا مدظلہ العالی ۔
۳: ڈاکٹر سیدہ ام سلمیٰ گیلانی (ایسوی ایٹ پروفیسر جناح کالج برائے خواتین جامعہ پشاور)۔
۴: حضرت علامہ قاری محمد اصغر صاحب (حال مقیم سعودی عرب)
۵: حضرت علامہ حافظ قاری علاؤالدین صاحب قادری (امام جامع مسجد قاضی خیلاں پشاور شہر)
۶: حضرت علامہ قاری نصیرالدین صاحب قادری (استاذ القراء، صدیقہ قرآن اکیڈمی پشاور شہر)

۷: حضرت علامہ سید حکیم شاہ صاحب قادری (امام وخطیب جامع مسجد حیدر کرار جھنڈا بازار پشاور)

۸: جناب حاجی تنویر احمد قادری صدیقی (ناظم ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام قاضی خیلاں پشاور شہر)

۹: سید یاسر قادری بخاری (ایل ایل بی)

۱۰: سید محمد انور شاہ قادری بخاری (لائبریرین گورنمنٹ ہائر سکنڈری سکول نمبر ۳ پشاور شہر)

درس فقہ قرآن وحدیث کے علاوہ آپ نے آستانہ عالیہ پر ہی فقہ کا درس بھی برابر جاری کیا اور مختلف اوقات میں خلاصہ کیدانی، منیۃ المصلی، قدوری، نورالایضاح، کنز اور ہدایہ وغیرہ کتابوں کا درس دیا۔ ان میں سے بعض دروس کی آڈیو ریکارڈنگ حاجی تنویر احمد قادری نے تحریر کر کے ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے شائع بھی کی ہے۔

درسِ تصوف مولوی جی صاحب ایک جید عالم باعمل اور ایک ایسے شیخ طریقت تھے جن کا شعارِ زندگی مبنی بر خلوص وللّٰہیت رہا۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن اور تصوف وطریقت کا ایک بحرکرم تھے اور آپ کی خانقاہِ معلّٰی آستانہ عالیہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور اس دور میں تصوف کا ایک بہترین اور معیاری ادارہ ہے جس کے فیوض وبرکات پاکستان، افغانستان اور امریکہ ویورپی ممالک تک پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کا ہر فعل، رہن سہن، چلنا، بیٹھنا، کھانا پینا، مصافحہ ومعانقہ اور خاموشی ولب کشائی پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق تھا اور اسی کا نام دراصل تصوف ہے کہ دل یادِ الٰہی سے معمور، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین، اعمال واخلاق سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اور معاملات میانہ روی اور خدمت خلق سے آراستہ ہوں۔ یہ تمام اوصاف آنجناب کی ذات والا صفات میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ درسِ قرآن وحدیث کے دوران جب بھی تصوف وسلوک وعرفان کا کوئی خاص نکتہ ارشاد فرماتے تو اپنے اس کفش بردار کو خاص طور پر نام لے کر متوجہ فرمایا کرتے تھے۔ نیز تصوف کی ایک معرکۃ الآراء تصنیف "سیر السلوک الی ملک الملوک" از شیخ قاسم متی کا

درس دیا جس کا اردو ترجمہ راقم الحروف لکھ لیا کرتا تھا۔ نیز محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کتاب "درکسب سلوک وبیان حقیقت ومعرفت" کا درس بھی دیا۔ آخرالذکر کتاب کے درس میں سید محمد نورالحسنین قادری گیلانی، سید محمد حسنین قادری گیلانی، سید یاسر بخاری قادری اور غلامِ دستگیر بھی موجود ہوا کرتے تھے۔

پشاور میں جشن عید میلادالنبی اور جلوس کا آغاز

اس مقصد کیلئے قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور میں ساداتِ کرام، علماء ومشائخ اور عامۃ مسلمین کا ایک اجلاس بلایا اور ماہِ ربیع الاول شریف میں پیارے محبوب، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، عالم علوم اولین وآخرین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا جشن ولادت باسعادت منانے کی اہمیت وضرورت پر اظہار خیال کرتے ہوئے اس مقصد کیلئے ایک تنظیم قائم کرنے کی تجویز پیش فرمائی جسے تمام حاضرین نے پسند فرمایا اور یوں باقاعدہ طور پر ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء میں "مجلس میلادالنبی ﷺ پشاور" کا قیام عمل میں آیا۔[1]

اس تنظیم کے زیر اہتمام آنجناب کی کوششوں کے نتیجہ میں ۹ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۳ء کو بعد نماز مغرب آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور سے آپ کے والد گرامی مرتبت حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں پہلا جلوس نکلا۔

طریقہ یہ تھا کہ جب جلوس روانہ ہونے لگتا تو آپ کے استاذِ محترم حضرت علامہ حافظ علی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ مجاز حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) دعا کرواتے، اور پھر ذکرِ الٰہی، نعت خوانی اور نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، نعرۂ رسالت یارسول اللہ، نعرۂ حیدری یاعلی، نعرہ پیر یاغوثِ اعظم دستگیر اور جشن عید میلادالنبی ﷺ زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوا پشاور کے مختلف بازاروں گنج، پشت کور گھڑی، بازارِ کلاں، گھنٹہ گھر، چوک یادگار، بازارِ ابریشم گراں، بازارِ بزازاں، بازارِ مسگراں،

[1] راقم الحروف نے مجلس میلادالنبی ﷺ کے عنوان سے ایک تحقیقی مقالہ قلمبند کیا تھا جو جون، جولائی ۱۹۹۸ء کے شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ معلومات اس مقالہ سے مختصراً حاصل کی گئی ہیں۔

قصہ خوانی بازار، سینما روڈ، نوبجوڑی گیٹ، چوک نمک منڈی، اندرون کوہاٹی گیٹ، پری چہرہ، چاہ شہباز، کوچی بازار، چوک ناصر خان اور لکڑ منڈی سے ہوتا ہوا واپس چوک منڈی بیری یکہ توت پہنچ جاتا جہاں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوتا جس سے ملک بھر کے مایہ ناز علماء کرام خطاب فرمایا کرتے تھے۔ چند علماء کرام کے اسماء گرامی یہ ہیں۔[1]

۱: حضرت علامہ سید عبدالحامد صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

۲: حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ناظم اعلیٰ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور)

۳: حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد شاہ صاحب (خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور)

۴: حضرت علامہ سید عارف اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خطیب مرکزی جامع مسجد روالپنڈی)

۵: حضرت علامہ مولانا محمد بخش صاحب مسلم رحمۃ اللہ علیہ بی اے لاہور

۶: حضرت علامہ مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (وزیر آباد)

۷: حضرت علامہ مولانا حکیم غلام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (لوکوشیڈ)

۸: حضرت علامہ مولانا غلام محمد صاحب ترنم رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)

۹: حضرت علامہ مولانا قاری احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (گجرات)

۱۰: حضرت علامہ مولانا سید صفدر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)

۱۱: حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (پشاور)

۱۲: حضرت علامہ مولانا عبدالغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خطیب جامع مسجد ٹھیان پشاور)

۱۳: حضرت علامہ مولانا عبدالحلیم صاحب اثر افغانی (لونڈخوڑ)

۱۴: حضرت علامہ مولانا فضل رحمٰن صاحب (خطیب جامع مسجد قوت الاسلام پشاور)

۱۵: حضرت علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری (پشاور)

۱۶: حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالحمید صاحب (پشاور)

[1] ایضاً پندرہ روزہ "الحسن" مجلس میلاد نمبر

۱۷: حضرت علامہ مولانا حافظ غلام سرور صاحب (پشاور)

۱۸: حضرت علامہ مولانا قاری فضل احمد صاحب (پشاور)

۱۹: حضرت علامہ مولانا مولوی محمد زرین صاحب (پشاور)

۲۰: حضرت علامہ مولانا راشد الحسن صاحب راشدؔ (پشاور)

۲۱: حضرت علامہ پیر بخش خان صاحب ایڈوکیٹ (پشاور)

۲۲: جناب محمد اعظم چشتی (لاہور)

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اس جشن عید میلادالنبی ﷺ کی مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے پشاور کی ایک روحانی شخصیت حضرت آغا نور الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کشف یوں بیان کیا۔

"ایک بار ۹ ربیع الاول شریف کی رات جب منڈی بیری میں جلسہ جاری تھا اور میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں مجھ پر کشف طاری ہوا، حجابات میری نظروں سے دور ہو گئے اور میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک بہت بڑے تخت پر تشریف فرما ہیں۔ اہل بیت اطہار، صحابہ کرام اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ یہ تخت ہوا میں اڑتا ہوا آیا اور یہاں جلسہ گاہ کے اوپر ہوا میں ٹھہر گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دست اقدس میں سنہری پھول ہیں جن کی چمک سے حاضرین کی آنکھیں خیرہ ہو رہی ہیں اور آپ ﷺ وہ پھول جلسے پر نچھاور فرما رہے ہیں اور بہت ہی خوش ہیں۔ آپ ﷺ کے یہ تمام ساتھی بھی بہت ہی خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں۔"[۱]

یہ مبارک سلسلہ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۵۴ء تک بارہ سال برابر جاری رہا یہاں تک کہ فخر سادات آغا سید ظفر علی شاہ صاحب بخاری نے پشاور میں ادارہ تبلیغ الاسلام قائم کیا اور ماہ ربیع الاول میں بارہ جلسے اور بارہ ربیع الاول شریف کو جلوس کا آغاز کیا تو حضور مولوی جی صاحب نے مجلس میلادالنبی ﷺ کو ادارہ تبلیغ الاسلام میں ضم فرما دیا اور آخر دم تک ادارہ تبلیغ الاسلام سے تعاون کرتے رہے۔

[۱] ایضاً پندرہ روزہ "الحسن" مجلس میلاد نمبر

جس مبارک کام کا آغاز آپ نے پشاور شہر میں کیا تھا جب ادارہ تبلیغ الاسلام وہ مقدس فرائض انجام دینے لگا تو آپ نے پشاور سے باہر دیگر علاقوں میں جشن عید میلاد النبی ﷺ اور جلوس شروع کرنے کی تگ و دو شروع فرمائی اور آنجناب کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں آنجناب ہی کی سرپرستی میں مردان میں میلاد کمیٹی کا قیام ۱۹۷۲ء میں عمل میں آیا جس کے صدر اور روح رواں محترم حاجی محمد صدیق صاحب اور نوابزادہ محمد علی خان صاحب ہوتی (سابق وزیر تعلیم حکومت پاکستان) ہیں۔ ان ہر دو صاحبان کی رہنمائی میں اب تک مردان میں عید میلاد النبی ﷺ کے عظیم الشان جلسے منعقد ہو رہے ہیں اور بارہ ربیع الاول کو جلوس بھی نکالا جاتا ہے۔[1] جس کے اثرات مردان سے نکل کر صوبہ سرحد کے دیگر شہروں تک پھیل چکے ہیں اور ہر جگہ عید میلاد النبی ﷺ کی روحانی محافل اور جلوس نکلتے ہیں۔

اسی طرح وڈپگہ پشاور سے سات میل کے فاصلے پر ساداتِ بخاری کی معروف بستی ہے یہاں پر آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۵۹ء میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں خطاب کا آغاز فرمایا تھا۔ پھر ۱۹۸۱ء سے یہاں جلوس بھی نکلنے لگا اور ۱۹۸۳ء میں آپ کی سرپرستی میں ایک تنظیم "انجمن محبان اولیاء وڈپگہ" کے نام سے قائم ہوئی جس کے زیر اہتمام اب تک جلسوں اور جلوس کا سلسلہ جاری ہے۔[2]

خطابت حضور قبلہ مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی پشاور میں ۱۹۸۰ء تک تقریباً تیس برس تک خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور پھر یہاں کی خطابت پشاور شہر کے جید حافظ حضرت قاری علی گل صاحب (خلیفہ ابوانیس حضرت صوفی محمد برکت علی رحمۃ اللہ علیہ) کے سپرد فرما کے ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۲ء جامع مسجد جہانگیر پورہ پشاور میں جمعۃ المبارک کی خطابت کی۔

بعد ازاں حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار سے ملحق آبائی مسجد میں نمازِ جمعہ کی ابتدا فرمائی۔ یہ مسجد عرصہ دراز سے پشاور کی ایک عوامی عیدگاہ کی حیثیت سے بھی معروف چلی آرہی ہے جس میں پشاور کے باسیوں کے علاوہ مضافات سے بھی کثیر تعداد میں لوگ نمازِ عید کی ادائیگی کیلئے

۱-۲؎ ایضاً پندرہ روزہ "الحسن" مجلس میلاد نمبر

آتے ہیں۔ آنجناب ۱۹۴۰ء سے یہاں پر عیدین پڑھاتے چلے آرہے تھے [1]

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ خطبات برادرم منظور الٰہی صاحب قادری (سابق پراونشل چیف الائیڈ بینک لمیٹڈ) نے ریکارڈ کئے تھے۔ بعد ازاں انہیں تحریر کیا جو الحسن کے مختلف شماروں میں "خطبات الحسنیہ" کے نام سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح وڈپگہ کی انجمن محبان اولیاء کے زیر اہتمام آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو تقاریر کی تھیں ان میں سے بھی بعض شائع ہو چکی ہیں۔

پشاور میں دعوتِ اسلامی کا قیام

حضرت علامہ مولانا محمد الیاس صاحب قادری مدظلہ العالی نے اہلِ سنت والجماعت کے عقائد اور سنتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج واشاعت کیلئے دعوتِ اسلامی کی بنیاد رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ملک بھر کے علماء ومشائخ اہلِ سنت کی تائید وحمایت سے وطن عزیز کے کونے کونے میں اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ پشاور میں اس مقصد کیلئے تین نومبر ۱۹۸۲ء کو آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت پشاور میں قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطحی میٹنگ ہوئی جس میں اہلِ سنت پشاور کے نمائندہ افراد نے شرکت کی چند افراد کے نام یہ ہیں

۱: حضرت علامہ مولانا محمد گل صاحب (خطیب جامع مسجد یحییٰ، زریاب کالونی)

۲: صوفی نور خان صاحب (خطیب جامع مسجد مدینہ بیرون یکہ توت)

۳: حافظ قاری محمد ابراہیم صاحب (امام مسجد کوٹلہ رشید خان)

۴: حضرت علامہ مولانا مصباح اللہ صاحب (خطیب جامع مسجد بلال شاہین مسلم ٹاون)

۵: حضرت مولانا حافظ محمد سلیم صاحب (امام مسجد قاضی خیلاں)

۶: حضرت علامہ مولانا محمد سرفراز صاحب (خطیب جامع مسجد ریتی بازار)

۷: حضرت مولانا نثار محمد صاحب (خطیب جامع مسجد قبا چوک گاڑی خانہ)

۸: حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (خطیب جامع مسجد مسلم مینا بازار)

۹: حضرت علامہ مولانا غلام حنیف صاحب (خطیب جامع مسجد آری پشاور صدر)

---

[1] سید محمد انور شاہ قادری، حیات حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۲۱۹

۱۰: حضرت علامہ مولانا غلام زکریا صاحب (خطیب جامع مسجد آرمی پشاور صدر)

۱۱: حضرت علامہ مولانا محمد رفیق صاحب (بیرون گنج گیٹ علاقہ شیخ آباد)

۱۲: حضرت علامہ مولانا عبدالقدوس صاحب (خطیب جامع مسجد گھاس منڈی توتھیہ قدیم صدر)

۱۳: حضرت مولانا محمد سعید بادشاہ صاحب (امام مسجد محلّہ جٹاں یکہ توت)

۱۴: حضرت پیر مخدوم سید بہرام شاہ قادری گیلانی (بیرون لاہوری گیٹ، غوثیہ میڈیکل ہال پشاور)

۱۵: حضرت حافظ قاری محمد سعد الدین صاحب (جامع مسجد خوردہ فروشاں پشاور شہر)

۱۶: حضرت مولانا حافظ نور احمد صاحب (یکہ توت پشاور)

۱۷: حضرت علامہ مولانا پیر محمد اسحاق صاحب (خطیب جامع مسجد بازار بزازاں پشاور شہر)

۱۸: حضرت علامہ مولانا حافظ خورشید احمد صاحب (امام مسجد میراں داکنواں پشاور شہر)

۱۹: حضرت علامہ مولانا سید زاہد اقبال صاحب (خطیب جامع مسجد عثمانیہ محلّہ مقرب خان یکہ توت)

۲۰: حضرت علامہ مولانا غلام غوث صاحب صحرائی (خطیب جامع مسجد حضرت بلال محمد علی جوہر روڈ)

۲۱: حضرت علامہ مولانا محمد عظیم صاحب (خطیب جامع مسجد محلّہ باقر شاہ)

۲۲: حضرت علامہ مولانا صوفی محمد اسلم صاحب نقشبندی (خطیب جامع مسجد لوکوشیڈ پشاور صدر)

۲۳: حضرت مولانا محمد ممتاز شاہ صاحب (خطیب جامع مسجد ملک پورہ)

۲۴: حضرت علامہ مولانا خورشید احمد شاہد القادری (خطیب جامع مسجد غوثیہ محلّہ باجیان پشاور شہر)

۲۵: حضرت مولانا نور احمد شاہ صاحب (امام وخطیب جامع مسجد آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت)

۲۶: حضرت مولانا عبدالمجید صاحب (مسجد گلزار مدینہ، پنج کھٹہ بیرون یکہ توت)

۲۷: حضرت مولانا حافظ قاری علی گل صاحب (خطیب جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی)

۲۸: حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب

۲۹: حضرت مولانا سلطان صاحب (امام مسجد بادشاہ جان بیرون ڈبگری گیٹ)

۳۰: محمد اعظم خان قلندری (متولی جامع مسجد غوثیہ جہانگیر پورہ)

۳۱: حضرت علامہ مولانا حافظ محمد سلیمان صاحب قادری (امام مسجد پیپل والی علاقہ ہشتنگری)

۳۲: حضرت علامہ مولانا محمد سمیع اللہ صاحب نعیمی (امام مسجد محلّہ ملاں بارو)

۳۳: حضرت مولانا محمد صدیق صاحب (امام مسجد کاخ گلستان، بیرون یکہ توت)

۳۴: حضرت مولانا محمد کلیم اللہ صاحب (امام مسجد حاجی محمد علی اندرون یکہ توت)

۳۶: حضرت مولانا محمد احمد خان صاحب (امام مسجد محلّہ بجوڑی کوچی بازار)

۳۷: حضرت علامہ مولانا شمس الحق صاحب (امام مسجد ترناب فارم ضلع پشاور)

۳۸: حضرت علامہ مولانا یوسف صاحب (امام مسجد شاہ جی آباد بیرون یکہ توت)

۳۹: مولانا عبداللہ صاحب (امام مسجد اخون آباد نمبر ۱)

۴۰: مولانا روح الامین صاحب چشتی (امام مسجد اچینی پایاں نزد پشاور یونیورسٹی)

۴۱: حضرت مولانا پیر فقیر صاحب المعروف گنج فقیر صاحب پشاور شہر

۴۲: مولانا عبدالحکیم صاحب

۴۳: مولانا سلطان صاحب [۱]

اس کے علاوہ بونیر اور چارسدہ سے بھی علماء کرام نے اس میٹنگ میں شرکت کی جن میں حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب (امام مسجد بونیر سوات) اور حضرت مولانا سید تحسین اللہ صاحب (امام مسجد گڑھی کریم داد نا گمان چارسدہ) شامل ہیں۔ نیز پشاور شہر اور بیرون پشاور کے ان علماء کرام کے علاوہ اہل سنت کے بے شمار سرکردہ افراد اور اہل سنت کی مختلف تنظیموں کے نمائندے بھی شامل تھے راقم الحروف بھی اس موقع پر موجود تھا [۱]

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت والجماعت کے خلاف جاری تحریکوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور اس منظم منصوبے میں ملوث ممالک اور جماعتوں کی طرف سے کئے جانے والے اقدامات کا ذکر کرتے ہوئے اہل سنت کے علماء و مشائخ کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونے اور دعوتِ

۱۔ تحریری ریکارڈ (قلمی) سید محمد انور شاہ قادری

اسلامی کا ساتھ دینے کی تلقین فرمائی۔ کئی دیگر حضرات نے بھی اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور سب نے دعوت اسلامی کا بھرپور ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ یوں پشاور میں دعوتِ اسلامی کا قیام عمل میں آیا[1]۔ اور آج کل اشتیاق صاحب اس کے امیر کی حیثیت سے دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سیاحت آپ نے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مختلف اوقات میں انڈیا، کشمیر، افغانستان ایران، عراق، کویت، سعودی عرب، بحرین اور یورپ کا سفر اختیار فرمایا جس کا مختصر ذکر زمانی ترتیب سے پیش خدمت ہے۔

سفر انڈیا مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ نے دوبار ہندوستان کا سفر کیا۔ ابتدا میں تقسیم ہند سے قبل ۱۹۳۹ء میں جبکہ دوبارہ ۱۹۵۶ء میں قیامِ پاکستان کے بعد وہاں تشریف لے گئے۔ مختلف تعلیمی اداروں کا دورہ کیا، علماء ومشائخ سے تبادلۂ خیال فرمایا اور اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری دی[2]۔

سفر کشمیر آزادی سے قبل ۱۹۳۶ء اور ۱۹۴۷ء میں دوبار کشمیر جانا ہوا۔ دونوں مرتبہ موسمِ گرما وہاں گزارا۔ آپ کا قیام امیرا کدل سرینگر کشمیر میں اپنے نانا جان شہزادہ حکیم غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوتا۔ علماء ومشائخ فقراء ومجاذیب اور سیاسی وعلمی شخصیات سے ملاقاتوں کے علاوہ کتبخانوں سے بھی استفادہ فرماتے ہوئے اپنی تصنیفِ لطیف "تذکرۂ مشائخ قادریہ حسنیہ" کیلئے مواد اکٹھا کیا[3]۔ کشمیر میں اپنے اجداد کے مزارات پر آپ نے اس عرصہ میں چلے بھی کاٹے۔

سفر حرمین شریفین آنجناب رحمت اللہ علیہ کو اس مبارک سفر کا چھ مرتبہ بلاوا آیا اور آپ بارگاہ رب العالمین ورحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں باریابی سے مستفیض ہوئے۔

سب سے پہلے ۱۹۶۹ء میں بذریعہ روڈ براستہ افغانستان، ایران، عراق، کویت، حجاز مقدس پہنچے اور حج بیت اللہ شریف کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ تین ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ یہاں

---

[1] تحریری ریکارڈ (قلمی) سید محمد انور شاہ قادری

[2]-[3] سید محمد انور شاہ قادری، حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۲۱۶-۲۱۷

پر آقائے نامدار حضور نبی کریم ﷺ کے خصوصی حجرۂ انور کی صفائی ودیکھ بھال پر مامور جناب حضرت حمزہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے برادرانہ مراسم استوار ہوئے۔نیز قطب مدینہ حضرت علامہ مفتی ضیاء الدین صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۷ء تا ۱۹۸۱ء) سے اکثر ملاقاتیں رہتیں پھر پاکستان واپسی بھی اسی راستے سے ہوئی اور بلادِ اسلامیہ کی عظیم المرتبت ہستیوں سے ملنے کا موقع میسر آیا جن میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے سجادہ نشین، مفتی بغداد، حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے امام وخطیب، افغانستان میں حضرت علامہ نور المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ صاحبزادہ تگاب مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی خصوصی اہمیت کے حامل ہیں ۔اس سفر میں جناب خلیفہ سلطان بخش صاحب مرحوم بھی آپ کے ساتھ تھے[۱]

دوسری مرتبہ ۱۹۷۰ء میں مذکورہ بالا بری راستہ سے ہی حج بیت اللہ شریف اور دیار رسول ﷺ کی حاضری نصیب ہوئی اور حاجی مشتاق احمد صاحب صراف کو آپ کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا[۲]۔ اس سفر میں لاہور کے اشرف صاحب بھی کابل سے آپ کے ساتھ سفر میں شریک ہوئے[۳]۔اس سفر کا ایک روزنامچہ بھی آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے قلم بند کیا تھا۔نیز ایک ڈائری میں اپنے خواب بھی تحریر فرمائے تھے جن میں حضور پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تھی ۔وہ ڈائری آپ رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو مرحمت فرمائی تھی لیکن ساتھ ہی تاکید بھی فرمائی تھی کہ میری زندگی میں اس کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتانا جس کا احقر نے پورا پورا خیال رکھا اور اب یہ خواب یہاں نقل کئے جارہے ہیں ۔

> "۱: آج خواب میں حضور سرور کائنات فخر کیہان، رحمت للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کی زیارت نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ سراپا نور پہلو مبارک کے بل آرام فرمارہے ہیں اور پیٹھ مبارک برہنہ ہے اور دونوں شانوں کے درمیان پستان کی طرح مہر نبوت ہے اور فقیر

[۱] ایضاً حیات حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۲۱۶-۲۱۷

[۲] ایضاً صفحہ ۲۱۸

[۳] بروایت جناب اشرف صاحب (مزنگ لاہور)

اس کی ڈوڈنی کو خوب چوس رہا ہے۔کافی دیر گزر گئی آنکھ کھلی تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ

(بدھ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ/۳ جون ۱۹۷۰ء)[۱]

۲: دوسرے حج مبارک کے موقع پر جب مزدلفہ میں رات گزاری تو عین صبح کی نماز سے پہلے اونگھ آ گئی اس میں دیکھا کہ سید الکونین، صاحب قاب قوسین اوادنیٰ حضرت رسول کریم ﷺ حج کا موقع ہے اور ایک کمرہ میں تشریف فرما ہیں۔نہایت ہی نورانی مخلوق موجود ہے، میں اس کمرے سے باہر ہوں، مجھے خود بنفس نفیس "بیٹا امیر" ارشاد فرما کر اندر بلایا اور حکم دیا کہ صبح کی اذان دو چنانچہ میں نے اذان دی پھر وہ اونگھ جاتی رہی۔(۱۰ ذی الحج ۱۳۹۰ھ)[۲]

۳: جب کعبۃ اللہ منیٰ سے فارغ ہو کر پہنچا تو حرم شریف میں صبح کی یعنی تہجد کی اذان سے پہلے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور انبیاء، رحمت للعالمین، امام الانبیاء والمرسلین ﷺ تشریف فرما ہیں، لاکھوں کی تعداد میں مخلوق ہے، عشاء کی نماز ہو رہی ہے۔مجھے طلب فرما کر ارشاد ہوا کہ "تین رکعت وتر کی جماعت کے ساتھ تم امامت کرو"۔چنانچہ حسب الحکم ان لاکھوں افراد کی جماعت ہوئی اور میں نے امامت کروائی۔(۱۵ ذی الحج ۱۳۹۰ھ)[۳]

۴: حج کا دن گزر گیا، عید کی رات خواب میں دیکھا کہ ایک بالکل سفید کرتا (قمیص) جو کہ ٹخنوں تک ہے نہایت ہی خوبصورت ململ سفید کا بنا ہوا ہے اور اس کے نچلے حصہ پر تمام طلا کا بہت ہی حسین ترین کام کیا گیا ہے، ملاء الاعلیٰ کی طرف سے مجھے پہنایا گیا"(نو اور شب دہم ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ بروز جمعرات)[۴]

تیسری دفعہ ۱۹۷۱ء میں اسی بری راستہ سے حج بیت اللہ شریف اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ،

۱تا۴: قلمی ڈائری از استاذ محترم سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

میں باریابی سے مشرف ہوئے۔ جناب خواجہ محمد قاسم صاحب اور جناب عبدالمالک صاحب کو آپ کی رفاقت حاصل رہی۔ یہ دونوں یکے بعد دیگرے کار چلاتے رہے۔[۱]

اس سفر کا ایک ایمان افروز واقعہ خواجہ قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو ۱۹۸۰ء میں یوں بیان کیا ہم لوگ افغانستان اور ایران کے راستے سے ہوتے ہوئے جب بغداد شریف پہنچے تو رات کا وقت تھا، ایک ہوٹل میں کمرہ لیا اور کھانا کھا کر آدھی رات کے قریب ہوٹل سے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کیلئے گئے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس کو تالا لگا ہوا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو تالہ خود بخود کھل گیا۔ مولوی جی صاحب اندر چلے گئے اور مجھے باہر بیٹھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں باہر بیٹھ گیا مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑی دیر تک اندر تشریف فرما رہے اور محبت بھری رازدارنہ گفتگو کی آواز آ رہی تھی لیکن پوری طرح باتوں کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

کافی دیر کے بعد مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرۂ مبارک انوار و تجلیات کا مرکز بنا ہوا تھا اور بہت زیادہ خوش تھے۔ میں نے عرض کیا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی تو فرمایا قاسم بھائی حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ مہربانی فرمائی، سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کا حکم دیا اور جن جن لوگوں نے مجھ سے بیعت کرنا ہے ان سب کے ناموں کی فہرست بتائی کہ ان لوگوں نے آپ سے بیعت کرنی ہے --- سبحان اللہ! اور پھر ایک موقع پر قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ارشادِ گرامی سے اجمالاً اس کی تصدیق بھی ہوئی۔

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا سفر آپ نے ۱۹۸۷ء میں ہوائی جہاز کے ذریعہ کیا۔ ائرپورٹ پر آپ کے صاحبزادے سید جمال الحسنین قادری گیلانی نے آپ کا استقبال کیا جو ان دنوں ملازمت کے سلسلہ میں وہاں مقیم تھے۔ انہوں نے بھی حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ عمرہ کیا۔[۲]

پانچویں بار ۱۹۸۹ء میں پھر بذریعہ ہوائی جہاز عمرہ کا قصد فرمایا۔ اس موقع پر آپ کی زوجہ محترمہ (ماہ گل صاحبہ) چھوٹی صاحبزادی اور چھوٹے صاحبزادے سید غلام الحسنین صاحب قادری گیلانی

۱-۲: حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۲۱۸-۲۱۹

بھی آپ کے ہمسفر تھے۔

پہلے بغداد شریف حاضر ہوئے اور پھر حجاز مقدس کا عزم فرمایا۔ وہاں پر آپ کے دوسرے صاحبزادے سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا صاحب جناب صابر حسین صاحب قادری ان کی صاحبزادی اور والدۂ حاجی محمد طارق صاحب قادری بھی پہنچ گئیں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں عمرہ ادا کیا۔ آپ وہاں سے بحرین تشریف لے گئے جہاں آپ کے صاحبزادے سید محمد حسنین صاحب قادری گیلانی نیشنل بینک بحرین میں خدمات انجام دے رہے تھے۔[1]

جبکہ چھٹی مرتبہ ۱۹۹۳ء میں آپ عمرے پر روانہ ہوئے تو حلقہ قادریہ حسنیہ کے درج ذیل خوش قسمت عقیدتمندوں کو بھی آپ کی رہنمائی میں عمرہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔[2]

۱: ماہ گل صاحبہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہا (زوجہ محترمہ قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۲: سید محمد سبطین قادری گیلانی المعروف تاج آغا صاحب (پسر قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۳: سید غلام الحسنین قادری گیلانی (پسر قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۴: بیگم سید اصغر الزمان قادری گیلانی (بھاوج قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۵: حاجی منظور الٰہی صاحب قادری (سابق پروانشل چیف الائیڈ بینک لمیٹڈ)

۶: محمد سلیم بٹ صاحب قادری

۷: شیخ نذیر احمد صاحب مع والدہ وہمشیرہ

۸: شیخ خالد فاروق صاحب قادری

۹: تحسین اللہ صاحب قادری

۱۰: حاجی نور الٰہی صاحب مع زوجہ

۱۱: ڈاکٹر اللہ بخش صاحب مع زوجہ وپسران

۱۲: جناب حمید خان صاحب مع زوجہ

۱-۲: حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۲۱۸-۲۱۹

سفر لندن قبلہ مولوی جی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو عرصہ دراز سے بائیں آنکھ میں retinal detachment (آنکھ کا پردہ پھٹ جانا) کی تکلیف تھی۔ چنانچہ جون ۱۹۹۲ء میں آپ اپنی حقیقی اور معنوی اولاد کے مسلسل اصرار پر علاج کیلئے لندن روانہ ہوئے۔ ڈاکٹر محمد انعام صاحب قادری اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ایک ماہ تک وہاں قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں لندن کے ایک بین الاقوامی شہرت یافتہ ماہر امراض چشم ڈاکٹر جان سکاٹ سے معائنہ کروایا۔ کئی دیگر ڈاکٹروں سے بھی ملے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آپ نے وہاں پر برٹش لائبریری کا دورہ بھی کیا۔ نیز کئی علماء ومشائخ سے ملاقاتیں بھی ہوئیں جن میں سید تنویر الحسن گیلانی (سجادہ نشین مکھڈ شریف)، میاں جمیل احمد صاحب نقشبندی (سجادہ نشین شرقپور شریف) اور مولانا صمدانی صاحب (خطیب جامع مسجد لندن) کے نام نمایاں ہیں۔ ڈاکٹر محمد انعام صاحب قادری نے اس سفر کی تاریخ وار روداد تحریر کی ہے جس میں انہوں نے تمام تفصیلات کا ذکر کیا ہے۔[1]

سفر امریکہ مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے سید احمد محی الدین گیلانی امریکہ میں مقیم ہیں۔ وہ علاج کیلئے آپ کو وہاں لے جانے کیلئے بار بار التماس کرتے رہے۔ آخر کار آپ نے حامی بھر لی اور پھر ۲۰۰۲ء میں آپ امریکہ تشریف لے گئے اور تقریباً ڈیڑھ ماہ قیام کرتے ہوئے وہاں مختلف ڈاکٹروں سے آنکھوں کا معائنہ کروایا۔

سیاسی خدمات قبلہ مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ نے آزادیٔ وطن کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور کو مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے ہیڈ کوارٹرز کی حیثیت حاصل تھی چنانچہ قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۳۶ء میں اپنے والد ماجد کے ساتھ پشاور ریلوے سٹیشن پر قائداعظم محمد علی جناح کا استقبال کیا اور انہوں نے ایک ہفتہ منڈی بیری یکہ توت میں گزارا تو آپ اپنے والد محترم کے ہمراہ ہر روز ان

---

[1] ڈاکٹر محمد انعام قادری، سفرنامہ لندن (قلمی)

سے ملتے رہے[1]

اس کے بعد جب آپکے والد ماجد حضور آغا جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے پشاور میں مسلم لیگ کا احیاء ہوا تو آپ نے اپنے والد گرامی کی سرپرستی میں مسلم لیگ کو مقبول عام جماعت بنانے کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ جلسوں اور جلوسوں کا اہتمام کیا، متعدد جلسے آپ کی صدارت میں بھی منعقد ہوئے۔ ایک ایسے ہی جلسے کی رپورٹنگ خفیہ پولیس کے ریکارڈ میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے[2]

On the night of 3/4-8-1943 a meeting of the Muslim League attended by about 2,000 persons was held at the Mundi Beri Chowk, Peshawar City. Syed Amir Mohd Shah of Mohallah Yaka Toot was in the chair.

The president of the meeting, Ahmad Chacha Rahim Bakhsh Ghaznavi, Qazi Mohammad Isa and Syed Mustafa Shah of Peshawar city delivered speeches. While one Badar Sahib recited some verses in connection with the "Pakistan Scheme."Maulana Abdul Bari also delivered a speech.

The speakers exhorted the Musalmans to assist the Muslim League candidate in the coming bye-election and also answered some of the accusations against them by the speakers from the congress stage. S. Mustafa Shah

---

[1] یہ قائد اعظم محمد علی جناح کا پہلا دورۂ سرحد تھا جس کی تفصیلات راقم الحروف کی تالیف "حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی" کے باب سوم میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

[2] حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۲۲۰-۲۲۱

announced that the whole Shia community was with the Muslim League.

"۳ اگست ۱۹۴۳ء کی تین اور چار تاریخ کی درمیانی رات کو چوک منڈی بیری یکہ توت پشاور شہر میں مسلم لیگ کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کی صدارت سید محمد امیر شاہ یکہ توت پشاور نے کی اور اس میں دو ہزار افراد شریک ہوئے۔ اس جلسہ سے خطاب کرنے والوں میں صدر جلسہ (سید محمد امیر شاہ صاحب) کے علاوہ احمد چاچا، رحیم بخش غزنوی، قاضی محمد عیسٰی، سید مصطفٰی شاہ اور (حضرت علامہ) مولانا عبدالباری شامل تھے جبکہ بہادر صاحب نامی ایک شخص نے "پاکستان سکیم" کے حوالے سے نظم پیش کی۔ مقررین نے مسلمانوں پر زور دیا کہ آنے والے ضمنی انتخابات میں مسلم لیگی امیدواروں کو کامیابی سے ہمکنار کریں۔ نیز ان میں بعض نے کانگریس کی طرف سے ان پر لگائے جانے والے الزامات کے جوابات بھی دیئے۔ سید مصطفٰی شاہ صاحب نے ایک اشتہار کی تردید کرتے ہوئے سٹیج پر اعلان کیا کہ تمام شیعہ برادری مسلم لیگ کا ساتھ دے گی۔"

اسی طرح ۱۹۴۵ء میں جب قاضی محمد عیسٰی صاحب نے آرگنائزر کے طور پر سرحد مسلم لیگ کی تنظیم نو شروع کی تو آپ نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا۔ مسلم لیگ کی رکنیت سازی کیلئے شہر کے ہر محلہ اور ہر گلی کا دورہ کر کے لوگوں سے مسلم لیگ کی ممبر شپ کے فارم پُر کروائے۔ اس موقع پر پشاور شہر میں دس ہزار افراد نے مسلم لیگ کی رکنیت حاصل کی۔[۱]

فروری ۱۹۴۷ء میں جب سرحد مسلم لیگ نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور آستانہ عالیہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور میں خفیہ ریڈیو سٹیشن "صدائے پاکستان" کی نشریات کا آغاز کیا جانے لگا تو آپ نے قرآن کریم کی تلاوت کر کے اس کا افتتاح فرمایا۔ علاوہ ازیں سول نافرمانی کی تحریک کے دوران مسلم لیگی کارکنوں کی رہنمائی کیلئے "صدائے پاکستان" کے نام سے اخبار بھی آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت سے جاری ہوا اس خفیہ اخبار کی تیاری میں بھی مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اس کے

۱۔ ایضاً حیاتِ حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۲۲۲

ایڈیٹر بت شکن کی معاونت فرماتے رہے۔[۱]

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد جب مسلم لیگ کی تنظیم نو کی جانے لگی تو انہی گراں قدر خدمات کے پیش نظر آپ کو مسلم لیگ چوک ناصر خان وارڈ کا بلا مقابلہ صدر منتخب کیا گیا۔ آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مسلم لیگ کے جو دیرینہ اور مخلص کارکن خان عبدالقیوم خان کی پالیسیوں کے نتیجہ میں جماعت چھوڑ چکے تھے انہیں واپس مسلم لیگ میں لانے کیلئے اقدامات کئے۔ اس مقصد کیلئے ڈسٹرکٹ مسلم لیگ پشاور کے ایک اجلاس میں کافی بحث وتمحیص کے بعد درج ذیل حضرات پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔[۲]

حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ، ملک شاہ محمد، حاجی کرم الٰہی، صوفی حاجی محمد، خواجہ محمد یوسف اور احمد علی خان۔

اس کمیٹی کے ممبران نے اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں اختلافات ختم کر کے مسلم لیگ میں واپس آنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ خان فدا محمد خان (سابق گورنر صوبہ سرحد) اپنے پانچ سو رفقاء کے ساتھ دوبارہ مسلم لیگ میں شامل ہوئے۔ ان کے علاوہ چند دیگر مشہور کارکنوں کے نام یہ ہیں، جو مسلم لیگ میں واپس آگئے۔[۳]

سید مشتاق علی شاہ (پشاور چھاؤنی)، آغا خان بابا خان وکیل، ملنگ خان، نذیر حسین، خان مرسلین خان، سید اقبال شاہ بخاری، اقبال ریاض، عبدالرؤف سیماب، نور محمد خان، لالی خان، حاجی خان میر ہلالی، غلام حسین بائے، سید میر افضل شاہ، سید عبداللہ شاہ، آغا محمد، بابو محمد شریف، عطا محمد، لطف علی اور عزیز شکاری۔

آپ نے دوبار میونسپل کمیٹی کے انتخابات میں بھی حصہ لیا اور دونوں مرتبہ بلا مقابلہ چوک ناصر خان وارڈ کے چیئرمین منتخب ہوئے۔[۴]

جب جمعیت العلمائے پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو علماء ومشائخ اہل سنت کی نظریں صوبہ

۱-۴ ایضاً حیات حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی، صفحہ ۲۲۲-۲۲۳

سرحد میں آپ پر پڑیں، آپ نے بھی انہیں مایوس نہیں کیا اور اس وقت سے لے کر آخر تک کبھی مرکزی نائب صدر اور کبھی صوبائی صدر کی حیثیت سے خدمات بجا لاتے رہے۔ قائد ملت اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد صاحب نورانی بصدر جے یو پی اور مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہم اللہ تعالیٰ ہمیشہ آستانہ عالیہ قادریہ پر ہی قیام کرتے اور یہیں پر صوبہ سرحد کے دیگر مقامات کے دورے کا پروگرام مرتب ہوتا۔

تصنیفات و تالیفات: حضور قبلہ مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد اور ادوار تاریخ و سوانح پر متعدد مقالات قلمبند کئے ہیں۔ آپ کی نگارشات قلمی ضخیم کتب اور کتابچوں کی صورت میں متعدد بار شائع ہو چکی ہیں۔ بعض کے دوسری زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں اور کئی کتابیں اباسین آرٹس کونسل کی طرف سے اول انعام بھی پا چکی ہیں۔ راقم الحروف کی نظر سے گزرنے والی چند کتابوں کا ذکر ان سطور میں کیا جا رہا ہے۔

۱: **نماز مقبول** (مکتبہ الحسن پشاور) سنِ اشاعت ۱۹۴۷ء، صفحات ۹۳۔ یہ آپ کی سب سے پہلی تالیف ہے۔ یہ دوبارہ اشاعت وتبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے ۱۹۸۷ء میں طبع کی گئی ہے جبکہ اس کا تیسرا ایڈیشن حال ہی میں شاہ محمد غوث اکیڈیمی یکہ توت پشاور سے شائع ہوا ہے۔

۲: **حیات النبی ﷺ**: یہ آپ کے دادا استاد حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد ایوب صاحب حنفی پشاور کے عربی رسالہ "تحفة الفحول في استغاثه بالرسول" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے جو ۱۹۶۳ء میں طبع ہوا اور ۱۹۹۳ء میں ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے دوبارہ شائع ہوا۔

۳: **تذکرہ حفاظ پشاور**: اس میں پشاور شہر کے ۱۲۷ مرد اور چھ خواتین حفاظ قرآن کا ذکر ہے۔ عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور کی طرف سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہونے والی یہ کتاب ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے جواب نایاب ہے۔

۴: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد: عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور ۱۹۶۴ء، جلد اول ۲۹۱ صفحات جبکہ دوبارہ ۱۹۹۰ء میں مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور سے اشاعت پذیر ہوئی۔

۵: تذکرہ علماء و مشائخ سرحد: عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، تاریخ اشاعت ۱۹۷۲ء جلد دوم، ۳۶۲ صفحات۔ یہ کتاب اب نایاب ہے۔

۶: جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی: عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور ۱۳۸۹ھ/۱۹۷۰ء، ۴۰ صفحات۔ یہ دوبارہ ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔

۷: تذکرہ سید عبداللہ شاہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ، مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۷۱ء، ۳۰ صفحات۔ یہ متعدد مرتبہ ٹھٹھہ (سندھ) میں صحابی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں نے شائع کی ہے۔

۸: مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کا مسئلہ، مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۷۲ء۔

۹: تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ: عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور ۱۹۷۲ء، صفحات ۱۶۸۔ اس میں آپ نے اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات جمع فرمائے ہیں۔ یہ مکتبہ فیضان پشاور کی طرف سے ۱۹۹۱ء میں دوبارہ چھاپی گئی، یہ بھی اب نایاب ہے۔

۱۰: انوارِ غوثیہ شرح شمائل النبویہ: عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور ۱۹۷۶ء، صفحات ۷۰۳۔ یہ صحاح ستہ کے مشہور امام حضرت ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تالیف ہے۔ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی عالمانہ اور عارفانہ شرح و ترجمہ اردو میں کیا ہے جو پشاور یونیورسٹی کے شعبہ عربی کے نصاب میں شامل کی گئی۔ اسے ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی کی طرف سے دوبارہ ۱۹۸۶ء میں شائع کیا گیا جبکہ تیسری مرتبہ اس کے الگ الگ ابواب کتابچوں کی صورت میں ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے طبع ہوئے۔ ۱۹۹۹ء میں شاہ محمد غوث اکیڈیمی یکہ توت پشاور کی طرف سے اس کی نہایت خوبصورت اور معیاری اشاعت ہوئی ہے علاوہ ازیں یہ ڈیرہ

اسماعیل خان کے حضرت علامہ مولانا محمد حسن نظامی خطیب جامع مسجد کچری چوک کے درس میں شامل رہی انہوں نے اسی کے ترجمہ کو لے کر اپنے تاثرات وواردات کے ساتھ "شمائل نبویہ فی الانوار نظامیہ"، کے نام سے شائع کی ہے۔

۱۱: خوارقِ عادات: مکتبہ الحسن یکہ توت پشاور ۱۹۸۳ء، صفحات: ۹۲۔ یہ کتاب حضرت شاہ غلام صاحب قادری گیلانی نبیرہ وخلیفہ حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں تحریر فرمائی۔ آپ نے اس کا اردو ترجمہ کر کے چھاپا۔ اس کا ایک دوسرا اردو ترجمہ حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا ہے جو "الارشادات" کے نام سے مکتبہ الحسن کی طرف سے شائع ہو چکا ہے۔

۱۲: داڑھی منڈے امام کے پیچھے نماز کا مسئلہ: مکتبہ الحسن پشاور، صفحات ۱۶۔ اس کی دوبارہ طباعت ۱۹۹۳ء میں ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے عمل میں آئی۔

۱۳: کرامات اولیاء بعد از ممات: مکتبہ الحسن پشاور، صفحات ۶۱۔ یہ علامہ سید زکریا شاہ صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے عربی رسالے "کشف الغمہ" کا اردو ترجمہ ہے۔ اسے دوبارہ اشاعت وتبلیغ اسلام پشاور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا ہے۔

۱۵: تفضیل تقبیل ابہامین: عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور، صفحات ۳۱۔ اس کا پشتو ترجمہ شیر محمد صاحب مینوشی نے کیا تھا جو شائع ہو چکا ہے۔ اس کی تیسری بار اشاعت ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام کی طرف سے ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔

۱۶: شرح غوثیہ صحیح بخاری شریف (پارہ اول): مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۹۲ء۔ یہ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ صحیح بخاری شریف کی فارسی شرح کا پہلا پارہ ہے جس کا اردو ترجمہ مع اصل فارسی متن کے شائع کیا گیا ہے۔ اردو ترجمہ ۳۰۲ جبکہ فارسی متن ۱۵۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۷: شرح غوثیہ صحیح بخاری شریف (پارہ دوم): شرح غوثیہ صحیح بخاری پارہ دوم کا اردو ترجمہ

۱۵۶ صفحات اور مع فارسی ۳۲۲ صفحات کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شاہ محمد غوث اکیڈیمی کی طرف سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۸: شرح غوثیہ صحیح بخاری شریف (پارہ سوم): شرح غوثیہ صحیح بخاری پارہ سوم کا اردو ترجمہ ۲۰۷ صفحات مع فارسی متن ۳۶۵ صفحات بھی شاہ محمد غوث اکیڈیمی کی طرف سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یاد رہے کہ پہلے دونوں پاروں کا ترجمہ قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تیسرے پارے کے بھی ابتدائی سو صفحات کا ترجمہ آپ نے کیا تھا لیکن ضعفِ بصارت کے باعث کام جاری نہ رکھ سکے اور اس کی تکمیل مفتی سرحد حضرت علامہ مولانا مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزئی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

۱۹: انوار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم: شاہ محمد غوث اکیڈیمی پشاور ۱۹۹۴ء صفحات ۲۶۶۔ یہ حضرت امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انوارِ غوثیہ کی طرز پر اس کی بھی نہایت ہی عالمانہ و عارفانہ شرح اور اردو ترجمہ کر کے شائع کیا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن بھی آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ میں ہی کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ تیار کیا گیا تھا، الحمد للہ اب یہ طبع ہو چکی ہے۔

۲۰: مقام اہل بیت رسول: شاہ محمد غوث اکیڈیمی پشاور ۱۹۹۳ء، صفحات ۴۲۔

۲۱: مطالع الانوار فی فضائل اہل بیت النبی المختار: شاہ محمد غوث اکیڈیمی پشاور ۱۹۹۴ء، صفحات ۶۰۔ یہ حضرت علامہ سید زکریا شاہ صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تالیف ہے جس کے چوتھے مطلع کا اردو ترجمہ کر کے جمعیتِ سادات کے پہلے کنونشن کے موقع پر شائع کر کے ساداتِ کرام کی نذر کیا گیا۔

۲۲: صلوٰۃ غوثیہ: مکتبہ الحسن پشاور ۱۹۹۲ء، صفحات ۷۸۔

۲۳: اثبات ختم مبارک آیہ کریمہ لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین: شاہ محمد غوث اکیڈیمی پشاور ۱۹۹۶ء، صفحات ۲۶۔

۲۴: انوارِ قادریہ (سیرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ) یہ غیر مطبوعہ ہے۔

۲۵: شرح قصیدہ بردہ شریف: قصیدہ بردہ شریف کی یہ ضخیم شرح بھی غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے

ابتدائی چند اشعار کا اردو ترجمہ وشرح پندرہ روزہ "الحسن" پشاور مارچ ۱۹۷۴ء تا مارچ ۱۹۷۵ء کے بعض شماروں میں شائع ہو چکا ہے۔

۲۶: اسنی المطالب فی نجات ابی طالب: یہ حضرت علامہ سید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ علیہ کی عربی تصنیف ہے جس کا اردو ترجمہ قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور یہ بھی پندرہ روزہ "الحسن" کے ۱۹۷۴-۱۹۷۵ء کے شماروں میں قسط وار شائع ہوئی ہے۔

۲۷: تفسیر القرآن الحسنیہ: سورہ بقرہ کا مکمل اردو ترجمہ و تفسیر "الحسن" میں قسط وار شائع ہو چکی ہے۔

۲۸: سیر السلوک الی ملک الملوک (عربی): یہ تصوف پر حضرت علامہ شیخ قاسم مکی کی تصنیف ہے جس کا اردو ترجمہ پندرہ روزہ "الحسن" میں قسط وار شائع ہو چکا ہے۔

۲۹: تجلیاتِ غوثیہ (فارسی): یہ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "در کسب سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت" کا اردو ترجمہ ہے جو پندرہ روزہ "الحسن" میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔

۳۰: شذراتِ الحسن: "الحسن" کیلئے شذرہ آپ خود لکھتے رہے۔ اس وقت تک دینی و روحانی، علمی و ادبی اور اہم ملکی و بین الاقوامی مسائل پر گراں قدر شذرات "الحسن" کی زینت بن چکے ہیں۔

۳۱: اورادِ غوثیہ: اس کے ۳۲ صفحات ہیں اور پہلی مرتبہ شاہ محمد غوث اکیڈیمی کی طرف سے ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی پھر ۱۹۹۹ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۴۱ صفحات پر محیط شاہ محمد غوث اکیڈیمی ہی کی طرف سے شائع ہوا۔

۳۲: جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ: یہ ۵۶ صفحات پر مشتمل کتابچہ ۱۹۹۹ء میں شاہ محمد غوث اکیڈیمی کی طرف سے شائع ہوا۔

۳۳: انوار گیلانی اردو ترجمہ خلاصہ کیدانی: ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور کی طرف سے ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔ اسے تنویر احمد قادری نے مرتب کیا اور اس کی شرح مفتی سرحد علامہ مفتی خلیل الرحمٰن

قادری گلوزئی نے قلم بند کی ہے۔

۳۴: درس قدوری: ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام نے ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔ اس کے ۲۸۷ صفحات ہیں۔ اسے تنویر احمد قادری نے مرتب کر کے شائع کیا۔

۳۵: خطبات الحسنیہ: یہ "الحسن" کے مختلف شماروں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

۳۶: سفرنامہ: یہ ۱۹۷۰ء کے سفر حج کا ایک مکمل روزنامچہ ہے جس میں شہروں کے فاصلے، کرائے، اور دیگر تفصیلات قلم بند کی گئی ہیں، یہ ابھی شائع نہیں ہوا۔ اس کا خطی نسخہ محترمہ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی سلمہا کے پاس محفوظ ہے۔

۳۷: نماز جنازہ کے بعد دعا: یہ غیر مطبوعہ ہے۔

علاوہ ازیں درج ذیل کتابوں پر آپ نے مقدمات اور تقاریظ بھی تحریر فرمائی ہیں:

۱: سید لعل شاہ صاحب

سوانح حیات وکرامات حضرت حاجی بہادر کوہاٹی، یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۷۲ء، صفحات ۳۲۸)

۲: عبدالجلال، عرفان (سوانح حیات غوث اعظم ؓ) لاہور ۱۹۷۹ء صفحات ۸۳

۳: مقالات مولفہ صفی اللہ (اردو ترجمہ) سیف الحنان، صاحبزادہ بک فاؤنڈیشن صوابی ۱۹۸۹ء

۴: ڈاکٹر چراغ حسین شاہ، تذکرہ پیر سباق، پشاور ۱۹۸۹ء صفحات ۲۳۰

۵: انعام اللہ خان صاحب، انعام الحج

۶: صوفی محمد اسلم نقشبندی، تذکرۂ سیادت

۷: سید لیاقت علی شاہ، گلدستہ محمدی (درگاہ شاہ قبول اولیاء پشاور ۱۹۹۰ء)

۸: اورنگ زیب احمد غزنوی، رسول اعظم ﷺ (ہندکو) ادارہ فروغ ہندکو، بیرون یکہ توت پشاور ۱۹۹۵ء۔

۹: محمد اسحاق نظیری، خاتمیت محمدیہ، نور الاحناف پبلشرز پشاور ۲۰۰۱ء

۱۰: سید قمر عباس، تکمیل انسانیت، سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۸ء۔

۱۱: مقبلی جان ناصح، حدیقہ ولایت فی مدح اولیاء امت (پشتو)

مجلہ الحسن: آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کو پشاور سے پہلا دینی جریدہ الحسن نکالنے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اس رسالے کا نام حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے "الحسن" رکھا گیا جو آپ کی تعلیمات کا آئینہ دار ہے اس کے سرورق پر حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے ملحق مسجد کی تصویر ہے اس کے اوپر یہ شعر لکھا گیا ہے

در کفے جامِ شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

پہلی بار یہ رسالہ ماہنامہ کی شکل میں ۱۹۵۵ء میں منظر عام پر آیا، اور گیارہ شماروں کے بعد کاغذ کی نایابی کی بدولت اس کی اشاعت رک گئی۔ دوسری مرتبہ پندرہ روزہ کی صورت میں ۱۹۷۶ء میں اس کا آغاز ہوا لیکن ایک سال کے بعد پھر بند ہو گیا۔

تیسری دفعہ یکم نومبر ۱۹۹۲ء سے پندرہ روزہ "الحسن" کا اجراء ہوا جو الحمد للہ اس وقت تک باقاعدگی سے نکل رہا ہے۔ مختلف موضوعات پر اس مجلّے کے خصوصی نمبر بھی شائع ہو چکے ہیں۔

شعبہ صحافت جامعہ پشاور کے ایک طالب علم مسمّی شوکت میر صاحب نے ایم اے صحافت کی جزوی تکمیل کے دوران ۱۹۹۲-۱۹۹۳ھ کے سیشن میں بعنوان AL-HASAN ایک تحقیقی مقالہ قلمبند کیا۔ جبکہ اسی شعبہ کے ایک دوسرے طالب علم جناب محمد شفیع صاحب نے الحسن کو بنیاد بنا کر حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحافتی خدمات پر درج ذیل عنوان سے مقالہ لکھا

"Syed Muhammad Amir Shah as a journalist"

اسی طرح شعبہ صحافت جامعہ پشاور کے ایک اور طالب علم غلام دستگیر صاحب نے سال ۱۹۹۵-۱۹۹۶ء میں ایک مقالہ قلمبند کیا جس کا بیشتر حصہ "الحسن" پر مشتمل ہے، جس کا عنوان یہ ہے

"Popular journals of Sufism in Peshawar"

"الحسن" کے خصوصی نمبر: اس وقت تک الحسن کے درج ذیل خصوصی نمبر نکل کر علمی و ادبی حلقوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔

نمبر شمار	عنوان	جلد نمبر	شمارہ نمبر	تاریخ اشاعت	صفحات
۱	سید نور احمد شاہ گیلانی نمبر	۱	۱۱	۱۵ اگست ۱۹۷۴ء	۱۶
۲	اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی نمبر	۱	۲۴_۲۳	۱۵ فروری تا یکم مارچ ۱۹۷۵ء	۳۲
۳	حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی نمبر	۲	۱۴_۱۳	یکم تا ۳۱ مئی ۱۹۹۳ء	۸۰
۴	غوث اعظم نمبر	۲	۲۴_۲۲	۱۶ ستمبر تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۳ء	۹۶
۵	جمعیت سادات کونشن نمبر	۴	۳۸_۳۷	یکم تا ۳۱ مئی ۱۹۹۴ء	۶۴
۶	حضرت آقا پیر جان (سید اکبر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ) نمبر	۵	۵۲_۵۱	یکم تا ۳۱ دسمبر ۱۹۹۴ء	۵۶
۷	محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نمبر	۶	۶۹_۶۵	یکم جولائی تا یکم ستمبر ۱۹۹۵ء	۱۵۴
۸	غوث اعظم رضی اللہ عنہ نمبر (حصہ دوم)	۱۰	۱۱۶_۱۱۴	۱۶ جولائی تا ۱۳ اگست ۱۹۹۷ء	۹۶
۹	رونمائی نمبر حیات حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی	۱۱	۱۲۶_۱۲۵	یکم تا ۳۱ جنوری ۱۹۹۸ء	۶۴
۱۰	سید الشہداء نمبر	۱۱	۱۳۲_۱۳۱	یکم تا ۳۰ اپریل ۱۹۹۸ء	۶۴

۱۱	مجلس میلاد النبی نمبر	۱۲	۱۳۸_۱۳۹	۱۶ جون تا ۳۱ جولائی ۱۹۹۸ء	۹۶
۱۲	عمامہ نمبر	۱۳	۱۴۵	یکم تا ۱۵ نومبر ۱۹۹۸ء	۴۰
۱۳	ذوالنورین نمبر	۱۳	۱۵۴	۱۶ تا ۳۱ مارچ ۱۹۹۹ء	۳۲
۱۴	غوث اعظم نمبر (حصہ سوم)	۱۴	۱۶۰_۱۶۴	۱۶ جون تا ۳۱ اگست ۱۹۹۹ء	۲۴۰
۱۵	صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر	۱۴	۱۶۷	یکم تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء	۳۲
۱۶	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نمبر	۱۵	۱۷۸_۱۷۹	۱۶ مارچ تا ۱۵ اپریل ۲۰۰۰ء	۶۴
۱۷	امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نمبر	۱۷	۱۹۳_۲۰۰	نومبر ۲۰۰۰ تا فروری ۲۰۰۱ء	۲۵۶
۱۸	الحسن کا دس سالہ اشاریہ	۲۰	۲۳۵_۲۴۰	یکم اگست تا ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۲ء	۲۸۰
۱۹	مفتی سرحد نمبر	۲۱	۲۴۶	۱۶ تا ۳۱ جنوری ۲۰۰۳ء	۳۲
۲۰	امام حسن رضی اللہ عنہ نمبر	۲۲	۲۵۴	یکم تا ۱۵ مئی ۲۰۰۳ء	۳۲
۲۱	امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نمبر	۲۲	۲۵۶_۲۶۴	۱۶ جون تا ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۳ء	۳۶۸
۲۲	قائد اہل سنت شاہ احمد نورانی نمبر	۲۳	۲۶۸_۲۶۹	۱۶ دسمبر تا ۱۵ جنوری ۲۰۰۴ء	۳۲

کتب خانہ

حضور مولوی جی صاحب ایک علم پرور اور کتاب دوست انسان تھے۔ آپ نے سالہا سال کی محنت اور کوشش سے آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور میں ایک

عمدہ کتب خانہ قائم کر رکھا ہے جو آپ کے اعلیٰ علمی و ادبی ذوق کا آئینہ دار ہے۔ اس وقت مختلف موضوعات پر عربی، فارسی، اردو، پنجابی، ہندکو، پشتو اور انگریزی کی تقریباً سات ہزار نفیس مطبوعات، دوسو کے قریب نادر مخطوطات اور نایاب دستاویزات اس کی زینت ہیں۔ آپ اسے بہت عزیز رکھتے ہیں۔ احقر نے پشاور یونیورسٹی سے ایم اے لائبریری سائنس کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں کتب خانہ ہذا پر ایک تحقیقی مقالہ قلمبند کیا تھا جس کا عنوان یہ ہے

"The private library of Syed Muhammad Amir Shah Qadiri Gilani. A status study. (Session 1987-1988)"

جمعیت سادات کا قیام

امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل امجاد اور امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد اطہار کا اتحاد قبلہ مولوی جی صاحب کا ایک دیرینہ خواب تھا جس کی تعبیر آغاز ۱۹۹۳ء میں سامنے آئی اور آپ کی سرپرستی میں "جمعیت سادات" کے نام سے ایک غیر سیاسی تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔ آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور اس کا ہیڈ کوارٹر قرار پایا اور پشاور شہر کے مختلف علاقوں میں حضراتِ سادات کرام کے ہاں ماہانہ اجلاس شروع ہوئے تا کہ سادات کرام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جا سکے۔

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً ہر ماہانہ اجلاس میں باقاعدگی سے شریک ہوتے اور خصوصی خطاب فرماتے جسے سننے کیلئے سادات بڑے شوق و ذوق سے حاضر ہوتے۔ آپ اپنے خطاب میں انہیں اس تنظیم کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کرتے۔ ایک دوسرے کی شناخت، عزت و احترام، دکھ سکھ میں شامل ہونے اور تعاون و ہمدردی کی تلقین فرماتے۔ نیز اتحاد و یکجہتی کا درس دیتے۔ یہ سلسلہ چودہ ماہ تک باقاعدگی سے چلتا رہا اس عرصہ میں آپ نے مضافات پشاور اور دیر کا دورہ بھی کیا [1] اور وہاں کے سادات کرام تک اپنا پیغام محبت و اخوت پہنچایا، جس پر انہوں نے لبیک کہتے ہوئے بھرپور

[1] اس دورۂ دیر کی تفصیلات راقم الحروف نے قلمبند کی تھیں جو "الحسن" میں شائع ہو چکی ہیں نیز باقی اجتماعات کی ماہانہ روداد یں بھی "الحسن" میں چھپ چکی ہیں۔

انداز میں جمعیت سادات میں شمولیت فرمائی۔

جمعیت سادات کے پروگرام اور پیغام کو زیادہ سے زیادہ سادات کرام تک پہنچانے کیلئے سال ۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۵ء میں یکے بعد دیگرے اس کے دو عظیم الشان کنونشن نشتر ہال پشاور میں منعقد ہوئے[1] جن میں سرحد، پنجاب، سندھ، بلوچستان، آزاد کشمیر اور افغانستان، ایران اور اردن سے بڑی تعداد میں سادات کے نمائندے تشریف لائے۔ ان دونوں کنونشن کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئی ہے۔ نیز پندرہ روزہ "الحسن" میں ان کی مکمل روئیداد چھپ چکی ہے۔

جمعیت سادات کا یہ قافلہ اس وقت بھی اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ اس تنظیم کی طرف سے غریب اور نادار طلباء کو انتہائی رازداری کے ساتھ امداد فراہم کی گئی ہے تاکہ ان کے جذبۂ خودداری پر آنچ نہ آنے پائے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ | قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بزرگوں کے طریقہ عالیہ قادریہ حسنیہ کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ حسب معمول نہ صرف جاری رکھا بلکہ اپنے علم و فضل، صبر و تحمل، فراخ دلی، وسیع القلبی، سوز و ساز، عزم و ہمت، شفقت و محبت اور اخلاق کریمانہ سے اسے عروج سے ہمکنار فرمایا۔ خانقاہ عالیہ قادریہ حسنیہ کو آباد کیا اور آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب یکہ توت پشاور کو علم و عرفان کا شاندار مرکز بنا دیا جو ایک بہترین درسگاہ اور نفیس ترین تربیت گاہ کی حیثیت سے مشہور ہے۔ طلباء، سالکین اور عوام و خواص کیلئے لنگر غوثیہ بھی جاری ہے۔

مختلف اوقات میں روحانی محافل بھی آستانہ عالیہ قادریہ پر آپ کی سرپرستی میں منعقد ہوتی رہیں۔ ہر اسلامی مہینہ کی گیارہ تاریخ کو ختم غوثیہ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ نیز یکم ربیع الثانی سے گیارہ ربیع الثانی تک روزانہ بعد از نماز فجر ختم غوثیہ پڑھا جاتا ہے جبکہ گیارہ ربیع الثانی کو سارا دن غوثیہ لنگر چلتا رہتا ہے جس سے ہزارہا افراد مستفید ہوتے ہیں۔ رات کو ذکر و فکر اور نعت خوانی کی محفل منعقد ہوتی ہے جو رات گئے تک جاری رہتی ہے۔ سحری کے وقت اختتامی دعا کے بعد آپ سلوک و معرفت

---

[1] ان دونوں کنونشنز کی مکمل روداد "الحسن" میں چھپ چکی ہے۔

کے طالبین کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کے شرف سے نوازتے رہے۔ اس وقت پشاور کے علاوہ ملک اور بیرونِ ملک ہزاروں افراد آپ کے دست اقدس پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

شادی اور اولاد قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شادی ۱۹۴۴ء میں حضرو (پنجاب) کے ایک متقی بزرگ حضرت عبدالرؤف صاحب[1] رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے قرار پائی۔ موصوفہ ماہ گل صاحبہ کے لقب سے معروف تھیں۔ تقویٰ و طہارت، اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھیں۔ خود بنفس نفیس لنگرِ غوثیہ کی تیاری و تقسیم کے فرائض انجام دیتی رہیں اور مستورات کی روحانی تعلیم و تربیت بھی فرماتی رہیں۔

اس پاک طینت زوجہ مطہرہ کے بطن سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے مولوی جی صاحب کو سات صاحبزادوں اور دو صاحبزادیوں سے نوازا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

سید غلام السیدین گیلانی المعروف شیر آغا: یہ مولوی جی صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں جنھیں شیر آغا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یکم جنوری ۱۹۴۶ء کو پیدا ہوئے، بچپن میں ہی پھوپھی جان زوجہ سید شریف حسین شاکر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ انھیں اپنے پاس لے گئیں اور آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت وہیں پر ہوئی۔ پشاور یونیورسٹی سے گریجویشن کی ہے۔ آئی سی پی میں آفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے ہوئے ریٹائرمنٹ حاصل کی۔ کئی یورپی اور اسلامی ممالک کے سفر کے علاوہ عمرہ و

---

[1] عبدالرؤف صاحب قادری: آپ حضرو کی ایک معروف روحانی شخصیت اور حضور مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ کے سسر تھے۔ ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی۔ اکثر جمعرات کے دن پشاور آ کر آپ کے مزار اقدس پر گھنٹوں مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ بعد میں آپ مردان منتقل ہو گئے۔ آپ نے ۱۳ اپریل ۱۹۷۹ء بروز جمعہ اس دنیائے فانی سے دار بقا کا سفر کیا۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے: میاں حبیب الرحمٰن، میاں خلیل الرحمٰن اور میاں عبدالودود صاحب قادری۔ آخر الذکر سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت اللہ ڈھنڈ بابا جی صاحب رحمت اللہ علیہ کے دست گرفتہ تھے۔ بڑے متقی، عابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے۔ مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ کے ساتھ بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے ۳۰ جون ۱۹۹۷ء کو بروز بدھ وفات پائی اور دو صاحبزادے حاجی محمد صدیق اور زاہد حسین یادگار چھوڑے۔

حج کی فضلیت بھی حاصل کر چکے ہیں۔سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں والد گرامی سے بیعت ہیں۔ جمعیت سادات صوبہ سرحد کے تمام پروگراموں میں نہایت دلچسپی اور سرگرمی سے حصہ لیتے رہے ہیں۔آپ کی شادی پشاور صدر کے ایک بخاری سید گھرانے میں ہوئی، تین بیٹوں اور ایک بچی سے آپ کا آنگن روشن ہے۔جن کے نام یہ ہیں۔

(ا): سید فخر الزمان گیلانی المعروف فخری آغا: ستمبر کی انتیس تاریخ کو ۱۹۸۵ء میں پیدا ہوئے۔آج کل الیکٹرونکس کے سال دوم کے طالب علم کی حیثیت سے Comsats Institute of Information Technology Abbottabad میں زیر تعلیم ہیں۔

(ب): سید وجیہ الزمان گیلانی المعروف وجیہ آغا: ۳۱ مارچ ۱۹۸۸ء کو پیدا ہوئے، اس وقت میٹرک میں پڑھ رہے ہیں۔

(ج): سید علی الزمان گیلانی المعروف گل آغا: گیارہ جنوری ۱۹۹۴ء کو ولادت ہوئی جماعت ششم کے طالب علم ہیں۔

سید جمال الحسنین قادری گیلانی المعروف جان آغا: آپ چھ دسمبر ۱۹۴۸ء کو پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم و تربیت آستانہ عالیہ پر ہی ہوئی۔زمانہ طالب علمی میں ۱۹۶۹ء میں آپ نے حیات محمد خان شیرپاؤ کے ساتھ مل کر پی ایس ایف کی بنیاد رکھی اور اس کے بانیوں میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔کامرس میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۷۱ء میں سعودی عرب چلے گئے اور وہاں جدہ میں جفالی کمپنی (Juffali comp) میں اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔اسی عرصہ میں ۲ جولائی ۱۹۷۶ء کو پشاور کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ دوشیزہ سے شادی ہوئی۔آپ انہیں بھی اپنے ساتھ لے گئے اور وہ پاکستان انٹرنیشنل سکول اینڈ کالج جدہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتی رہیں بعد میں اس سکول کی پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئیں۔آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ ۱۹۹۲ء تک جدہ میں کام کرتے رہے اس عرصہ میں کئی بار عمرہ اور حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔والدین کے علاوہ حلقہ قادریہ حسنیہ اور مولوی جی صاحب کے جو احباب اس عرصے میں حج یا عمرہ کیلئے جاتے تو آپ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔

وطن واپسی کے بعد آپ نے قیمتی پتھروں کا کاروبار "گیلانی انٹر پرائزز" کے نام سے شروع کیا اس ضمن میں امریکہ، برطانیہ، جرمنی اور فرانس کے علاوہ دیگر یورپی ممالک کا کئی بار سفر کیا۔ آپ اپنی قائدانہ صلاحیتوں کے باعث آل پاکستان کمرشل ایکسپورٹر ایسوسی ایشن کے ۲۰۰۳ء۔۲۰۰۴ء چیئرمین منتخب ہوئے۔ اس عرصہ میں آپ نے ایسوسی ایشن کیلئے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا اور دو بیٹیاں عطا کر رکھیں ہیں، بیٹے کا نام سید فواد جمال الحسنین گیلانی ہے۔ آپ ۱۱ اگست ۱۹۷۸ء کو پیدا ہوئے O-Level کے امتحان میں ایشیاء بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔ آغا خان یونیورسٹی سے ۲۰۰۰ء میں ایم بی بی ایس کیا اگلے سال ۲۰۰۱ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ یہ دونوں میاں بیوی اس وقت طب کی اعلیٰ تعلیم Fellowship کے سلسلہ میں امریکہ میں مقیم ہیں

سید محمد حسنین قادری گیلانی المعروف سید آغا: ۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی مرتبت کے زیر سایہ ہوئی پشاور یونیورسٹی سے ایم کام کے بعد کامرس کالج میں لیکچرار کی حیثیت سے تدریس کا آغاز کیا بعد ازاں نیشنل بینک میں چلے گئے اور ترقی کرتے ہوئے اسسٹنٹ وائس پریزیڈنٹ ہوئے اس عرصے میں نیشنل بینک سٹاف کالج یونیورسٹی ٹاؤن میں نئے بھرتی ہونے والے آفیسرز کو تربیتی کورس پڑھاتے رہے پھر نیشنل بینک کی بحرین (عرب) شاخ میں آپ کا تبادلہ ہو گیا اور وہاں نو سال تک کام کرتے رہے آپ کو اپنے والد گرامی قدر سے بیعت ہونے کے علاوہ ان کے علمی و تدریسی فیوض و برکات سے بھی بہرہ مند ہونے کا بھرپور موقع ملا اور قرآن و حدیث کے درسوں میں شمولیت کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ شفیق و مہربان والد نے آپ کو سند حدیث "ثبت امیری" عطا فرمائی۔

نیشنل بینک سے آپ نے جلد ہی ریٹائرمنٹ حاصل کر لی اور اپنا مارٹل کا کاروبار شروع کر دیا سال ۲۰۰۰ء کے بلدیاتی الیکشن میں جہانگیر پورہ وارڈ کے ناظم کی حیثیت سے انتخاب لڑا اور شاندار کامیابی حاصل کی۔ آپ کی شادی اپنے چچا سید اصغر الزمان قادری گیلانی کی صاحبزادی سے ۱۹۸۱ء

میں قرار پائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے مرحمت فرمائے۔ بیٹوں میں سب سے بڑے سید امیر الزمان گیلانی المعروف آفندی آغا کی تاریخ پیدائش ۲۸ جنوری ۱۹۸۷ء ہے۔ اسلامیہ کالج یونیورسٹی آف پشاور سے آئی سی ایس کے سیکنڈ ائر میں پڑھ رہے ہیں۔ جبکہ آپ کے دوسرے بیٹے کا نام سید مہدی الزمان گیلانی المعروف مہدی آغا ہے جن کی تاریخ پیدائش ۱۲ ستمبر ۱۹۸۹ء ہیں۔ جماعت نہم کے طالب علم اور خداداد ذہانت کے مالک ہیں۔

سید محمد سبطین قادری گیلانی المعروف تاج آغا: آپ مولوی جی صاحب کے چوتھے صاحبزادے ہیں جو ۱۱ نومبر ۱۹۵۱ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد والد ماجد کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ کافی عرصہ سعودی عرب اور لیبیا میں کام کرتے رہے، واپسی پر قیمتی پتھروں کا کاروبار شروع کیا اور اس ضمن میں یورپی ممالک اور امریکہ و کینیڈا وغیرہ کا سفر کر چکے ہیں۔ متعدد مرتبہ حج بیت اللہ اور عمرہ کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکے ہیں۔ حضور سید نا غوث اعظم محبوب سبحانی قندیل نورانی، ہیکل یزدانی حضرت ابو محمد محی الدین گیلانی رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس کے ساتھ آپ کو والہانہ لگاؤ ہے۔ کئی بار آپ رضی اللہ عنہ کی زیارت کیلئے بغداد شریف کا سفر کر چکے ہیں اور وہاں سے نفیس کتابیں خرید کر والد گرامی مرتبت کیلئے لائے ہیں۔ قلندرانہ مزاج رکھتے ہیں۔ آپ نے مولوی جی صاحب کی آخری علالت میں بہت خدمت کی تقریباً چھ ماہ تک اپنے ہر قسم کے مشاغل ترک کر کے گھر اور ہسپتال میں ہمہ وقت مولوی جی صاحب کی خدمت اقدس میں موجود رہے۔ آپ کی شادی حاجی محمد صدیق صاحب[1] کی

---

[1] حاجی محمد صدیق صاحب، حاجی صاحب محترمہ ماہ گل صاحبہ (زوجہ مولوی جی صاحب) کے بھتیجے اور میاں عبدالودود صاحب قادری ۱۹۱۶ء۔۱۹۹۷ء کے بڑے صاحبزادے ہیں آپ ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے، مردان میں تعلیم و تربیت ہوئی۔ بڑے فعال آدمی ہیں بہت سی تنظیموں کے روح رواں ہیں سیرت کمیٹی مردان، مرکزی میلاد کمیٹی مردان کے بانی صدر ہیں۔ ان کی قیادت میں ہر سال بارہ ربیع الاول شریف کو مردان میں ایک عظیم الشان جلوس نکلتا ہے۔ آپ جمعیت علماء پاکستان مردان اور ورلڈ اسلامک مشن مردان کے بھی صدر رہے ہیں۔ آپ کو کئی بار قبلہ مولوی جی صاحب کی معیت میں مولانا عبدالستار خان نیازی اور حضرت علامہ شاہ احمد نورانی کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ جے یو پی کے صوبائی و مرکزی انتخابات اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کیلئے آپ نے اہم کردار ادا کرتے رہے۔ آپ قبلہ مولوی جی صاحب کے دو صاحبزادوں کے سسر ہیں۔ جناب تاج آغا صاحب کے علاوہ سید احمد محی الدین قادری گیلانی (حال مقیم امریکہ) بھی آپ کے داماد ہیں۔

دختر فرخندہ اختر سے قرار پائی جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹی اور تین بیٹوں سے نواز رکھا ہے۔ آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام سید حسن الزمان گیلانی ہے جن کی تاریخ پیدائش ۲۳ ستمبر ۱۹۹۳ء ہے۔ ان سے چھوٹے صاحبزادے کا نام سید گوہر الزمان گیلانی ہے۔ آپ ۲۲ ستمبر ۱۹۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ جبکہ سب سے چھوٹے صاحبزادے کا نام سید محبوب الحسنین المعروف علی قلی خان ہے جن کی تاریخ پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۹۸ء ہے۔

۵: سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا: آپ مارچ ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت قبلہ مولوی جی صاحب کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ نے گریجویشن سندھ یونیورسٹی سے کی اور والد گرامی مرتبت کے درس قرآن و حدیث سے خاطر خواہ استفادہ کیا جس کی بدولت آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بھی سند حدیث ''ثبت امیری'' مرحمت فرمائی۔ سال ۱۹۸۹ء میں والدین کے ہمراہ عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی اور واپسی پر والد گرامی مرتبت نے حلقہ قادریہ حسنیہ کے عقیدتمندوں کی تعلیم و تربیت پر مامور فرمایا اور ۱۹۹۷ء میں بیعت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ چنانچہ اس وقت سے آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت پشاور کی تمام دینی و روحانی تقاریب و اعراس بزرگان کرام میں آپ مولوی جی صاحب کی نیابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ والد محترم کے وصال کے تیسرے دن اجتماع عام میں تمام بھائیوں نے مل کر آپ کی دستار بندی کی اور والد گرامی مرتبت کی مسند پر فرمائی۔

آپ کی شادی حضرت سید میراں شاکر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ڈھیری پیران جہلم) کے سجادہ نشین حضرت سید عباس شاہ صاحب قادری گیلانی کی نور نظر سے ۱۹۹۰ء میں قرار پائی۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹی اور چار بیٹوں سے نوازا۔ آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام سید شاکر الزمان گیلانی ہے۔ ان کی تاریخ پیدائش ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۲ء ہے۔ ان سے چھوٹے سید مسعود الزمان گیلانی ہیں جن کی تاریخ پیدائش ۱۷ اپریل ۱۹۹۴ء ہے۔ جبکہ سید ولی الزمان گیلانی جو ۱۱۵ گست ۱۹۹۵ء کو پیدا ہوئے تھے بقضائے الٰہی انتقال کر چکے ہیں۔ آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے سید محمد نور الزمان گیلانی

کی تاریخ پیدائش ۱۲ فروری ۲۰۰۲ء ہے۔

۶: سید احمد محی الدین قادری گیلانی المعروف اسد آغا: آپ ۱۹۵۷ء میں پیدا ہوئے۔ پشاور یونیورسٹی سے بی اے کیا اور سول سیکرٹریٹ پشاور میں ملازمت کا آغاز کیا بعد ازاں امریکہ تشریف لے گئے اور وہاں نیویارک میں مستقل رہائش پزیر ہو گئے۔ والد گرامی قدر سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید ہیں۔ آپ کی شادی مردان کے حاجی محمد صدیق صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ایک بیٹی اور دو بیٹوں سے آپ کا آنگن روشن ہے۔ آپ کے بڑے بیٹے سید حیدر الزمان گیلانی ۱۶ مارچ ۱۹۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ امریکہ میں فرسٹ ائر کے طالب علم ہیں۔ جبکہ چھوٹے صاحبزادے سید بدر الزمان گیلانی کی ولادت ۲۸ ستمبر ۱۹۹۲ء کو ہوئی۔ امریکہ میں ہی جماعت پنجم میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۷: سید غلام الحسنین قادری گیلانی المعروف غنی آغا: یہ مارچ ۱۹۶۸ء میں پیدا ہوئے۔ پشاور یونیورسٹی سے ایم کام کیا۔ سوئی گیس کے محکمہ میں ملازمت کر رہے ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں والد ماجد کے مرید ہیں۔ دو مرتبہ عمرہ اور بغداد شریف کی زیارات کی سعادت سے بہرہ مند ہو چکے ہیں۔ جب ۱۹۹۲ء میں تیسری مرتبہ "الحسن" کا اجراء ہوا تو والد محترم نے آپ کو اس کا منتظم اعلیٰ بنایا۔ رسالہ کے علاوہ شاہ محمد غوث اکیڈیمی کی تمام مطبوعات بھی آپ ہی کی نگرانی میں شائع ہوتی رہیں۔ آپ کی شادی مردان کے زاہد حسین[۱] صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی جو ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ ان کا آنگن سید فیض الحسن المعروف ذلے آغا نے منور کر رکھا ہے جو ۱۹ جنوری ۲۰۰۳ کو پیدا ہوئے۔

۸: ڈاکٹر سیدہ ام سلمیٰ گیلانی: حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ تمام تعلیم و تربیت والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی۔ اخلاق و کردار میں اس دور کی رابعہ ثانی ہیں۔ پشاور یونیورسٹی میں عربی و اسلامیات میں ایم اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اپنے جد اعلیٰ حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ یہ مقالہ مکتبہ الحسن پشاور سے شائع ہو چکا ہے۔ آپ اس وقت جناح کالج برائے

۱: زاہد حسین صاحب آپ بھی حضرت ماڈگل صاحب کے بھتیجے اور حاجی محمد صدیق صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں اور مردان میں ایلیو پیتھک میڈیسن کا کاروبار کرتے ہیں۔

خواتین پشاور یونیورسٹی میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے تدریس کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ پشاور کے بخاری سادات کے ایک متقی جوان سید سجاد حسین شاہ صاحب بخاری کے ساتھ ۱۹۸۸ء میں آپ کی شادی ہو چکی ہے جو واپڈا جیسے محکمہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود ہر قسم کی آلائشوں سے کنارہ کش رہتے ہوئے انتہائی دیانتداری سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو صاحبزادے عنایت فرما رکھے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱: سید جواد الحسنین بخاری ۱۸ جون ۱۹۸۹ء کو پیدا ہوئے۔

۲: سید سرمد سجاد بخاری گیارہ ستمبر ۱۹۹۰ء کو پیدا ہوئے۔

یہ دونوں ایڈورڈ کالج سکول پشاور میں اولیول کے طالب علم ہیں۔

۹: سیدہ ام بتول گیلانی: آپ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ والدین کے ہمراہ بغداد شریف، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کی سعادت حاصل کر چکی ہیں۔ آپ نے اپنے اس مقدس سفر کی تفصیلات بھی قلمبند کی ہیں۔ آپ پشاور یونیورسٹی سے ایم اے سیاسیات کر چکی ہیں۔ آپ کی شادی اپنے چچا زاد سید سعید الزمان صاحب قادری گیلانی بن سید اصغر الزماں قادری گیلانی سے ہو چکی ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں آج کل امریکہ میں مقیم ہے۔ ایک بیٹا سید سکندر الزمان گیلانی جو کہ ۸ مارچ ۱۹۹۵ء اور ایک بچی جو ۱۲ اپریل ۱۹۹۳ء کو پیدا ہوئیں آپ کے گلشن کو معطر کیے ہوئے ہیں۔

اخلاق و محامد

قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ حسب و نسب اور صورت و سیرت کی تمام خوبیوں سے بدرجہ اتم متصف تھے اور آپ کی حیات طیبہ اخلاق محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھی۔ تمام عمر حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پر عمل پیرا رہے۔ ایک طرف آپ کا ہر سانس یادِ الٰہی میں بسر ہوتا۔ تو دوسری طرف فجر سے رات گئے تک مخلوقِ خدا کے دکھوں کا مداوا کرنے میں گزار دیتے تھے۔ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی طرف سے مایوس اور ناامید ہو جانے والے ہزاروں مریض آپ کی توجہ کاملہ سے شفایاب ہوئے۔

ضیافتِ طبع، مہمان نوازی اور غریب پروری آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور بنی نوع انسان کو عیال اللہ سمجھ کر ان کی شکم سیری کا اہتمام کرتے رہے۔ ہر وقت آستانہ عالیہ قادریہ پر لنگر غوثیہ چلتا رہتا اور آپ ہر آنے والے کے ساتھ نہایت ہی مروت اور عجز وانکساری سے پیش آتے تھے۔

قبلہ مولوی جی صاحب کی سب سے بڑی خوبی آپ کی جامعیت تھی۔ آپ نے متعدد جسمانی عوارضات کے باوجود بیک وقت مختلف النوع قسم کی ذمہ داریاں بڑی عمدگی سے سنبھال رکھی تھیں۔

شریعت وطریقت، علم وادب، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، سیاست وصحافت، اصلاح و ارشاد اور وعظ وخطاب کے شعبوں میں نہایت دلجمعی اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ گرانقدر خدمات انجام دیتے ہوئے جان جانِ آفرین کے سپرد فرمادی۔

خاندانی اثرات وتربیت اور مجاہدات وریاضات کے باعث اپنے نفس، شیطان اور غصے وغیرہ کو قابو کر رکھا تھا جس کی بدولت نفرت، تعصب، حسد، لالچ، تکبر اور انتقام وغیرہ ذمائم پر محبت، شفقت، ہمدردی، قناعت، عجز وانکساری، تواضع اور عفو ودرگزر جیسے اوصافِ حمیدہ غلبہ حاصل کر چکے تھے اور آپ کی ذات اقدس امت محمدیہ ﷺ کیلئے سراپا رحمت اور نعمت خداوندی تھی۔

افراط وتفریط سے کنارہ کشی اور اعتدال ومیانہ روی آپ کے مزاج کا خاصہ تھا۔ ظاہری وضع قطع کی بجائے قلب سلیم کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ مریدین ومتوسلین اور عقیدتمندوں کی اصلاح وتربیت کا آغاز قلب سے کرتے ہوئے ظاہر کی طرف توجہ مبذول فرماتے تھے۔

آپ عموماً کم گو تھے لیکن جب بولنا شروع فرماتے، خصوصاً خطاب ودرس کے دوران لب کشائی فرماتے تو اپنے وسیع مطالعہ، گہری بصیرت، دردمندی، جگرسوزی اور خوش کلامی وشیریں گفتاری سے سامعین کے دل موہ لیتے۔ سستی وکاہلی تو کبھی آپ کے قریب نہیں پھٹکی، آپ تمام زندگی نہ صرف مستقل مزاجی اور جہد مسلسل کا سبق دیتے رہے بلکہ پیرانہ سالی میں بھی آپ کے عزم وہمت کو دیکھ کر نوجوانوں کو حوصلہ ملتا تھا۔

آپ کے مزاج میں شفقت ومحبت اور مونس وغمگساری کے جذبات بہت نمایاں تھے اگر یہ کہا

جائے کہ آپ کی ذات اقدس مہر ووفا کا بحرِ بیکراں تھی تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ اسی بے پایاں انس والفت کا ایک واضح ثبوت یہ ہے کہ آپ کے وسیع حلقہ ارادت میں ہر ایک عقیدت مند یہی سمجھتا کہ "قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ مجھے چاہتے ہیں"۔ نیز مولوی جی صاحب کی محبوب و دلآویز شخصیت کے متعلق ان کے جذبات واحساسات جب الفاظ ومعانی کے سانچے میں ڈھلتے ہیں تو بے اختیار ان کے لبوں پر امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر جاری ہوجاتا ہے

آفاق ہا گردیدہ ام، مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، اما تو چیزے دیگری

یعنی میں نے اس تمام جہانِ رنگ و بو کی سیر کی ہے اور اس عرصہ میں بے شمار پیکرانِ حسن و جمال کو دیکھا اور ان کی نگاہ لطف وعنایت سے مستفیض ہونے کا شرف بھی حاصل کر چکا ہوں لیکن اپنے ان مشاہدات وتجربات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اے میرے محبوب! آپ ان سب سے زیادہ حسین وجمیل اور منفرد ویکتا شخصیت کے مالک ہیں۔

اور سفر آخرت مولوی جی صاحب کو بیاسی سالہ زندگی میں متعدد عوارضات لاحق ہوئے۔ بچپن میں ٹائیفائڈ کی بدولت بینائی کمزور ہوگئی اور تمام عمر آپ دورونز دیک کے چشمے استعمال کرتے رہے، جوانی میں بواسیر کی تکلیف شروع ہوگئی، پختہ عمر کو پہنچے تو معدہ میں زخم پیدا ہوگیا۔ کئی مرتبہ جی ٹی روڈ پر خطرناک قسم کے ایکسیڈنٹ ہوئے، شدید چوٹیں آئیں، ہڈیاں ٹوٹیں، دانت شہید ہوئے۔ سیروں کے حساب سے خون بہہ نکلا۔ دنیا سے رخصت ہوتے وقت گردوں نے کام چھوڑ دیا اور ساتھ ہی عارضہ قلب میں بھی مبتلا ہوگئے۔ کیا خوب کہا شاعر نے کہ

یہ ہے پہچان خاصانِ خدا کی ہر زمانے میں
کہ خوش ہو کر خدا ان کو گرفتارِ بلا کر دے

لیکن مولوی جی صاحب کبھی بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ درد والم کی شدید کیفیت چہرے سے عیاں ہوتیں لیکن آہ وفغاں تو کیا کراہنے کی آواز بھی کبھی کسی نے نہیں سنی۔ سخت سے سخت

تکلیف ومصیبت کے لمحات میں بھی اگر کبھی لب کشا ہوئے تو حمد وثناء اور اللہ کی یاد سے تیمارداروں کے بے چین قلوب کو سکون واطمینان سے ہم کنار فرمایا۔ یہ کوہ صبر واستقامت بخوبی جانتے تھے کہ یہ سب رب تعالیٰ کے امتحانات ہیں۔

جفائے دوست کی لذت کو غیر کیا جانے

ترا کرم کہ چنا مجھ کو امتحاں کیلئے

حضرت محدث کبیر سید شاہ محمد غوث صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ پشاوری ثم لاہوری کے عرس مبارک کے موقع پر ۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ صبح صادق کے وقت دل کا شدید دورہ پڑا۔ ڈاکٹر محمد انعام صاحب قادری فوراً پہنچ گئے چیک اپ کے بعد انہوں ڈاکٹر عدنان گل صاحب (اسسٹنٹ پروفیسر کارڈیالوجی یونٹ لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور) کو بلالیا انہوں نے فوراً ہسپتال منتقل کرلیا۔ اور چند روز کے بعد جب مولوی جی صاحب کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تو آپ کو گھر واپس لایا گیا لیکن علاج جاری رہا اور آکسیجن کی سپلائی کیلئے گھر پر ہی آکسیجن سلنڈر کا اہتمام کرلیا گیا۔

بعد ازاں تقریباً چھ ماہ مولوی جی صاحب نے اس طرح گزارے کہ چند دن گھر میں اور چند دن ہسپتال میں، درد کی شدت کا یہ عالم ہوتا تھا کہ Ingecid کی چار چار گولیاں یکے بعد دیگرے زبان کے نیچے رکھی جاتیں لیکن افاقہ نہ ہوتا۔

اس موقع پر لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور کے عملہ خصوصاً پروفیسر ڈاکٹر محمد حفیظ اللہ صاحب (کارڈیالوجسٹ)، اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر عدنان گل صاحب (کارڈیالوجسٹ)، ڈاکٹر منیر اقبال صاحب، ڈاکٹر محمد انعام صاحب، ڈاکٹر شمس سلیمان صاحب اور محترم ومکرم سید طارق علی شاہ صاحب (ڈائریکٹر فنانس) نے حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علاج معالجہ اور دیکھ بھال میں جس انہماک اور محبت کا ثبوت دیا وہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی اور معنوی اولاد کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔

نیز ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب پراچہ (کارڈیالوجسٹ ـــ کراچی) اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن گل (رحمٰن میڈیکل انسٹی ٹیوٹ حیات آباد پشاور) بھی وقتاً فوقتاً چیک اپ اور اپنی ماہرانہ رائے دینے کیلئے

تشریف لاتے رہے۔علاوہ ازیں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اور مریدین خصوصاً محمد سلیم بٹ صاحب قادری، منیر حسین قادری، بدر منیر قادری، طارق جان قادری، طاہر خان، جہانگیر قادری اور اعجاز احمد قادری وغیرہ نے بھی اپنے محبوب مرشد کی لازوال خدمات انجام دیں۔

اس علالت کے درج ذیل تین پہلو خصوصیت کے ساتھ توجہ طلب ہیں۔

۱: یہ مولوی جی صاحب کی آخری، بیماری تھی اور آخری امتحان بھی تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ مولوی جی صاحب نے ہسپتال میں ارشاد فرمایا "مسلسل پرچے دے رہا ہوں"۔

۲: یہ چھ ماہ کا عرصہ اہل خانہ، صاحبزادگان، پسماندگان، مریدین، متعلقین، متوسلین اور احباب کیلئے آپ کی رخصت کا پیغام تھا اور انہیں اس سانحہ کو برداشت کرنے کیلئے تیار کیا جارہا تھا۔

۳: باربار گھر سے ہسپتال منتقل ہونے میں یہ حکمت کارفرما تھی کہ ہسپتال والوں کو فیوض و برکات سے بہرہ مند کرنا مقصود تھا۔ یہ راز اہل معرفت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

وصال حق مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بروز بدھ بارہ اور تیرہ رمضان کی درمیانی شب ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء رات دس بجے اس دنیائے فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرکے واصل بحق ہوئے۔آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پشاور شہر میں پھیل گئی اور لوگوں نے زاروقطار روتے ہوئے جوق درجوق آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے توت کا رخ کیا۔تمام رات سوگواران کا تانتا بندھا رہا، ذکر الٰہی اور نعت خوانی کی محفل بھی جاری رہی، نعت خوان حضرات باری باری بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کرتے جارہے تھے۔غم و الم کی اس فضاء میں وقفے وقفے سے ذکر اور نعت خوانی کی بدولت ایسا ماحول پیدا ہوگیا تھا گویا کہ بڑی گیارہویں شریف کی رات ہے۔

راتوں رات شہر کے نمایاں مقامات پر اس دردناک سانحے کے پوسٹر چسپاں کردیئے گئے۔ بیرون پشاور عقیدتمندوں اور دوستوں کو بذریعہ فون مطلع کیا گیا۔الیکٹرونک میڈیا پر بھی یہ اندوہناک

خبر نشر ہوئی ۔ پشاور کے تمام اخبارات میں آپ کی حیات وخدمات اور وفات حسرت آیات پر خبریں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئیں ۔ صبح جمعرات کا دن تھا ہر طرف کہرام برپا ہوگیا اور ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی ۔ غم والم کا ایسا ہمہ گیر منظر پشاور نے شاید ہی اس سے قبل کبھی دیکھا ہو ۔ مرد وزن، پیر و جواں ،امیر وغریب ہر ایک اس دکھ درد میں برابر کا شریک تھا ۔ غمزدہ دل اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ ہر ایک کی زبان پر انہیں کلمات کی تکرار جاری تھی ۔

" آج ہم یتیم ہوگئے، ہم بے سہارا ہوگئے، ہم اپنی فریادیں کس کے پاس لے کر جائیں گے، کون ہمارے غموں کا مداوا کرے گا؟ مشکلات ومصائب میں کون ہماری دستگیری کرے گا؟ پشاور تاریک ہوگیا، اس کی شمع گل ہوگئی پشاور اجڑ گیا اس کی روح چلی گئی"

غسل مبارک ساڑھے بارہ بجے مولوی جی صاحب کا جسد اقدس غسل مبارک کیلئے ڈیوڑھی میں لایا گیا ۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان اور حضرت قاری القراء حافظ علاؤالدین صاحب قادری اور قاری القراء حافظ نصیر الدین صاحب قادری نے غسل دیا اور تکفین کے بعد تابوت میں رکھا گیا تو چہرۂ مبارکہ انوار وتجلیات کا مرکز ومحور بنا ہوا تھا اور دیدار کرنے والے ہر ایک کو یہی محسوس ہوا کہ حضور مولوی جی صاحب محو استراحت ہیں ۔

جنازہ کی روانگی دو بجے کے قریب تابوت مبارک ڈیوڑھی سے باہر نکالا گیا ۔ کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ دس منٹ تک تابوت دروازے کے آگے رکا رہا گویا آپ اپنی آبائی خانقاہ معلی کو الوداع کہنے کیلئے رک گئے ۔ پھر جب گلی سے باہر تابوت نکلا تو چوک منڈی بیری سے لے کر بیرون یکہ توت سرکلر روڈ پر دور تک انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اور ہر ایک کی خواہش تھی کہ کسی طرح تابوت مبارک کو کندھا دے یا کم از کم ہاتھ لگانے کی سعادت نصیب ہوجائے لیکن بے پناہ رش کے باعث بہت ہی کم لوگوں یہ آرزو پوری ہوسکی ۔ لوگوں کے ازدحام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یکہ توت سے لے کر وزیر باغ تک جنازہ دو گھنٹے میں پہنچا ۔

آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت شریف سے لے کر وزیر باغ تک تمام راستے میں جنازے پر گل پاشی ہوتی رہی، عرق گلاب چھڑکا جاتا رہا۔۔ ہر شخص مغموم سر نیچے کئے جا رہا تھا جیسے اس کی کوئی بہت عزیز، پیاری اور محبوب شخصیت اس سے جدا ہو گئی تھی۔ ہر ایک کی آنکھوں میں آنسو اور زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد تھا جس کے باعث یوں لگ رہا تھا گویا کہ عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس جا رہا ہے۔ تمام راستے تابوت کی بھی عجیب وغریب کیفیت ملاحظہ کی گئی کہ یہ باقاعدہ طور پر جھوم رہا تھا، سب نے یہ حال دیکھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ الا اللہ کی ضرب پر تابوت وجد میں ہے۔

نماز جنازہ بہت سے لوگ دو بجے سے ہی وزیر باغ پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ پشاور کا ہر خاص وعام اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر اپنے مشفق ومہربان سرپرست اور روحانی پیشوا کی نماز جنازہ میں شریک ہونے کیلئے بے تاب تھا۔ صوبہ بھر سے ہر مکتبہ فکر کے علماء کرام خصوصاً علمائے اہل سنت اور مشائخ عظام بڑی تعداد میں اپنے مریدین کے ہمراہ تشریف لا چکے تھے۔ جبکہ پنجاب سے حضرت داؤد کرمانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین حضرت پیر حسین عباس (شکر گڑھ)، سید اصغر علی شاہ صاحب سجادہ نشین بابا مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ (جہلم) اپنے ارادتمندوں کو ساتھ لے کر آئے ہوئے تھے۔ برادرم سید مہدی الحسنین بخاری مع اہل خانہ دوہا قطر سے تشریف لائے تھے۔ جبکہ پورے پاکستان خصوصاً کراچی اور لاہور سے حلقہ قادریہ حسنیہ کے عقیدتمند بھی پہنچ چکے تھے۔ حضور مولوی جی صاحب کے صاحبزادے سید نور الحسنین قادری گیلانی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پولیس اور اخباری رپورٹوں کے مطابق یہ تاریخ پشاور کا سب سے بڑا جنازہ تھا جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد شریک ہوئے۔

تدفین وزیر باغ سے یہ نورانی تابوت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی قبرستان حضرت ابو البرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس لے جایا گیا جہاں پہلے سے مولوی جی صاحب کی قبر انور اپنی اہلیہ ماہ گل صاحبہ کی قبر کے ساتھ تیار کی جا چکی تھی۔ لیکن یہاں پر تابوت کا ڈھکن کھول کر لوگوں کو دیدار عام کروایا گیا۔ یہ سلسلہ عصر سے شام تک جاری رہا۔ جب ۱۳ رمضان کا سورج مغرب

میں غروب ہو رہا تھا تو عین اسی وقت اس آفتاب ولایت کو آخری آرام گاہ کے سپرد کیا جا رہا تھا۔ شب جمعۃ المبارک رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ رحمت، گویا زمان ومکان کی شرافتیں یکجا ہو گئی تھیں۔

یہاں پر احقر کو قبلہ مولوی جی صاحب کی ایک دیرینہ وصیت پوری کرنے کا موقع بھی ملا۔ یہ ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ میں اور سمیع اللہ صاحب قادری مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مشکوۃ شریف پڑھ رہے تھے دوران درس ایک حدیث شریف آئی کہ ایک صحابی کو دفن کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے ان کی قبر مبارک پر کافی دیر تک با آواز بلند تسبیح وتکبیر پڑھی او صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی پڑھنے کا حکم فرمایا۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث شریف پڑھانے کے بعد میرا ہاتھ اپنے دست اقدس میں لیا اور فرمایا "آغا جی! میری قبر پر اس طرح تسبیح وتکبیر پڑھنا۔ یاد رکھنا بھول نہ جانا"

چنانچہ اس موقع پر میں نے مولوی جی صاحب کی مرقد مبارک پر تسبیح وتکبیر بلند آواز سے پڑھی اور حاضرین بھی میرے ساتھ مل کر پڑھتے رہے۔ یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ اصولاً یہ وصیت ہم دونوں کو کرنی چاہئے تھی کہ درس حدیث میں تو ہم دونوں موجود تھے لیکن مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف مجھے ہی مخاطب فرمایا اور تاکید بھی فرمائی تو یہ حقیقت اب جا کر عیاں ہوئی کہ جناب سمیع اللہ صاحب یکم رمضان المبارک کو عمرے کیلئے تشریف لے جا چکے تھے وہ یہاں موجود نہ تھے۔ غوث زمان قبلہ مولوی جی صاحب پچیس برس قبل جانتے تھے کہ میری تدفین کے وقت سمیع اللہ صاحب پاکستان میں نہیں ہوں گے اس لئے انہیں مخاطب ہی نہیں فرمایا۔

قل شریف ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ آستانہ عالیہ قادریہ یکہ توت پشاور فاتحہ خوانی کیلئے آتے رہے۔ صبح سے شام تک ایک جم غفیر موجود رہتا۔ علماء کرام آتے، مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر اپنے گراں قدر خیالات کا اظہار کرتے اور پھر یوں دعا کرتے "یا اللہ تو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت میں درجات عالیہ نصیب فرما اور ان کے صدقے میں ہماری مغفرت فرما" تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ تیسرے دن بعد نماز ظہر ختم قرآن مجید شروع

ہوا، علما اہل سنت حفاظ کرام اور عقیدت مندوں کی طرف سے انفرادی اور اجتماعی طور پر تقریباً چار سو ختم قرآن کا ایصال ثواب قبلہ مولوی جی صاحب کی روح پر فتوح کو پیش کیا گیا۔ اجتماعی دعا کے بعد مولوی جی صاحب کے صاحبزادگان، سادات پشاور اور علماء و مشائخ اہل سنت کی ایک کثیر تعداد نے مل کر سید نور الحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا جی صاحب کی دستار بندی کی۔

یاد رہے کہ آج سے سات سال قبل مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رفیقہ حیات ماہ گل صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کی زندگی ہی میں سلطان آغا جی صاحب کو بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ اور پھر اس عرصہ میں آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان صاحب پر ہونے والی تمام روحانی تقریبات چھوٹی و بڑی گیارہویں شریف، اور دیگر بزرگان کرام کے اعراس کے موقع پر جناب سلطان آغا جی صاحب ہی مولوی جی صاحب کی نیابت کے فرائض انجام دیا کرتے اور اجتماعی دعا بھی آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔

نیز حلقہ قادریہ حسنیہ کے مریدین کی تعلیم و تربیت اور ان کے گھروں میں گیارہویں شریف کے ختم وغیرہ کے موقع پر مولوی جی صاحب کی نمائندگی کرتے ہوئے جناب سلطان آغا جی صاحب تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ان سب باتوں اور واضح اشارات کو مدنظر رکھتے ہوئے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان کے اس درست اور مستحسن فیصلے کو تمام حلقے میں بڑی قدر و منزلت اور پذیرائی نصیب ہوئی۔

بہر سید امیر غوث زماں
پیکر علم و صاحب عرفاں
عاجزم بیکسم مفلسم ہیچ مداں
المدد میر من نائب میراں

نہیں بجھتے چراغِ محفلِ عشق

از حضرت محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

اجل برحق ہے لیکن اس کے ہاتھوں
نہیں ممکن قضائے اہلِ ایماں
نہیں بجھتے چراغِ محفلِ عشق
کریں ہنگامے برپا لاکھ طوفاں
ہرا اُس کا رہے گا گلشنِ فیض
نہیں جورِ خزاں سے یہ ہراساں
رہے گا اس کا باغِ فقر دائم
بہ ہر موسم ثمر بار و گل افشاں
اگرچہ اس نے آنکھیں بند کر لیں
کھلا اس کا رہے گا بابِ فیضاں
تیرا مقبول بندہ تھا الٰہی
بنا اس کی لحد جنت بداماں
رہے پُر نور و پُر طیب اس کی تربت
رہے جب تک سلامت بزمِ دوراں
ہے تاریخ وصال اس محتشم کی
تعالیٰ اللہ "باغِ فیضِ گیلاں"
(۲۰۰۴ء)

صاحبِ مقاماتِ آہ وفغاں

حضرت علامہ مولانا سعید الدین صاحب شیر کوٹی مدظلہ العالی

حضرت علامہ مولانا سید امیر شاہ صاحب قادری گیلانی ؒ سے میرا پہلا تعارف و رابطہ ۱۹۴۹ء کے اواخر میں ہوا۔وہ بھی اپنے ایک شاگرد قمر نجمی بھوپالی کے واسطے سے جو میرے شاگرد بھی تھے اور حضرت شاہ صاحب سے بھی ان کی وابستگی تھی۔وہ آپ کی مجلسوں میں حاضر ہوتے ،فیض پاتے (بعد میں وہ میرے ہم زلف ہوئے)۔

ان کے واسطے سے میں اور حضرت مولوی جی صاحب ؒ بھی ہم زلف ہوئے کہ دونوں امیر زلف واحد ہی تھے۔قمر نجمی حضرت کے احوال مجھے اور میری باتیں شاہ صاحب ؒ کو سناتے۔ نایدہ محبت کی چنگاری خاشاک میں آئی۔آغاز محبت یونہی معمولی اور سرسری ہوتا ہے مگر پھر یہ آتش خاموش جلا کر اور بھسم کر کے رہتی ہے---یہی ہوا۔تعارف ہوا،تعلق ہوا،محبت ہوئی،قرب ہوا، مقامات طے ہوتے رہے۔نجانے کون کس کس منزل ومقام میں رہا لیکن تعلق رہا،تادمِ آخر رہا۔وہ تیز قدم رہے،میں تکتا ہی رہا۔حتیٰ کہ آخری منزل حیات سے بھی وہ مقام اعلیٰ وابدی کی طرف ایک ہی جست میں حدود دار فانی پھلانگ گئے۔راقم دیکھتا رہا،دیکھنے کو رہ گیا۔اعلی اللہ مقامہ

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرسِ کارواں رہے

نصف صدی سے زیادہ کا ربط وتعلق تقریباً ہم عمری،ہمعصری،ہم نشینی،ظاہری اختلاف مسلکی کے باوصف ہم مزاجی اور وحدت مسلک کہ

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ اور مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ

اختلاف مسالک،تفقہ وتعقل وتکلف صرف فروع کی سطحوں اور طبقات تک ہیں ان سے آگے

اور اندر اصلی مرکز نظر اور محور طلب ایک ہے۔ نظر حقیقت پر پہنچنے پر اتحاد ہے نہ کہ اختلاف۔ وحدت و اتحاد تو حید ہے ایمان و ایقان شرعی کے بعد نہ کفر نہ شرک و بدعت۔ یہی نقطہ ہم دونوں کی ہم ذہنی، ہم آہنگی و ہم مزاجی وحدت مسلکی کا تھا اور اس میں مدت مدید کے تعلق میں کوئی رخنہ یا کسی گرانی کا احساس کہیں نہیں ہوا۔ بس حب فروغ دین اور جذبۂ استحکام وطن کے ہم دیوانے رہے۔

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مقامات تو ان کے مقامات باطنی و روحانی تھے۔ ان میں وہ تیز قدم تھے، وہ بلندیوں کی طرف بڑھتے اور چڑھتے چلے گئے۔ شعلہ طلب و حب الٰہی و عشق رسول علیہ الف الف صلوٰۃ و سلام جتنا زیادہ اور تیزی سے بھڑکتے ہیں اتنا ہی منازل قرب و وصل اور مقامات فنا و بقا قریب ہو جاتے ہیں اور لپکنے والے بعنایت رب وحدہ لاشریک وہ لپک لیتے ہیں کہ مجھ جیسا شکستہ تو انتظار میں دیکھتا ہی رہتا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ میں بفیض مشائخ عظام اللہ تعالیٰ سبحانہ و اعظم شانہ کی محبت اور سرور کونین محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذب و شوق کا شعلہ خوب فروزاں تھا جس سے مقامات بلند دوست ہوئے۔

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے؟

جگر سوختگی کے تنے سے یہ دونوں ہی ٹہنے نکلتے ہیں۔ خاکستر ہو جانا یعنی مقام فنا اور رنگ بقاء دوام حیات (دنیوی و اخروی) اور کوئی جانے نہ جانے مگر میں ان کے خلوتوں کے مقامات آہ و فغاں اور نالہ ہائے نیم شبی کا کچھ اندازہ رکھتا ہوں۔ سو ما شاء اللہ انہیں اعلیٰ مقامات فنا و بقا میسر ہوئے۔ بس باطنی معاملات و درجات کے باب میں مجھ جیسا ناکارہ اس سے زیادہ کہنے کی مجال نہیں پاتا۔ ان کے روحانی دائرہ کار کے بارے میں ہی کسی نے خوب کہا کہ

"ان کی صحبت و تربیت میں جاہل عالم، عالم باعمل اور باعمل صاحبان اخلاص بنتے تھے"۔

لاریب مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت فیض رساں تھی۔ وہ ایک ہمہ جہت، جامع،

متوازن، مرنجاں مرنج شخصیت کے مالک تھے۔

چہ باید مرد را طبع بلندے مشربے نابے
دل گرمے، نگاہے پاک بینے، جان بیتابے

کی صفات سے بخوبی متصف تھے۔میری نظر میں آپ کا سراپا یہی تھا کہ

نگہ بلند، سخن دلنواز، جان پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کیلئے

چنانچہ وہ زندگی بھر میر کارواں بنے رہے۔لوگ ان پر جان چھڑکتے تھے۔ان کے پیچھے چلتے تھے۔وہ خود حب خدا اور حب رسول ﷺ اور اسلام کی سنہری زندگی کی منزلوں کی طرف بڑھتے تھے اور لوگوں کو بھی بڑھاتے تھے۔یہی ان کی زندگی تھی اور یہی زندگی کا مشن۔

ان کی دولت محبت تھی اپنوں سے، پرایوں سے، دوستوں سے، دشمنوں سے۔کم از کم میں نے اپنے لمبے عرصہ تعلق سے ان کی زبان سے کسی کی غیبت یا کسی مختلف المسلک کیلئے ہلکے الفاظ نہیں سنے۔میں نے ہمیشہ ان سے سب کا ذکر احترام، عقیدت، محبت اور ادب سے سنا۔میں نے انہیں مولانا عبدالقادر ؒ (مشہور اہلحدیث عالم، حکیم عبداللہ صاحب مرحوم سرکی گیٹ والے کے والد) کے جنازے میں بڑی وارفتہ حالت میں دیکھا البتہ مسلکی عملی اختلاف وہ بیانگ دہل اور شائستگی سے کرنے میں کبھی نہیں رکے۔ان کے دل میں سب کی محبت رہی اور سب سے انہیں پیار ملتا رہا۔

غلط ہے جو یہ سمجھے کہ کٹ کر، ہٹ کر اور منہ پھیر کر چلنے سے عقیدت سمیٹی جا سکتی ہے۔نفرت سے نفرت اور تفرقہ کی فصل اگتی ہے۔محبت صرف محبت سے ملتی ہے۔علامہ مولانا سید امیر شاہ صاحب قادری ہمہ جہت تھے۔دینی شخصیت کے علاوہ معاشرتی، سماجی، سیاسی، ادبی گل بوٹے بھی ان کے آستانے پر پروان چڑھتے تھے۔اردو ہندکو انجمنوں اور مشاعروں میں بھی شاہ صاحب (مولوی جی) کی دلچسپی رہتی تھی۔

میرا مقصد تحریر اس وقت کوئی سوانحی، تحقیقی، رسمی تعریفی تحریر کرنا نہیں ہے۔میرے خیال میں ان

کے درجات اور صفات اب ان رسمی مضمون نگاریوں سے بلند و بے نیاز ہیں ان پر کافی تحقیقی کام ہو بھی چکا ہے تاہم اس ضمن میں میں چند پہلوؤں کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں تاکہ ریکارڈ میں آجائیں۔ اگر وہ پہلو آبھی چکے ہیں تو کم از کم میری نظر سے نہیں گزرے۔

سید امیر شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ملک میں چلنے والی ختم نبوت کی دو تحریکوں (۱۹۵۳ء و ۱۹۷۳ء) اور "تحریک نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم" میں بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ ان تحریکوں میں مسئلہ ردِّ قادیانیت میں بھی مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی وارفتگی اور پروانہ واری دیدنی تھی۔ آپ کا حال ان معاملات میں یہی تھا کہ

انجام سے بے پروا آغاز سے بیگانہ
پروانے کی دنیا ہے بیتابی پروانہ

مجلس ختم نبوت قائم ہونے کے روزِ اول سے لے کر مولانا محمد یوسف بنوری امیر مرکزیہ مجلس کی امارت اور تحریک ۱۹۷۳ء کی کامیابی کے بھی بعد تک خاصی مدت میں سرحد و پشاور کا امیر مجلس تحفظ ختم نبوت رہا اور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاون مجلس کو حاصل رہا۔ ۱۹۷۳ء کی تحریک کیلئے جب مجلس عمل تشکیل کرنا قرار پایا تو مسجد سراجاں چوک یادگار میں ایک کل جماعتی اجلاس طلب کیا گیا۔

رفقاء کی اکثریت متفق تھی کہ علامہ امیر شاہ صاحب قادری کو مجلس عمل کا امیر بنایا جائے مگر مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اجلاس میں تشریف نہ لائے۔ مجبوراً قرعہ فال بنام من دیوانہ پڑا۔ اس انتخاب کے قریباً دو گھنٹے بعد آپ میرے پاس آموجود ہوئے۔ میں نے شکوہ کیا کہ "اجلاس میں کیوں نہ آئے ہم آپ کو امیر بنانا چاہتے تھے"۔ فرمایا "اسی لئے تو نہیں آیا اب تم حکم دو میں تحریک کے سپاہی کی طرح تعمیل کروں گا" اور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی کیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

جب تحریک میں کامیابی ہوئی تو مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ہی مسرت کے مظاہرے کئے اور آپ کے متوسلین و معتقدین نے صرافہ بازار، چوک یادگار، پل پختہ، گھنٹہ گھر پر خوب چراغاں کیا اور

خیرات کی دیگیں چڑھیں۔

اس تحریک میں جب سرحد اسمبلی میں ختم نبوت کی تحریک پیش کی گئی اور متفقہ طور پر منظور ہوئی جس سے سرحد کا سر فخر سے بلند ہوا اس میں بھی مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سرگرمی سے ارکان مجلس عمل کے ساتھ شریک اور تمام وقت ارکان اسمبلی سے رابطوں میں مصروف رہے یا اسمبلی کی گیلری میں موجود رہے۔

تحریک کے علاوہ مجلس ختم نبوت کو ایک موقعہ پر ایک اور اہم مہم پیش آئی۔ قصہ یہ ہوا کہ خیبر میڈیکل کالج میں دو قادیانی طلباء کو بے ضابطہ طور پر داخلہ دیا جانے لگا۔

مخصوص نشستوں کے علاوہ جنرل نشستوں پر انہیں داخلہ دینا بے ضابطہ تھا۔ عام طلباء نے احتجاج کیا، مجلس حرکت میں آئی۔ یونیورسٹی انتظامیہ وغیرہ سے ملاقاتیں کی گئیں۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ان سب چیزوں میں مجلس کے ساتھ رہے اس وقت کے وائس چانسلر صاحب کی دلچسپی تھی، وہ نہ مانے۔ معاملہ عدالت عالیہ اور سپریم کورٹ تک پہنچا۔

جب ارکان مجلس وائس چانسلر وغیرہ سے مایوس ہوئے اور فوری طور پر اگلے اقدامات کرنا تھے سپریم کورٹ کیلئے وکلاء کا پینل بنانا تھا۔ پریشانی تھی، میں نے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا "یہ کام آپ ہی اسلام آباد جا کر اپنے معتقد وکلاء سے مل کر با آسانی کر سکیں گے، وقت کم ہے"۔

مولوی جی فوراً تیار ہو گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یونیورسٹی سے واپسی پر میں، مولوی جی صاحب اور مولانا نور الحق نور صاحب ناظم مجلس، ایوب مینشن بلڈنگ نزد یکا رنو چوک میں کھڑے تھے۔ دوپہر کے کھانے کا وقت تھا۔

میں نے نور الحق صاحب سے کہا "مولوی جی کے ساتھ جائیں کھانا وغیرہ کھا کر اسلام آباد چلے جائیں" مولوی جی نے فرمایا "کھانے کی فکر نہیں میں ابھی یہیں سے جاتا ہوں۔ نور صاحب کی بھی ضرورت نہیں۔ میں تنہا کام کر لوں گا، رات کو اطلاع دونگا"۔

اصرار کے باوجود وہ اسی وقت وہیں سے تنہا روانہ ہو گئے۔ نور صاحب صرف سوار کرانے گئے۔ یہ تھا اخلاص للّٰہیت اور پروانہ واری کا رنگ

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

یہ مشتے نمونہ از خروارے میں نے چند باتیں لکھ دیں۔ کیفیات ایسی چیزیں نہیں ہوتیں کہ بیان ہو سکیں۔ زبان و قلم اس کا یارا نہیں رکھتے۔

حضرت سید امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے مردم شناس بھی تھے اور مردم ساز بھی تھے۔ وہ اپنی ذات میں تو انجمن تھے ہی مگر ان کے دم سے انجمنیں ہی انجمنیں تھیں۔ وہ ایسا بہاریں جھونکا تھے جس سے سر سبزی و شادابی پھیلتی تھی۔ ہر پنکھڑی رنگ و رعنائی لیتی، ہر غنچہ تبسم اور ہر گل مہک پاتا تھا۔

جانشین حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سلطان آغا صاحب اور دیگر صاحبزادگان کے علاوہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی برکات اور روشنیاں پھیلانے کیلئے بہت کچھ چھوڑا ہے۔ سلوک و معرفت کے علاوہ انہوں نے بہت سے وابستگان کو علمی میدانوں، تحقیقی صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہے اور لکھنے پڑھنے کی بہت کچھ اہلیتیں انہوں نے بہت سے اہل صاحبان میں بھر دی ہے۔

علمی کاموں کیلئے تو انہوں نے پوری ایک کھیپ چھوڑی ہے جن میں سید محمد انور شاہ قادری، ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی، سیدہ ام بتول گیلانی، تنویر احمد قادری، یاسر بخاری کے چند نام ہیں۔ شاعر نے تو کہا تھا

ہم بزم سے اٹھ جائیں، چراغاں نہ رہے

مگر اللہ والوں کے انوار کا چراغاں ان کے رخصت ہونے کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔

رب العزت اپنے پیاروں کو درجات عالیہ سے نوازتا رہے۔

امین بحرمت النبی الکریم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محقق

پروفیسر محمد اقبال مجددی
صدر شعبہ تاریخ گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

حضرت سید محمد امیر شاہ قادری مرحوم (متوفی ۱۳ رمضان ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء) بہت سی قابل قدر کتابوں کے مؤلف، تذکرہ نویس اور دور آخر کے اولیاء میں سے تھے۔

ایک مختصر مقالہ میں آں مرحوم کی جملہ تالیفات کا جائزہ لینا دشوار اور طوالت کا باعث ہے اس سے صرف آپ کے مرتبہ تذکروں پر ایک سرسری سی نظر ڈالی جارہی ہے۔

عربی و فارسی زبان و ادب کی تین بین الاقوامی فہارس (Biblioghraphies) شائع ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے۔ اول جرمن مستشرق بروکلمان کی مرتبہ ہے پھر اس پر اضافات کا سلسلہ معروف ترک سکالر ڈاکٹر فواد سزگین نے شروع کیا۔ فارسی کی بین الاقوامی فہرست کتابیات مسٹر سی اے سٹوری نے کئی جلدوں میں مرتب کی۔ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے مرتب کئے ہوئے مسودہ کی باقی مخطوطات تا حال شائع کی جارہی ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان عالمی اہمیت کی علمی فہارس میں پاکستان کے صوبہ سرحد میں جو علمی و تحقیقی کام ہوا ہے اس کی کوئی نمائندگی نہیں ہے۔ فقط ۱۹۱۸ء کو مولوی عبدالرحیم مرحوم کی مرتبہ فہرست مخطوطات اسلامیہ کالج پشاور کے حوالے دیئے گئے، وہ بھی عمومی تصانیف علماء کے خطی نسخوں کی نشاندہی کے طور پر۔ یہ حال صرف پاکستانی صوبہ سرحد کا ہی نہیں ہے بلکہ پورے افغانستان کا ان میں کوئی علمی کردار مذکور نہیں ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس خطے میں جو اور جس قدر تحقیق و تصنیف کا کام ہوا ہے اُس کا تذکرہ مرتب ہی نہیں ہوا۔ زیادہ سے زیادہ بورکوی کی تیار کردہ فہرست مخطوطات افغانستان ہے جو پیرس سے ۱۹۶۴ء کو شائع ہوئی۔ یہ فہرست اغلاط کا مجموعہ اور افغانستان کی علمی نمائندگی کیلئے کسی طرح بھی لائق اعتنا نہیں ہے۔

اس ساری تفصیل کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ اس پورے خطے کا بین الاقوامی علمی جائزوں سے

غائب ہونے کا سب سے بڑا سبب ہی یہی ہے کہ یہاں کے علمی خاکے اور ان علاقوں کے اہل علم وفن کے تذکرے مرتب ہی نہیں ہوئے۔

اسی لئے ہمارے مرحوم بزرگ حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے صوبہ سرحد کے علماء اور مشائخ کی روحانی اور علمی خدمات کا خاکہ مرتب کرنے کیلئے اسی خطے کو اپنا موضوع تحقیق بنایا۔ اس سلسلہ میں مرحوم کی پہلی علمی کاوش ''تذکرہ علماء ومشائخ سرحد'' کی پہلی جلد ہے جو آپ کے وصال سے چالیس سال قبل ۱۹۶۴ء کو شائع ہوئی۔

مرحوم اس موضوع پر مصروف تحقیق رہے اور اس کتاب کی دوسری جلد ۱۹۷۲ء میں طبع کروائی۔ ان دونوں جلدوں کی تالیف کے مابین آٹھ سال کا وقفہ ہے اس دوران آنجناب نے اس سلسلہ میں کئی طویل سفر کئے اور تازہ مواد کی تلاش وجستجو میں بہت سعی فرمائی۔

قارئین کو ان دونوں جلدوں کی طریقہ تالیف وتحقیق میں بھی نمایاں فرق نظر آئے گا۔ پہلی جلد بالکل ابتدائی نوعیت کی ہے جس میں تحقیقی سقم بھی پائے جاتے ہیں جن کا مرحوم کو خود احساس تھا۔ ان سے متعدد اصحاب نے اس کی جلد اول کو دوبارہ شائع کرنے کی درخواست کی تو مرحوم یہی جواب دیتے تھے کہ اس پر تو نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے۔ ایک بار میں نے آنجناب سے دریافت کیا کہ اخون پنجو پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں آپ نے آئین اکبری کا حوالہ قاضی میر احمد شاہ رضوانی مرحوم کی روایت سے دیا ہے کیا آپ نے یہ کتاب خود بھی ملاحظہ فرمائی ہے۔ تو مرحوم نے نہایت صاف گوئی سے کہا کہ مجھے آج تک اس کا موقع ہی نہیں ملا۔ حقیقت یہ ہے کہ قاضی میر احمد شاہ رضوانی نے ۱۳۳۰ھ کو جب اخوند پنجو پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر ''رسالہ تحفۃ الاولیاء'' شائع کیا تو آئین اکبری کے حوالے سے اس میں مذکور شیخ پنجو سنبھلی کو اپنی کتاب کی صاحب سوانح شخصیت یعنی شیخ عبدالوہاب المعروف بہ اخون پنجو پشاوری ہی سمجھا اور اس پر مطلق کوئی تحقیق نہ کی۔ چند سال پیشتر احقر نے اس موضوع پر دانشنامہ شبہ قارہ تہران ایران کیلئے مقالہ لکھا تو آئین اکبری دیکھی [1]۔ اور معاملہ کی تحقیق

---

[1] ابوالفضل علامہ: آئین اکبری، جلد اول لکھنؤ مطبع نولکشور، صفحہ ۲۹۴

کیلئے دوسری معاصر کتب تاریخ میں بھی جستجو کی تو معلوم ہوا کہ یہ اخوند پنجو پشاوری نہیں بلکہ کوئی اور شخصیت ہیں۔اس سلسلہ میں معروف مؤرخ عبدالقادر بدایونی کو"منتخب التواریخ"میں شیخ پنجو سنبھلی کا ذکر ملا کہ ان کے والد ملوک شاہ کو ان سے بڑی عقیدت تھی جب ۹۶۹ھ بمطابق ۱۵۶۱ء کو ان کا انتقال ہوا تو میں ان کی نعش کو خود آگرہ سے پشاور لے جا کر ان کے شیخ کے پاس دفن کیا۔اتفاق سے اس سال شیخ پنجو کا بھی وصال ہو گیا،معاصر مؤرخ بدایونی نے دونوں حضرات (شیخ پنجو اور اپنے والد ملوک شاہ) کی وفات کے قطعات تاریخ کہے تھے[1]۔جبکہ پشاور کی مقامی روایات کے مطابق اخوند پنجو پشاوری کا انتقال ۱۰۴۰ھ کو ہوا ہے جسے رضوانی مرحوم نے اپنی کتاب میں بے سند لکھ دیا ہے۔اب اگر"آئین اکبری"اور"منتخب التواریخ"میں مذکورہ شیخ پنجو سنبھلی کو اخوند پنجو پشاوری سمجھا جائے تو تمام مقامی روایات محض افسانہ ثابت ہو جاتی ہے۔تاہم اس امر پر تحقیق کی ضرورت ہے۔جب احقر نے ان امور کا ذکر مرحوم سید امیر شاہ سے کیا تو موصوف حقیقی عالم و محقق کی طرح بہت مسرور ہوئے اور اپنی بیاض خاص میں اس بے بضاعت کی بے وقعت رائے کو درج فرمالیا۔

اسی طرح آپ اپنے جد اعلیٰ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری قدس سرہ کا سال وصال خزینۃ الاصفیاء کی بنیاد پر ۱۱۵۲ھ لکھتے آرہے تھے[2] کہ آپ کی صاحبزادی محترمہ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ"محدث کبیر شاہ محمد غوث لاہوری کی دینی و علمی خدمات" لکھنے کے دوران حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سال وصال مختلف شواہد کی بنا پر ۱۱۷۸ء متعین کیا تو بڑے خوش ہوئے اور اپنی بیٹی کی تحقیق کے نتائج کو سراہا۔

مرحوم نے"تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" کی جلد دوم[3] میں بعض مقامات پر کتاب"تاریخ آئینہ تصوف"مولفہ شاہ محمد حسن صابری کا حوالہ دیا تو راقم نے اس کتاب کے غیر معتبر ہونے اور اس میں اولیاء کرام کے مندرجہ سنین و شجرات کے الہامی طور پر مؤلف کے لکھنے کا تذکرہ کیا تو متوجہ ہوئے اور

[1] عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، کلکتہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۱۸۶۵ء جلد دوم صفحہ ۵۳

[2] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول صفحہ ۷۷

[3] ایضاً جلد دوم صفحہ ۷۷ و بعد

تفصیل دریافت کی میں نے مؤلف کے ابتدائیہ سے پڑھ کر سنایا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ فلاں فلاں کتاب مجھے عالم رویا میں دکھائی گئی تو میں نے اس میں سے پڑھ کر یہ لکھا ہے۔ موصوف مکتوب نطاب کا اکثر حوالہ دیتے ہیں کہ زیر ترجمہ شخصیت کے باطنی اور القائی مکتوب سے مجھے اس کے احوال معلوم ہوئے اور میں نے لکھ دیئے۔ یہ تفصیلات جاننے کے بعد حضرت سید محمد امیر شاہ قادری مرحوم نے فرمایا کہ ہم آئندہ ایڈیشن میں کتاب "تاریخ آئینۂ تصوف" کے مندرجات کو خارج کر دیں گے۔ یہ موصوف کی بڑی فراخ دلی اور عظمت تھی کہ حقیقت حال معلوم ہونے کے بعد اپنی رائے سے رجوع فرما لیتے تھے۔

موصوف کے مؤلفہ "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" کی دونوں جلدوں کے بہت سے خصائص ہیں جن میں سے صرف چند امور بیان کئے جا رہے ہیں۔

جلد اول میں آپ نے کئی ماخذ ایسے استعمال کئے ہیں جن سے بلاشبہ آپ ہی نے علمی دنیا میں پہلی مرتبہ استفادہ کیا ہے۔ ان میں انوار الشیخ فی تذکرۃ الشیخ مؤلفہ حکیم محمد حسن چونوی قصوری، مؤرخ کشمیر مفتی سعادت کی غیر مطبوعہ تحریرات یا یادداشتیں، رسالہ خوارق عادات سید حسن قادری مولفہ سید غلام قادری کشمیری، سر الاسرار مولفہ میاں محمد عمر چمکنی اور غوثیہ مؤلفہ شیخ بہاء الدین متو کشمیری وغیرہ۔

موصوف کا نوشتہ تیسرا "تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ" ہے جس میں آپ نے زیادہ تر اپنے خانوادہ کے اصحاب علم و فضل کے احوال لکھے ہیں۔ آپ کے خاندان کے بزرگوں کا تذکرہ دوسرے مؤلفین نے بھی کیا ہے جن سے کئی مقامات پر غلطیاں سرزد ہوئی تھیں۔ آپ نے اپنے خاندانی مآخذ اصیل کی بنیاد پر ان اغلاط کی نشاندہی کی ہے اس اعتبار سے یہ کتاب خاص اہمیت کی حامل ہو گئی ہے۔

آپ نے اپنے جد اعلیٰ سید عبداللہ شاہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ بغدادی ثم ٹھٹھوی کے احوال پر بھی ایک مختصر کتابچہ طبع کروایا جس میں اس بزرگ شخصیت سے متعلق جو تاریخی غلطیاں مؤلفین کے درمیان راہ پا گئی تھیں ان کا ازالہ فرمایا ہے۔

حضرت سید امیر شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کا نوشتہ ایک اور "تذکرہ تذکرہ حفاظ پشاور" (باقی صفحہ نمبر ۸۰ پر)

داعی نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مولانا جمیل احمد نعیمی

یہ ۱۹۵۷ء کے اواخر یا ۱۹۵۸ء کے اوائل کی بات ہے کہ مخدوم ومحترم رہبر شریعت شیخ طریقت حافظ غلام محمد صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ جو قبلہ وکعبہ صوفی نواب الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کھاریاں والوں کے مرید خاص اور خلیفہ مخلص تھے نے احقر سے فرمایا کہ پشاور کے ایک ممتاز عالم دین اور پیر طریقت سید امیر شاہ صاحب قادری گیلانی کراچی تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے ان کے مختلف علاقوں اور مقامات پر حلقہ ذکر ووعظ کا پروگرام ترتیب دیا ہے، اگر آپ کی سبز مسجد صرافہ بازار میں بھی ایک محفل وعظ وذکر کا انتظام ہو جائے تو کیا ہی اچھا رہے گا۔

احقر تو ہمیشہ اس طرح کی محافل ومجالس کا حریص وخواہشمند رہا ہے اسلئے حامی بھر لی، بعدہٗ مسجد کی کمیٹی سے مشورہ کرلیا۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے اس نیک کام پر لبیک کہا اور اس طرح احقر کی سبز مسجد صرافہ بازار کراچی میں بعد نماز عشاء مخدوم محترم، فاضل جلیل، عالم نبیل، رہبر شریعت، شیخ طریقت، نمونہ اسلاف، نازشِ اخلاف علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ پہلی ملاقات کا شرف تھا جو احقر کے قلب وذہن پر منقش ومرتسم ہو گیا۔

مخدوم ومحترم حافظ غلام محمد صاحب نقشبندی اور عزیز مکرم ابوالخیر صوفی محمد عبداللہ جان مرشد آبادی زیدہ مجدہٗ نے موصوف کے علم وحلم واخلاق واخلاص اور مروت ومحبت کے متعلق جو فرمایا تھا احقر نے سید صاحب کو اس سے بڑھ کر پایا۔ نیز اسی خلوص ومحبت اور اخلاق ومروت کی وجہ سے چالیس سال سے زائد کا عرصہ ہوا کہ احقر کا یہ تعلق ورشتہ قائم ودائم رہا اور ان شاءاللہ العزیز آئندہ بھی ان کی اولاد واحفاد سے قائم ودائم رکھنے کی کوشش کرونگا

وہ مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
دیکھا نظر اٹھا کہ تو گلشن بنا دیا

سید صاحب کو پہلی مرتبہ دیکھ کر احقر کی نظر میں شکل و شباہت کے لحاظ سے علامہ جلال الدین افغانی کا نقشہ گھومنے لگا۔اس وقت سید صاحب کی عمر شریف اندازاً کوئی چالیس پینتالیس کے درمیان ہوگی۔خوبصورت کتابی چہرہ، سفید رنگت، نورانی حسین آنکھیں جن میں ذہانت کے آثار نمایاں، کشادہ پیشانی، سر پر خوبصورت بالوں والی پشاوری ٹوپی، جسم پر خوبصورت سیاہ شیروانی جو کہ تراش و خراش کے لحاظ سے اچھے ذوق وسلیقہ کا ثبوت پیش کر رہی تھی۔نیز حسین و دلنشین آواز اور سادہ اندازِ گفتگو، علم و حلم کا پیکر اخلاق و محبت کا مجسمہ ---یہ تھی علامہ سید امیر شاہ صاحب قادری گیلانی کی ذات بابرکات جس شخصیت نے پچاس سال سے زائد اپنے علم و فضل، اخلاص و اخلاق اور محبت و مروت سے نہ صرف پشاور والوں کو بلکہ دنیا کے مختلف ممالک اور علاقے والوں کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے مالامال کیا

جگر راہِ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
کہ دنیا دیکھتی ہے اور مجھ کو یاد کرتی ہے

آپ کی ذات میں مولائے کریم نے اپنے حبیب پاک رؤف و رحیم ﷺ کے صدقے بہت سی خوبیاں رکھی تھی جن میں سے چند یہ ہیں:

۱: آپ نہ صرف ایک عالم دین اور مصنف تھے بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کے مفکر و مدبر اور مرشد و مربی بھی تھے۔

۲: خدمت خلق اور مخلوق خدا کو فیض رسانی آپ کی زندگی کا مشن تھا۔

۳: علم و فضل کے ذریعے لوگوں پر رعب جمانے کا کبھی انداز اختیار نہیں فرمایا۔

۴: فقیرانہ اور عاجزانہ انداز ہمیشہ اختیار فرمایا۔

۵: ہر عالم و صوفی اور دین کی خدمت سرانجام دینے والوں کا احترام کیا۔

۶: حضور انور ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت۔

۷: اولیاء کرام کے ساتھ عقیدت و محبت اور ان کا احترام بالخصوص عالم حقانی، فاضل لاثانی، محبوب

سبحانی، قندیل نورانی، شہباز لامکانی سیدنا شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے والہانہ عقیدت ومحبت۔ کسی عربی کے شاعر نے کیا خوب کہا ہے

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَرٍ

اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

آپ نے ہوش سنبھالنے سے تا دم وصال اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم سے زندگی کے دن بھر پور انداز سے گزارے۔ موصوف نے درس وتدریس، تبلیغ وتذکیر، تصنیف وتالیف، تزکیہ وتصفیہ کے علاوہ دینی سیاسی اور سماجی خدمات بھی سرانجام دیں۔

سرزمین سرحد پر بدعقیدہ اور ملک دشمن سیاسی جماعتوں کا مقابلہ بھی بھرپور انداز میں کیا۔ اس کے علاوہ جمیعت علماء پاکستان کی تشکیل سے لے کر تادم وصال جمیعت سے آپ کا کسی نہ کسی صورت میں تعلق اور رابطہ رہا۔ پہلے غازی کشمیر مفسر قرآن خطیب مسجد وزیر خان علامہ سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رضوی الوری رحمۃ اللہ علیہ اور رازی زماں غزالی دوراں علامہ سید سعید احمد شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، اس کے بعد خطیب ذیشان مقرر شعلہ بیان فاتح سرحد مولانا عبدالحامد قادری بدایونی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے، بعدہ ۱۹۷۰ء سے فاضل جلیل عالم نبیل، راہبر شریعت پیر طریقت شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز اور پیکر استقامت وشجاعت، مجسمہ شرافت وسخاوت، سراپا محبت ومروت اور صاحب علم وبصیرت، حافظ قرآن، عامل قرآن، قاری فرقان، سیاست کے اسرار ورموز پر جس کی نظر، عالم اسلام کے احوال وکوائف سے جو باخبر، جس کو دنیا تحفظ مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاسبان اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے داعی کے نام سے یاد رکھتی ہے وہ قائد اہل سنت قائد ملت اسلامیہ اور امام انقلاب حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی مدنی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ علامہ سید امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عالم باعمل، صوفی باصفا اور خاندانی شرافت ونجابت کی وجہ سے احترام کرتے تھے۔ احقر اس بات کا چشم دید گواہ ہے اگر یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ احترام جانبین سے تھا۔

(باقی صفحہ نمبر ۱۰۹ پر)

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ ط

حضرت علامہ ابوالخیر محمد عبداللہ جان نقشبندی مدظلہٗ
سجادہ نشین درگاہ عالیہ مرشد آباد شریف پشاور شہر

فقیر صوبہ پنجاب کے تبلیغی، اصلاحی، روحانی دورے پر تھا کہ ۲۸ اکتوبر بروز جمعرات دن کے تقریباً گیارہ بجے برخودارم محمد فخر عالم نے فون پر پیر طریقت فخر خاندان سادات عارف باللہ قطب ارشاد حضرت علامہ مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف مولوی جی نوراللہ مرقدہ کے سانحہ ارتحال کی خبر جانکاہ سنائی، سن کر دلی صدمہ ہوا، کافی دیر سکتے کے بعد بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

مرحوم بقیۃ السلف اور حجۃ الخلف تھے۔ ایک عظیم روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کے ایک جید عالم دین اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ پشاور کے مشہور ترین بزرگ غوث زماں ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت سید حسن بادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا محبوب سبحانی، شہباز لامکانی، قندیل نورانی، حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ زہد وتقویٰ، صبر وتحمل اور اخلاق کریمانہ کے مالک تھے۔ آپ ظاہری شان وشوکت کے تکلفات سے مبرا اور علم ودانش کے پیکر تھے۔ آپ کا وجود باجود اہل سنت والجماعت کیلئے ایک مضبوط ستون کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ کے جانے سے اہلیان پشاور اور خصوصاً اہل سنت یتیم ہوگئے۔ اتنے اوصاف کے مالک ہونے کے باوجود آپ میں حد درجہ عجز وانکساری تھی آپ کے وصال سے اہل سنت کی صفوں میں بہت بڑا خلاء پیدا ہوگیا اور ناقابل تلافی نقصان ہوا۔

ضرورت جتنی جتنی بڑھ رہی ہے روزِ روشن کی
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

جی تو چاہتا ہے کہ اہل سنت کی ایسی عظیم ہستیاں عمر خضر پائیں لیکن "مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ"

موت و حیات پر ہے قادر وہ ذاتِ باری
چلتا ہے زور کس کا اس کی رضا کے آگے

دعا ہے مولا کریم حضرت قطب ارشاد مرحوم کو خلد بریں میں اعلیٰ مقام سے سرفراز فرمائے۔

اٰمِیْنْ ثُمَّ اٰمِیْنْ بِجَاهِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنْ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ

قطب الارشاد حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ فقیر کا بہت پرانا اور دیرینہ تعلق ہے۔ مرحوم کے والد گرامی حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جب جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسہ اور جلوس کی قیادت اور جلسہ کی صدارت کیلئے فقیر کے پیر و مرشد غوث زماں قطب دوراں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ دربار عالیہ موہری شریف گجرات کو دعوت دی تو تمام صوبہ سرحد اور پشاور کے مریدین اپنے مرشد کی قیادت میں اس جلوس اور جلسہ میں شرکت کرتے تھے۔ یہ جلوس حضرت موصوف کی اقامت گاہ کوچہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت شریف سے نکلتا تھا اور مقررہ راستوں اور بازاروں سے ہوتا ہوا واپس یکہ توت شریف پہنچ کر ایک عظیم الشان جلسہ کی صورت اختیار کر لیتا۔ تو اس وقت ان کے ساتھ تعلق پیدا ہوا اور الحمد للہ اب تک ہے حضرت مرحوم کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کے بعد کبھی کبھی ان سے ملاقات کرنے کیلئے جایا کرتا تھا اور ان ماہانہ گیارہویں شریف کی بابرکت محافل میں شرکت بھی کرتا تھا بڑی پررونق اور پرکیف مجالس ذکر ہوا کرتی تھیں۔ حضرت مرحوم، فقیر کے ساتھ بہت محبت فرماتے تھے۔ محفل میں مجھے اپنے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ میرے دل میں بھی حضرت مرحوم کیلئے انتہائی محبت اور قدر و منزلت تھی اور واجب الاحترام بزرگ سمجھتا تھا۔

آپس میں پرخلوص محبت و عقیدت اور تعلق کا یہ سلسلہ اتنا گہرا ہو گیا تھا اور طرفین کی محبت کچھ اس طرح گھل مل گئی تھی کہ کئی دفعہ لاہور میں حضرت مرحوم کے عقیدتمندوں نے مجھ پر ان کا گمان کیا اور انہوں نے ایک دفعہ مجھے فرمایا کہ لاہور میں آپ کے مریدین نے کئی دفعہ مجھ پر آپ کا گمان کیا ہے۔

آپ بھی کمال مہربانی سے اکثر ہماری محافل ذکر وفکر میں تشریف لا کر رونق محفل کو دوبالا کر دیتے تھے اور اتنی محبت فرماتے تھے کہ جب بھی آپ حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے والدین کے مزارات پر فاتحہ کیلئے حاضری دیتے تو واپسی پر مرشد آباد شریف میں میرے والد گرامی حضرت حاجی محمد جان المعروف باباجی اور والدہ ماجدہ کے مزار پر بھی تشریف لا کر فاتحہ پڑھتے اور کافی دیر تک تشریف رکھتے اور میرے والد گرامی کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ فنافی السید حسن بادشاہ ہیں۔

اسلام آباد میں فقیر کی جگہ بنام آستانہ خیریہ جب سے بنی ہے وقتاً فوقتاً پاک وہند کے مشاہیر علماء ومشائخ تشریف لائے کافی عرصے سے دل چاہتا تھا کہ حضرت قطب الارشاد مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بھی آستانہ خیریہ اسلام آباد کو اپنی تشریف آوری کا شرف بخش دیں تو یہ ہمارے لئے باعث برکت وصد افتخار ہوگا۔ چنانچہ فقیر کی خصوصی دعوت پر آپ نومبر ۱۹۸۳ء میں تشریف لائے آپ کی تشریف آوری کے موقع پر بسلسلہ یوم شہادت سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ایک خصوصی مجلس ذکر وفکر منعقد کی گئی۔ آستانہ خیریہ کا وسیع وعریض ہال علماء ومشائخ کے علاوہ عقیدتمندوں اور مریدین سے کچھا کھچ بھرا ہوا تھا اور باہر بھی کافی لوگ کھڑے تھے اس تاریخی اجتماع سے حضرت قبلہ قطب الارشاد مرحوم نے پرجوش خطاب فرمایا اور ان کے ایک صاحبزادہ صاحب بھی ساتھ تھے۔ اس عدیم المثال اجتماع کے اختتام پر حضرت قبلہ مرحوم نے آستانہ خیریہ اور جملہ حاضرین کے حق میں خصوصی دعا فرمائی اور بہت خوش ہوئے اور مہمانوں کی کتاب پر اپنی قلبی واردات کو یوں بکھیرا۔

> ''آج مورخہ ۲ نومبر ۱۹۸۳ء بروز بدھ آستانہ خیریہ اسلام آباد حاضر ہوا۔ ذکر الٰہی کی مجلس جو کہ آج کل نایید ہے، دیکھ کر روح زندہ ہوگئی۔ حضرت عزت مآب الحاج خواجہ محمد عبداللہ جان صاحب مدظلہ العالی کا وجود باجود یہاں پر نعمت عظمیٰ سے کم نہیں پایا۔
>
> مردے دیدم دریں قحط الرجال

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے طفیل خواجہ صاحب مدظلہ کی

سرپرستی میں آستانہ عالیہ خیریہ کو سلامت تاقیامت رکھے۔آمین ثم آمین

(فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی

یکہ توت پشاور، حال وارد اسلام آباد"

اس کے بعد ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کسی کام کے سلسلے میں اسلام آباد تشریف لائے تھے۔جمعۃ المبارک کا دن تھا اچانک آستانہ خیریہ میں رونق افروز ہوئے، جمعۃ المبارک کے اجتماع سے ولولہ انگیز خطاب فرمایا، حاضرین بہت خوش ہوئے نماز جمعہ پڑھا کر واپس تشریف لے گئے۔ان دنوں فقیر پنجاب کے دورے پر تھا۔

ایک دفعہ فقیر اپنے تبلیغی دورے سے واپسی پر آپ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "آپ تو ذکر کے پکھیرو بن گئے ذکر الٰہی کے پر لگا کر اڑ جاتے ہیں کبھی امریکہ، کبھی لندن، انگلینڈ اور کبھی ہندوستان۔آپ مجھے یاد آرہے تھے اچھا ہوا کہ ملاقات ہوگئی"۔

کافی دیر تک ملاقات کا شرف بخشا۔مختلف مسائل اور حالات حاضرہ پر آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔

فقیر کی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے آستانہ کو تاابد آباد رکھے اور ان کی برکتیں اولاد کو عطا فرمائے خصوصاً ان کے جانشین محترم حضرت صاحبزادہ سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے عظیم والد گرامی کے آستانہ شریف کو آباد رکھنے کی کوشش کریں تا کہ یہ سلسلہ جاری وساری رہے۔

اٰمِیْنْ بِجَاہِ طٰہٰ و یٰسٓ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ

بیادِ سید امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ایم اسماعیل اعوان

مولوی مرشد معلم سید و آغا امیر
سید اشراف ہو کر خود کو لکھتا تھا فقیر

شیخ و شاب و طفل مکتب تھا برابر فیضیاب
ہر کسی کے واسطے تھے درس قرآں دلپذیر

روح کی بالیدگی تھا لمس جس کے ہاتھ کا
اور نظروں میں محبت کا سمندر بے نظیر

جس کے چشم نور سے چھوتا شریعت کا شعور
جس کی باتوں سے حدیث مصطفٰی تھی ناگزیر

ہر کوئی سمجھا کہ اُس کو اُن سے ربط خاص تھا
یہ ولایت کا نشاں تھا از خدا قادر قدیر

جس سے محفل میں ہزاروں ہو چکے ہیں مستفید
اس کے مرقد پر ابھی تک ہے وہی خوشبوئے پیر

یاد ہیں حرمین میں اُن سے ملاقاتیں اعوانؔ
وہ دعائے دلنواز و دلنشین و دل پذیر

پیامبر امن کی رحلت

ڈاکٹر علامہ سید فخر الحسن کراروی
سربراہ تحریک تحفظ حقوق جعفریہ پاکستان

حضرت حجۃ الاسلام مولانا سید امیر شاہ صاحب قبلہ کی انتقال ظاہری کی خبر تمام اہل پشاور کیلئے صدمے کا باعث بنی۔ ان کا وجود اہل سرحد کیلئے اللہ کی حجت تھا۔ وہ کیا گئے کہ علم کے چشمے خشک نظر آنے لگے۔ شہر میں ہر طرف مایوسی چھا گئی، ہر کوئی سوال کرتا نظر آیا اب کس سے مدد مانگیں گے؟ کون ہوگا جو ہمارے دکھ کو اپنا دکھ جانتے ہوئے اس کا حل بتائے گا؟ ہر شخص سوالی تھا اور ہر شخص کا حق تھا وہ سوال کرے۔

ان کے ساتھ ہمارا خاندانی تعلق تھا۔ والد العلام علامہ سید نجم الحسن کراروی کی ان سے عقیدت اور ان کی ان سے محبت کسی سے بھی پوشیدہ نہیں۔ میں نے اکثر انہیں اپنے گھر میں گھنٹوں ان سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی محسوس کیا کہ اگر ایسے عالم ہمارے صوبے میں کچھ زیادہ ہوتے تو ہمارا صوبہ امن کا گہوارہ ہوتا۔ میرا ان کے ساتھ اکثر رویت ہلال کے سلسلے میں اجلاس ہوتا جب بھی ملاقات ہوتی مجھے اپنے والد کی یاد آنے لگتی۔

جب بھی مجھے دیکھتے فرماتے علامہ کراروی علامہ ہی نہیں علامہ کے نور نظر ہیں ان کا احترام مجھے لئے واجب ہے۔ سب سے محبت کرنے والے، سب پر عنایت کرنے والے لیکن اصول پر کبھی بھی اور کسی بھی طرح کا سمجھوتہ نہ کرنے والے مولوی جی آج ہم میں نہیں ہیں۔

رویت ہلال کے سلسلے میں اہل سرحد کچھ زیادہ ہی جلدی میں ہوتے ہیں اور جب بھی اجلاس ہوتا وہ اس بات پر اصرار کرتے کہ جب چاند پیدا ہی نہیں ہوا تو نظر کیسے آئے گا؟ دوسرے احباب کی خواہش ہوتی کہ وہ ان کا ساتھ دیں لیکن ان کا اصرار ہوتا نہیں یہاں دوستی نہیں حقیقت پر فیصلہ ہوگا۔ اکثر دیکھا گیا کہ حقائق کے مطابق انہوں نے اکثریت سے اختلاف کر کے حقیقت کا ساتھ دیا۔

جب بھی ان کی درگاہ پر جانے کا موقع ملا۔ملاقات ہوئی سب سے کہتے آؤ ان سے ملو یہ شیعہ عالم ہی نہیں ہمارے بھی سر کا تاج ہیں، محبت وعقیدت کے وہ پھول نچھاور کرتے کہ حد ہی ختم ہو جاتی۔ جب بھی عدالت سے کسی شیعہ اور سنی کا مقدمہ درپیش ہوتا عدالت اسے ہمارے پاس ارسال کرتی اور پھر دونوں ملکر اپنی اپنی فقہ کے مطابق فیصلہ کرتے تو اسے عدالت بھی تسلیم کرتی اور فریقین بھی۔

جب بھی ان کی کوئی نئی کتاب شائع ہوتی وہ مجھے خاص طور پر عنایت کرتے۔ایک عرصہ تک ان کا رسالہ ''الحسن'' میرے پاس آتا رہا۔جب بھی گفتگو کرتے شرافت، محبت اور پیار سے لبریز ہوتی۔ کبھی کسی کو برا نہیں کہا ہر ایک کی عزت کو لازم سمجھتے۔

گزشتہ دنوں کاتب عبدالرحمٰن غمگین نے مجھے آکر خبر دی کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے مجھے یقین نہیں آیا۔میں نے بعض احباب سے رابطہ کر کے یقین پیدا کیا کہ خبر غلط ہے۔لیکن میں نے اس کی تعبیر یہ دی کہ حضرت کی حیات طویل ہوگی۔وقت گزرتا گیا پھر وہ ہو گیا کہ جو ہونا ہوتا ہے آج وہ اس سفر کی جانب گئے ہیں کل ہم نے اس طرح سفر شروع کرنا ہے لیکن وہ کل بھی زندہ تھے آج بھی زندہ ہیں۔اور کل بھی زندہ رہنے گے۔موت تو اسے آتی ہے کہ جو صرآئے اور چلا جائے۔لیکن وہ لوگ کب ''فنا'' ہوتے ہیں کہ جو کچھ کر جائیں۔مولوی جی نے تو بہت کچھ کیا ہے اور کرنے والا تو ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

اہل پشاور ان کی ظاہری شفقت سے محروم ہو چکے ہیں جب وہ درگاہ پر جائیں گے تو وہاں انہیں بڑے بھائی جیسا، باپ جیسا مخلص میسر نہیں ہوگا لیکن ان کی برکات تو قیامت تک باقی رہے گی۔آج شہر اداس ہے، لوگ اداس ہیں، شہری سمجھتے ہیں کہ وہ بے سہارا ہو گئے۔جب لوگ سب لوگوں سے مایوس ہو جایا کرتے تو آپ کی درگاہ پر جا کر سکون حاصل کرتے۔محسوس یہ کرتے کہ ان کے دکھوں کا مداوا کرنے والے نے کر دیا۔آج شہر کے ہر گھر میں ان کا ذکر خیر جاری ہے۔بچے انہیں یاد کر رہے ہیں تو خواتین بھی کسی سے پیچھے نہیں۔ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر انہیں یاد کر رہا ہے۔

کیونکہ جو بھی ان سے ایک مرتبہ ملا وہ وہاں سے اکیلا نہیں گیا ان کی یاد کو ہمراہ لے کر چلا۔

مشکل میں ہر شخص کو اتنی محبت دیتے کہ وہ اپنا غم ہی فراموش کر بیٹھتا۔

کوہاٹی گیٹ میں ہونے والے المناک حادثے پر ہمیشہ ہی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے اکثر ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آتے۔ پوچھتے شہر میں شیعہ سنی فساد پیدا کر کے کس نے کس کی خدمت کی؟ اور یہ بات اب حقیقت ہے کہ پریشان لوگ حقیقت میں بے سہارا ہو گئے ہیں۔ اب انہیں کون دلاسہ دے گا؟ کون ہے جو انہیں بتائے کہ وہ یہ پڑھیں تو ان کی بچی کی شادی ہو جائے گی۔ وہ ایسا کریں تو ان کا بچہ دوبارہ گھر میں بس جائے گا، وہ یہ ذکر کریں تو ان کا گمشدہ بچہ خود بخود گھر آ جائے گا؟

آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

بقیہ: حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت محقق

ہے جو ۱۹۶۶ء کو منظر عام پر آیا۔ یہ بھی مرحوم کی اپنے موضوع پر پہلی کوشش ہے۔ آپ سے قبل کسی مؤلف نے پشاور جیسے مردم خیز خطہ کے حفاظ کا تذکرہ نہیں لکھا تھا۔ آپ نے اس موضوع پر مواد جمع کرنے کیلئے بہت سے اصحاب سے ملاقات کی، دور دراز کے سفر کئے، حفاظ پشاور کے پس ماندگان سے ملے اور ان سے حفاظ کے حالات معلوم کئے اور سخت محنت کے بعد یہ مرقع علمی تیار ہوا۔

صوبہ سرحد کے حوالے سے ابھی بہت کچھ تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے اس گوشہ گمنامی میں گھرے ہوئے خطے میں ان گنت اہل علم وفضل ہو گزرے ہیں جن کے علمی و روحانی کارناموں کو اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

آج کی ترقی پذیر علمی دنیا میں اس امر کی ضرورت ہے کہ ان بنیادوں پر جو حضرت سید امیر شاہ قادری مرحوم اور ان جیسے اصحاب نے نشاندہی کی ہے بین الاقوامی طور پر جرمنی، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں اس علاقے کی علمی کاوشوں کا تذکرہ مرتب کیا جائے تا کہ ورلڈ سروے میں ہماری نمائندگی ہو سکے۔

سائبانِ شفقت

سید لیاقت علی شاہ گیلانی
سجادہ نشین شاہ قبول اولیاء رحمۃ اللہ علیہ پشاور شہر

میری پہلی باضابطہ ملاقات حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے قریباً پچیس برس قبل حاجی محمد اکرام قادری کے ہاں محفل سماع میں ہوئی جس میں کراچی سے معروف قوال بہاؤالدین و ہمنوا نے نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ملاقات ہوئی تو انہوں نے نہایت شفقت سے اپنے پہلو میں بٹھایا اتنے پیار ومحبت سے پیش آئے کہ ان ملاقاتوں کا سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا۔ان کی محبت میں اتنا سکون ملا جسے میں عمر بھر بھلا نہ سکوں گا۔

جب بھی میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ اپنے ساتھ بٹھاتے تھے جب بھی کوئی مشکل یا پریشانی ہوتی بیان کرتا ،نہایت توجہ سے سنتے اور دعائیں دیتے ،اللہ تعالیٰ پریشانی دور فرماتا ۔ان کا ایک ہی جملہ ابھی تک یاد ہے اللہ خیر کرے گا اور واقعی خیر ہی خیر ہوتی ۔روزانہ سینکڑوں عقیدتمند ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ۔امیر وغریب ،چھوٹے بڑے ،بوڑھے ،زن ومرد غرض ہر طبقے کے لوگ اپنی اپنی پریشانیاں بیان کرتے حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب کی سنتے اور سب کو پیار دیتے تسلی دیتے اور دعاؤں سے نوازتے سب ہی خوشی خوشی ان سے رخصت ہوتے ۔

ان کے ہاں عندلیبان ریاض رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر اہتمام محفل نعت منعقد تھی ،ملک کے معروف نعت خواں نذرانہ عقیدت پیش کر رہے تھے ۔قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے آپ کو حضور نبی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت محبوب سبحانی ،قطب ربانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے سچی محبت تھی ان دونوں ہستیوں سے والہانہ عشق تھا ۔جب کئی مرتبہ نعت اور منقبت کے دوران آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کئی منٹ تک محفل میں ذکر جہر ہوتا رہا وہ منظر اب بھی مجھے یاد کر کے دلی سکون ملتا۔

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر سال اا ربیع الثانی کو یازدہم شریف (گیارہویں شریف)

بڑے اہتمام سے منایا کرتے تھے جو صوبہ سرحد کی روایت میں تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔لنگر صبح کی اجتماعی دعا کے بعد ۱۰ بجے شروع ہوتا اور شام تک جاری رہتا۔گیارہ روز تک فجر کی نماز کے بعد باقاعدگی سے ختم غوثیہ کی محفل منعقد کی جاتی جس میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود تشریف فرما ہوتے۔سینکڑوں کی تعداد میں اہل پشاور ان محافل میں شرکت کر کے فیضیاب ہوتے۔

جد امجد حضرت سید شاہ قبول اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کی افتتاحی تقریب میں جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی باقاعدگی سے شرکت فرمائی اور ختم غوثیہ خود پڑھاتے تھے۔ایک مرتبہ آپ بیمار تھے بخار تھا آپ نے اپنے بیٹے سید سلطان آغا صاحب سے کہا کہ جا کر محفل میں شرکت کریں اور ختم غوثیہ پڑھائیں۔بعد از نماز عصر ختم شریف شروع ہوا تو یہ دیکھ کر ہمیں نہایت خوشی ہوئی اور حیرت بھی کہ ناسازی طبع اور کمزوری کے باوجود مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور ختم شریف کی محفل میں شریک ہوئے یہ ان کی محبت وخلوص تھا اور اولیاء کرام سے ان کی بے پناہ عقیدت تھی۔

حضرت قبلہ مولوی جی صاحب ہر شخص سے نہایت شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے ہر آدمی چاہے امیر ہو یا غریب چھوٹا ہو یا بڑا یہی محسوس کرتا کہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان ہی سے زیادہ پیار و شفقت سے پیش آتے تھے۔یہ ان کی عظمت اور مقبولیت کی دلیل ہے۔آپ کی صحبت میں انسان دنیا کو بھول جاتا تھا اور آپ سے اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر دین سے محبت کو فروغ ملتا تھا اور قلب کی کیفیت بدل جاتی تھی۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

میں نے پہلے بھی عرض کیا کہ جب بھی کوئی مسئلہ یا پریشانی پیش آتی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ توجہ فرماتے اللہ تعالیٰ کرم فرماتا۔ایک روز میں اپنے بیٹے سید علی رضا گیلانی کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا،عرض کیا حضور پی ایم اے کاکول میں زیر تربیت ہے کامیابی کیلئے

دعافرمائیں۔آپ نے دعا کی اور فرمایا اسے اللہ تعالیٰ معراج عطا فرمائے گا۔چنانچہ ان کی دعاؤں کی وجہ سے اسے صدارتی طلائی تمغہ حاصل ہوا اور الحمدللہ ہر کورس میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

اتنی عظیم شخصیت ہوتے ہوئے آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے جو خوبیاں ایک "سید" یعنی خوب سیرت، خوب صورت اور سخاوت وہ سب بدرجہ اتم آپ میں موجود تھیں۔ہر وقت آپ کے ہاں عقیدتمندوں کا ایک ہجوم رہتا تھا۔دوپہر اور رات کا کھانا آپ حجرہ مبارک میں عقیدتمندوں کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر تناول فرماتے۔

آپ ایک بہترین خطیب، جید عالم دین مختلف دینی کتابوں کے مصنف، صحافی اور عظیم روحانی پیشواء تھے۔اس کے باوجود ایک عام آدمی کو آپ کی گفتگو سے اس کا اندازہ نہیں ہوتا تھا۔عاجزی اور انکساری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔میں نے آپ کو کبھی بھی غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔ ایثار اور برداشت بہت زیادہ تھی جس کا ہر ہر لمحے مظاہرہ کیا۔آپ کا اپنا انداز بیان تھا جو کہ لوگوں کے دلوں پر اثر کرتا تھا کیونکہ بات جو دل سے نکلتی ہے اثر کرتی ہے۔

حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی خواہش تھی کہ سادات کرام کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا جائے۔ہمیشہ اس کا اظہار فرماتے آپ کی یہ دلی خواہش تھی کہ سادات کرام کی عظمت رفتہ کو پھر سے بحال کیا جائے اور اس کیلئے ان کے کردار کی اصلاح ضروری تھی۔چنانچہ اس کیلئے ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔ایک روز اس مقصد کیلئے آپ آغا سید ظفر علی شاہ کے گھر واقع ریتی بازار تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔وہاں اس خواہش کا اظہار آپ نے فرمایا۔آغا سید پھول بادشاہ مرحوم اور آغا سید تاج میر شاہ مرحوم بھی موجود تھے، فیصلہ ہوا کہ سادات کرام کی ایک غیر سیاسی تنظیم قائم کی جائے جس میں بلاتفریق مسلک وسیاست تمام سادات کرام کو شرکت کی دعوت دی جائے۔

اس تنظیم کیلئے مناسب نام اور اس کے منشور تیار کرنے کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں حضرت علامہ سید ایوب جان بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ کے انجینئر سید فاروق جان بنوری بھی شامل تھے۔کمیٹی نے باہمی مشاورت سے تنظیم کا نام "جمعیت سادات صوبہ سرحد" تجویز کیا اور اس کے منشور

کی بھی منظوری دی گئی۔

حضرت علامہ سید محمد ایوب جان بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس تنظیم کے سرپرست اعلیٰ مقرر ہوئے۔ تنظیم کے دو عظیم الشان سالانہ کنونشن نشتر ہال پشاور میں منعقد ہوئے۔ آپ نے باوجود مصروفیات اور ناسازی طبع کے اس کی کامیابی کیلئے بڑی محنت کی اور اس تنظیم کا مرکزی کنوینر مجھ ناچیز کو مقرر کیا۔ دیر کے دورے میں آپ خود ہمارے ساتھ تھے اور دیر کے کوشے کوشے میں خود جا کر جمعیت سادات کا پیغام پہنچایا۔

آپ بہترین خطیب تھے اور جید عالم دین بھی۔ آپ نے باقاعدگی کے ساتھ اپنے حجرہ مبارک میں قرآن پاک کے دروس کا اہتمام کیا اور خود قرآن کی تعلیم بعد از نماز عصر دیا کرتے تھے جس سے اہل پشاور مستفید ہوتے۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آپ ہمہ وقت مصروف رہتے۔ آپ کے عقیدتمندوں کا دائرہ نہایت وسیع ہے اور پورے ملک میں آپ کے عقیدتمند موجود ہیں جو آپ سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں جس کا اظہار انہوں نے آپ کے سفر آخرت میں بھرپور انداز میں شرکت کر کے کیا۔ ہزاروں افراد نے شرکت کی اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔

جمعیت سادات کے ایک وفد نے دیر کے سادات کرام کی دعوت پر دیر کا دورہ کیا۔ میر کاروان حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کی زیر قیادت دیر کے مختلف دیہات کا دورہ کیا۔ آپ ہر ایک سے نہایت حسن سلوک سے پیش آئے، ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ ان کے ہاں تشریف لائیں۔ چنانچہ اپنی صحت کا فکر کئے بغیر آپ نے دن میں کئی کئی دیہات کا دورہ کیا اور جمعیت سادات کا پیغام پیار و محبت و بھائی چارہ واتحاد واتفاق کی تبلیغ کرتے رہے۔ جسے دیر کی سادات برادری اب تک یاد کرتی ہے اور تا دیر آپ کی محبت شفقت اور پیار و خلوص کو یاد کرتی رہے گی۔

آپ کی صحبت میں سکون قلب حاصل ہوتا۔ مجھے مختلف بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا لیکن ایک عظیم شخصیت ہونے کے باعث جو خلوص پیار محبت شفقت، یہاں ملی اور کہیں نہ پائی۔

آپ کے وصال کے بعد جو خلاء پیدا ہوا اس کی تلافی ناممکن ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ ہزاروں

لوگوں خصوصاً اہل پشاور کا آپ ایک سہارا تھے۔ ہر شخص کی تکالیف اور دکھوں کا مداوا آپ کرتے تھے۔ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ہر شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور دادرسی حاصل کرتا۔ آپ کے رخصت ہونے کے بعد شدید کمی محسوس کی جارہی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے روحانی فیض سے مستفید فرمائے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

نذرِ عقیدت

محمد یونس سیٹھی وفاؔ

چراغِ نور تھے وہ بخشش و رحمت کا ساماں تھے
جہانِ عشق و مستی کے امیر و شاہ و سلطاں تھے

محدث تھے، مفسر تھے، مبلغ تھے، معلم تھے
سراسر فہم و حکمت تھے، سراپا علم و عرفاں تھے

منور تھیں فضائیں ان کے انوار تجلی سے
بجا ہو گا اگر کہہ دیں کہ وہ اک مہر تاباں تھے

وہ پیارے مولوی جی ہمدم و ہمدرد تھے سب کے
غریبوں کا سہارا اور دلِ پُرغم کے درماں تھے

اک شخص جو سر کردۂ صاحب نظراں تھا

حضرت علامہ ملک محبوب الرسول قادری
ایڈیٹر ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور

حضرت زینت السادات پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی المعروف مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری شناسائی، عقیدت اور پھر محبت گزشتہ بیس سال پر محیط ہے۔ اس طویل دورانیے میں مجھے ان سے اٹھارہ مرتبہ ملنے کا موقع ملا۔ ان کا اخلاق، کردار، علم، زہد، تقویٰ، ورع، برتاؤ، طرز تکلم، انداز واطوار، اسلوب تحریر وتقریر حتیٰ کہ جس پہلو سے دیکھا وہ عظمت ورفعت کی بلندیوں پر فائز المرام نظر آئے۔

وہ ہشت پہلو شخصیت کے مالک، اخلاف کیلئے مینارۂ نور اور اسلاف کی آخری یادگار تھے۔ حضور پرنور سیدنا غوث العالمین غوث الثقلین میراں محی الدین غوث اعظم الشیخ سید عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کی اولاد پاک سے تھے۔ حسبی اور نسبی طور پر آپ کے فیضان کے امین تھے۔ گلشن سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ گل تر ساری زندگی خانوادۂ اہل بیت کے نور کو دنیا میں تقسیم کرتا رہا۔

آپ کا وجود صوبہ سرحد میں اللہ کی مخلوق کیلئے ہدایت وعرفان کا روشن چراغ تھا۔ آپ حضرت غوث زماں، محقق دوراں شاہ محمد غوث لاہوری قادری رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے۔ میرا یقین ہے کہ انہیں قریب سے دیکھنے والا ہر شخص اس امر پر شرعی گواہی ثبت کرے گا کہ موصوف آیت من آیات اللہ اور سر من اسرار اللہ تھے۔

تقریباً بیس برس قبل میں نے انہیں پہلی مرتبہ پشاور شہر کی مشہور آبادی یکہ توت میں اپنی مسند پر متمکن دیکھا۔ میرا بچپن تھا اور وہ اپنے ڈیڑھ دو درجن احباب کے جھرمٹ میں تشریف فرما احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے گفتگو فرما رہے تھے۔ ان کی گفتگو کا مرکزی نقطہ اصلاح احوال تھا وہ معاشرے میں سرایت کر جانے والے موذی مرض غیبت، جھوٹ اور کام چوری کے خلاف لیکچر دے رہے تھے۔ میرے ساتھ دو ساتھی بھی تھے ہم نے بیس پچیس منٹ تک ان کی اصلاحی گفتگو سنی جو کانوں

کے راستے دل میں اترتی چلی گئی، بقول اقبالؔ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

پھر جب کبھی پشاور جانا ہوتا تو حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ضرور شرفِ نیاز حاصل کرتا۔ لاہور میں پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی حفظہ اللہ تعالیٰ کا کتب خانہ ''مکتبہ نبویہ'' اور اس سے پہلے مرکزی دارالعلوم جامعہ حزب الاحناف میں حضرت شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری قدس سرہ کے ہاں آپ سے ملاقات وزیارت کا شرف حاصل رہا۔

جمعیت علماء پاکستان کی مرکزی شوریٰ کے اجلاسوں میں دو مرتبہ مجھے یہ موقع ملا کہ حضرت سے ملاقات کر سکوں۔ میں نے ہر مرتبہ آپ کو اخلاص کا پیکر، دین کا خادم حد درجہ منکسر المزاج، دینی و علمی امور میں بہت مضبوط موقف رکھنے والا، محبتیں بانٹنے والا انتہائی مشفق انسان پایا۔ وہ امورِ دینیہ میں بہت مضبوط موقف کے حامل تھے۔ سماجی خدمت کا جذبہ وافر مقدار میں پایا تھا اور اعلیٰ سیاسی بصیرت کے حامل تھے۔

جمعیت علماء پاکستان کے بانی رکن ہونے کی حیثیت سے آپ نے ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کی دوستی پکی تھی۔ قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہ اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ان کی رفاقت مثالی تھی اور اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب گیارہ سال کے اختلافات کے بعد مؤخر الذکر دونوں سربراہوں کا اتحاد ہوا تو شوریٰ کے اس اجلاس کے بعد پریس کانفرنس کا میں عینی شاہد ہوں کہ جب مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے قائدِ اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ ''شاہ صاحب کو جمعیت علماء پاکستان میں سینئر نائب صدر بھی لینا ہے''۔ یعنی انہوں نے اپنی اتحاد کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی پیش کی۔ بلا تامل ان کی اس فرمائش کو بھی قائد اہل سنت نے فوراً منظور فرمایا

بلکہ اس پر تو مسرت کا بھی اظہار فرمایا تھا۔

گیارہ سالہ اختلاف کے زمانہ میں بھی دونوں قائدین جب بھی پشاور جاتے تو ان کا قیام یکہ توت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہی ہوتا۔اگرچہ آپ ہمیشہ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے کبھی صوبہ سرحد کے صدر کی حیثیت سے، کبھی مرکزی نائب صدر کی حیثیت سے لیکن آپ نے کبھی کسی کی دل آزاری نہ فرمائی۔یہی وجہ ہے کہ آپ وحدت کا استعارہ تھے اور اس حوالے سے برابری کی بنیاد پر سب کیلئے قابل قبول اور محبوب شخصیت کے مالک تھے۔

جب بھی پشاور میں آپ کے ہاں حاضری ہوتی تو آپ کمال شفقت فرماتے ہوئے ساری مصروفیات ترک فرما دیتے اور اپنی مکمل توجہات سے نوازتے تھے۔آپ کا دستر خوان بڑا وسیع تھا۔کئی مرتبہ پورا پورا دن آپ کے پاس بیٹھ کر گزارنے کا موقع بھی ملا۔میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس آنے والا کوئی بھی شخص مایوس واپس نہیں لوٹا۔وہ واقعی پرانی وضع کے کئی صدیوں قبل کی پر خلوص ہستیوں میں سے تھے جو اللہ کریم نے اپنی خاص مہربانی سے ہمارے عہد زوال میں نعمت کے طور پر ہمیں عطا فرمائی تھے۔

اس عہد میں اکثر پیروں کو میں نے اس ہوس میں مبتلا دیکھا ہے کہ وہ اپنے مریدوں کی فہرستوں میں اضافہ چاہتے ہیں پھر ان کی تعلیم وتربیت پر توجہ نہیں کرتے۔خود ان پڑھ بلکہ جاہل ہوتے ہیں اور بدعملی و بے عملی کی نحوست کا وبال مزید کراہت کا باعث بنتا ہے۔حضرت پیر محمد امیر شاہ گیلانی قدس سرہ اس حوالے سے بھی منفرد حیثیت وشان کے مالک وحامل تھے۔نجیب الطرفین سید زادے اور حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ وسیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فیضان کے امین، مستند اور جید عالم دین، متبحر صاحب قلم، مصنف ومترجم کتب کثیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو سلسلۃ الذہب حاصل تھا یعنی اس سلسلہ کے تمام مشائخ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک اپنے والد کے ہی جداگانہ مرید وخلیفہ تھے۔

آپ مریدوں کی فہرست میں اضافہ کے کبھی بھی خواہاں نہ ہوئے۔میری موجودگی میں ایک

نوجوان رئیس آیا۔ بڑے ادب سے بیٹھا، ہاتھ بھی چومے اور پھر دعا کیلئے عرض کی۔ آپ نے دعا فرمائی اور پوچھا اب کی بار کافی عرصے بعد آئے ہو۔ کہاں ہوتے ہو اس نے کہا کہ حضرت میرا تبادلہ اسلام آباد ہو گیا وہاں ہوتا ہوں۔ اب کافی عرصہ بعد گھر آیا تو حاضر خدمت ہو گیا ہوں۔ آپ نے پوچھا گولڑہ شریف جاتے ہو؟ اس نے عرض کی حضور! جمعۃ المبارک کو حاضری کی کوشش کرتا ہوں۔ فرمایا ٹھیک ہے نماز جمعہ کوشش کر کے وہیں پڑھا کرو اور حضرت شاہ عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی سے بیعت بھی کر لو۔ وہ ذرا سٹپٹا کر کہنے لگا مگر حضرت میں تو آپ کا مرید ہوں۔ فرمایا ہاں میرے مرید ہو لیکن یہ بھی تو میں ہی کہہ رہا ہوں کہ آپ وہاں بیعت کر لیں کیونکہ پیر کا مطلب راہنما کے ہیں اور راہنما جتنا قریب ہو، صحبت شیخ کے مواقع زیادہ مل سکتے ہیں، آپ وہاں حاضری دیں۔ حضرت صاحب گولڑہ شریف کی خدمت میں میرا اسلام پیش کریں ان سے بیعت کی التماس کر کے داخل سلسلہ ہو جائیں۔ میں بھی آپ کیلئے دعا گو ہوں۔ یہ آستانہ بھی تمہارے لئے کھلا ہے وہاں بھی حاضری ضرور ہونی چاہئے۔ پھر اس کو چند نصیحتیں فرمائیں۔ رشوت اور ظلم کے منفی پہلوؤں پر قرآن و حدیث کی روشنی میں گفتگو فرماتے رہے۔

مختلف لوگ آتے رہے کسی کو دعا دیتے کسی کو رقعہ عطا فرماتے کسی کو ڈاکٹر کے پاس جانے کا مشورہ مرحمت فرماتے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور شخص حاضر خدمت ہوا تو اس نے عرض کیا کہ حضرت میرا تبادلہ راولپنڈی ہو گیا ہے۔ آپ سے دعا اور اجازت لینے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اس کیلئے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ گولڑہ شریف حاضری دیتے رہنا۔ بلکہ سنو، گولڑہ شریف میں حضرت پیر سید شاہ عبدالحق گیلانی مدظلہ تشریف فرما ہیں ان کی خدمت میں جا کر عرض کرنا کہ "مجھے محمد امیر نے پشاور سے بھیجا ہے سلسلہ عالیہ قادریہ میں مجھے بیعت فرمالیں" اور پھر ان سے رابطہ باضابطہ رکھنا۔ اس نے بھی عرض کیا کہ حضور والا! میں تو آپ کا مرید ہوں۔ فرمایا کہ میرے مرید ہو تو میری بات بھی مانو۔ وہاں بھی تو میں ہی بھیج رہا ہوں آپ کو وہاں سے فیض ملے گا۔۔۔۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ دو واقعات میں نے خود اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے سنے۔ میں حیران ہو رہا تھا

جب لوگ مریدوں کو اپنی وراثت سمجھتے ہیں اور لڑائیاں لڑتے ہیں آپ کس قدر مستغنی مزاج کے حامل ہیں اور مخلوق کی خیر خواہی کس قدر آپ کو مرغوب ہے کہ اپنی ذات کی پروا نہیں۔ لالچ، حرص و ہوا کا یہاں سے گزر نہیں اور دوسروں کی بہتری کی فکر دامن گیر ہے۔ میں نے پوچھا جناب عالی! آپ اپنے مریدوں کو گولڑہ شریف کیوں منتقل فرما رہے ہیں؟ فرمایا صرف گولڑہ شریف نہیں بلکہ جب بھی میرے متعلقین پشاور سے دور کہیں جانے لگتے ہیں تو میں انہیں ان کے قریب کسی بھی صحیح العقیدہ پکے سنی مرکز کے ساتھ وابستگی کی ہدایت کرتا ہوں۔

میں چاہتا ہوں کہ مریدین شیخ کے ساتھ مستقل اور مسلسل وابستگی رکھیں کیونکہ شیطان قدم قدم پر انسان کو گمراہ کرنے کیلئے اپنے ڈورے ڈالتا رہتا ہے۔ صاحب علم و عمل ہستی سے اگر وابستہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شیطان کے تمام حربے ناکام ہوں گے اور وہ کامیابی سے اپنی زندگی کا سفر مکمل کرلے گا۔

مجلہ ''انوار رضا'' جوہر آباد کے ''تاجدار بریلی نمبر'' حصہ دوم کی تیاری کے سلسلہ مجھے اپنے نہایت مخلص اور مہربان کرم فرما دوست، ہمدم دیرینہ صاحبزادہ پیر سید صابر حسین شاہ بخاری زید مجدہٗ کے ہمراہ پشاور حاضری کا موقع ملا۔ مدعا یہ تھا کہ ایک تو حضرت شاہ صاحب سے پہلے ''سوئے حجاز'' لاہور کیلئے انٹرویو کروں گا اور دوسرے اس خاص ''تاجدار بریلی نمبر'' حصہ دوم کیلئے پشتو زبان میں مضمون حاصل کروں گا۔

ہم رات کے دس بجے یکہ توت پہنچے۔ ایک خادم آستانے پر بیٹھا تھا ساتھ ہی حضرت کے پوتے سید فخر الزمان گیلانی (فخری آغا) آگئے۔ ہم نے اپنا نام بتایا، یہ سخت سردی کا موسم تھا۔ صرف چار یا پانچ منٹ کے بعد حضرت قبلہ مولوی جی صاحب اپنے اس پوتے کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہمارے پاس جلوہ افروز ہوگئے۔ ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ علالتِ طبع اور پیرانہ سالی کے باوجود اس قدر شفقت فرمائی کہ اسی وقت تشریف لائے۔

ہم نے عرض کی کہ حضرت آپ نے تکلیف فرمائی صبح ملاقات ہوجاتی۔ فرمایا! نہیں آپ اتنے

دور سے آ گئے ہو تو میں اپنے گھر سے باہر آپ سے ملنے نہیں آ سکتا۔ کھانا کھلایا، پاس بیٹھے رہے باتیں کرتے رہے جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ پشاور کیسے آنا ہوا؟ ہم نے بھی دونوں مقاصد بیان کر دیئے۔ فرمایا انٹرویو اگر آپ چاہیں تو ابھی کر لیں کہ صبح آنے جانے والوں کا رش ہو جاتا ہے اور اگر آپ کو تکان ہو تو صبح کا پروگرام بنا لیں اور پشتو مضمون کا کل انتظام کر دوں گا۔

ہم نے بھی غنیمت جانا اور اسی وقت حضرت پیر صاحب سے انٹرویو شروع کر دیا۔ رات اڑھائی بجے انٹرویو ختم کیا اور سو گئے۔ صبح نماز کے بعد چائے مل گئی اور پھر نہایت پر تکلف ناشتہ۔ ہم نے عرض کیا اس قدر تکلف کی کیا حاجت؟ فرمایا کوئی تکلف نہیں یہ تو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا لنگر ہے۔ پھر آپ نے اپنے خاص مرید کامران کو بلوایا۔ اس کو ایک مضمون کمپوز کرا کے لانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ وہ اللہ کا بندہ شام کو واپس آیا، آپ نے اس کا پروف پڑھا، غلطیاں لگائیں اور اگلے روز صبح درست کر کے لے آنے کا حکم دیا۔

رات کھانے میں مچھلی ایک خاص ڈش تھی نہایت ہی لذیذ اور مزیدار۔ فرمایا کہ یہ مچھلی ہمارے گھر کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا مچھلی فارم ہے؟ فرمایا نہیں ہماری زمین سے دریا گزرتا ہے اس سے پکڑی ہوئی مچھلی ہے۔ اگلی صبح کامران بھائی نے مضمون فائل کر کے بھیجا اور ہم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا یہ پہلو عہد حاضر میں بالکل منفرد اور مختلف تھا۔ آپ نے اس دینی کام کو اسی انداز میں تکمیل تک پہنچایا کہ جیسے یہ ہمارا نہیں بلکہ ان کا اپنا کام تھا۔

اب سے چار پانچ ماہ قبل محترم سید صابر حسین شاہ بخاری کی ہمراہی میں پھر پشاور جانے کا موقع ملا تو ہم یکہ توت حاضر ہوئے معلوم ہوا کہ حضرت علیل ہیں اور لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں زیر علاج ہیں۔ آپ کے فرزند حضرت صاحبزادہ سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی (سید سلطان آغا) مدظلہ نے بتایا کہ ملاقات ممکن نہیں۔ انہی کے ذریعے بیمار پرسی اور سلام عرض کیے، دعا کی درخواست کی تاہم زیارت وملاقات سے محرومیت ہی رہی جس کا ہمیشہ قلق رہیگا۔

آج حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قدس سرہ، ہمارے درمیان (باقی صفحہ نمبر ۱۰۰ پر)

مولوی جی سرکار بحیثیتِ مدرس

سید محمد حسنین قادری گیلانی
ناظم یونین کونسل جہانگیر پورہ پشاور

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ: ۵-۶)

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (ترجمہ از کنزالایمان)

یہ دعائیہ کلمات ہر مومن زن و مرد نماز پنجگانہ میں ادا کرتا ہے اور ذات باری تعالیٰ سے استدعا کرتا ہے کہ مجھے راہِ ہدیت پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ راہ ہدایت وہ سیدھا راستہ ہے جس پر کہ وہ ہستیاں چلیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے انعام واکرام سے نوازا۔

اس آیت کریمہ میں دو نکات قابل غور ہیں: ایک راہِ ہدیت جس پر چلنے کی صاحب ایمان تمنا کرتا ہے اور دوسرا ان بابرکت ہستیوں کے بارے میں ہے جن پر اللہ جل شانہٗ نے اپنی برکتیں نازل فرمائیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ میں نے انسان کو سیدھا راستہ بتانے کیلئے ہادی بھیجے۔ ان ہادیان برحق یا پیغمبرانِ خدا کا سلسلہ احمد مرسل، ختم الرسل، دانائے سبل، نور مجسم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوا۔

آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی پیغمبر آنا تھا، نہ آیا اور نہ آئے گا۔ تو پھر یہ ذمہ داری امتِ مسلمہ میں مردانِ حق اولیاء کرام کے حصہ میں آئی۔ جب تک کائنات قائم رہے گی یہ فریضہ پیغمبری ان ہستیوں کی بدولت جاری وساری رہے گا۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی سربراہ عجز وانکسار، شہنشاہ ولایت، رہنمائے اذکیاء، علمبردار سنت نبوی و روایت سلف صالحین، تاجدار علوم خفی وجلی، ہادی ناقصاں وکاملاں، منبع رشد وہدایت، دریائے فیض

خاص وعام، دوائے دردانسانیت، جانشین حبیبِ خدا، ابنِ غوث الوریٰ فخر سادات حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی المعروف مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہو گئے۔

ان کی ہمہ جہت شخصیت زندگی کے تمام شعبوں پر ایسے حاوی ہے کہ کہیں بھی کوئی جھول نظر نہیں آتا۔انہوں نے رشد وہدایت کا سلسلہ تقریر، تحریر، طرز زندگی اور درس وتدریس غرضیکہ ہر طریقہ سے تمام عمر جاری وساری رکھا۔مندرجہ ذیل سطروں میں صرف ان کے طریقہ درس وتدریس پر روشنی ڈالنے کی سعی کی جارہی ہے۔

سلفِ صالحین کا طریقہ رہا ہے کہ درس وتدریس میں ہر خاص وعام کو علم حاصل کرنے کے برابر مواقع میسر ہوں اور ہر کسی کی تعلیم وتربیت کا کماحقہ بندوبست ہو۔مولوی جی سرکار کی زندگی بھی اپنے آباءواجداد اور اساتذہ کرام کی طرح اسی راہ پر گامزن تھی۔آپ کی تقسیم علم وعرفان ہر خاص وعام کیلئے تھی۔اس نظام کو چلانے کیلئے آپ نے سائنٹفک انداز میں روایت کو قائم رکھا۔ویسے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تمام زندگی اس امت بیمار کیلئے ایک سبق کی حیثیت رکھتی ہے لیکن یہاں صرف جمعہ کے دن کے وعظ اور روزانہ کے درس پر ہی اکتفا کیا جارہا ہے۔

خطبہ جمعہ

آپ کے اسلاف با کباز کا یہ طریقہ رہا ہے کہ عوام الناس کو علوم دینیہ سے بہرہ ور کرنے کیلئے جمعہ کے دن جامع مسجد میں خطبہ دیا کرتے تھے۔آپ نے ان کی اس روایت کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ اس کو زندہ جاوید بنا دیا۔

جس طرح طرزِ زندگی میں آپ کا ایک منفرد مقام تھا اس انداز میں بھی آپ یکتا تھے۔جس مسجد میں آپ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے مسلمانوں کا ایک جمِ غفیر جمع ہو جاتا۔اس ناچیز نے بھی آپ کی اقتداء میں مسجد مہربانیہ سبزی منڈی پشاور اور جامع مسجد ابوالبرکات حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ میں کئی سال نمازِ جمعہ ادا کی اور آپ کے ارشادات سے مستفیض ہوا۔

آپ کے خطبہ کے عنوانات اُس وقت کی ضرورت کی مناسبت سے ہوتے۔اگر کوئی شر پسند

اسلام یا داعیانِ اسلام کے خلاف کوئی فتنہ کھڑا کرتا تو آپ ان خطبات میں مدلل، تحقیقی اور منطقی انداز میں نہ صرف اس کا رد فرماتے بلکہ امت مسلمہ کو گمراہی سے بچاتے اور عوام الناس کے ذہن سے شکوک وشبہات بڑے عام فہم انداز سے نکالتے۔

ربیع الاول کے مہینہ میں سرورِ کائنات حضور پُرنور ﷺ کی سیرت پاک اس محبت اور والہانہ انداز میں بیان فرماتے کہ ایسا محسوس ہوتا عشق مصطفوی ﷺ آپ کے الفاظ اور دل میں رچا بسا ہے۔ آپ کی خلوص ومحبت بھری آواز سامعین کے دل میں گھر کر جاتی۔

محرم الحرام میں شہدائے کرام کا تذکرہ ہوتا تو واقعہ کربلا مصدقہ روایات کی روشنی میں بیان کیا جاتا۔ اس میں افسانوی رنگ نہ بھرا جاتا۔ مگر اس کے باوجود اتنا رقت آمیز منظر ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور تمام حاضرین امامین کریمین علیہم السلام کی یاد میں اشکبار ہوتے لیکن کیا مجال کہ ادب واحترام اور تقدس مسجد میں کوئی فرق پڑتا۔

اسی طرح ایام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شانِ صحابہ بڑے ہی پُرشکوہ انداز میں بیان کی جاتی۔ آپ کے الفاظ آج تک اس فقیر کے کانوں میں گونج رہے ہیں کہ

"ہماری ایک آنکھ اہل بیت اطہار تو دوسری آنکھ صحابہ کرام ہیں"۔

ربیع الثانی کے مہینہ میں شان ولایت وسیرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ پر مفصل اور مدلل طریقہ سے بیان فرماتے۔

اس کے علاوہ ان خطبات میں لوگوں کو اپنا عقیدہ اہل سنت والجماعت حنفی طریقہ کے مطابق درست رکھنے کا درس دیتے اور اپنا قبلہ درست کرنے کی تلقین فرماتے۔ آپ کے ارشادات علم و عرفان کا ذخیرہ ہوتے اس لئے ہر سامع کے دل پر اثرانداز ہوتے۔ ان خطبات میں نہ صرف پشاور بلکہ اطراف کے لوگ بھی حاضر ہوتے اور عشق ومستی میں ڈوب جاتے۔ آپ کا انداز بیان اتنا پُر کشش اور سحرانگیز ہوتا کہ ہر خاص وعام اپنی استطاعت کے مطابق نہ صرف خود فائدہ حاصل کرتا بلکہ اوروں کو بھی اس سے مستفیض کرتا۔

جب آپ کا خطبہ ختم ہو جاتا اور نماز جمعہ با جماعت ادا ہو جاتی تو آپ کھڑے ہو کر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں خضوع وخشوع کے ساتھ درود وسلام پڑھتے۔ یہ منظر آج تک اس عاجز کے دل پر نقش ہے۔ آپ کا تصرف حاضرین کے دل میں نا قابلِ بیان روحانی تاثیر پیدا کرتا۔

درسِ قرآن پاک وحدیث مبارکہ

آپ کا درس ہفتہ کے دن سے لے کر جمعرات تک بعد از نماز مغرب تا نماز عشاء بلا ناغہ سالہا سال تک جاری رہا۔ ایک مصدقہ روایت کے مطابق آپ نے درس کلام پاک کا سلسلہ ۱۹۴۱ء میں استاد مکرم ومحترم علامہ اجل حافظ کلام اللہ حضرت صاحبزادہ علی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق ان کی مسجد جو کہ سرآسیہ گیٹ اور سرکی گیٹ کے درمیان ایک گلی میں واقع ہے، سے شروع کیا اور جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی تب تک قائم رکھا۔ یہ سلسلہ تقریباً ساٹھ برس پر محیط ہے۔ اس نا چیز کو بھی کچھ عرصہ آپ کے درس بابرکت میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

جب آپ نیا درس شروع کرتے تو شروع کے ایام میں چار پانچ آیات کریمہ ناظرہ پڑھاتے اور دوسرے دن ہر شاگرد اپنی باری پر یہ آیات پڑھ کر سناتا اور اگر کوئی غلطی ہوتی تو تصحیح فرماتے۔ جب ناظرہ کلام پاک آدھا مکمل ہو جاتا تو تلاوت آیات کا دورانیہ بڑھا کر ایک رکوع کر دیا جاتا۔ اس سے تمام اہل درس کلام پاک پڑھنے کا صحیح طریقہ سیکھ لیتے۔ یہ مشق کلام الٰہی کی تجوید سیکھنے میں بڑی مددگار ثابت ہوتی اور آپ کے تمام شاگرد ماشاء اللہ تلاوت کلام پاک نہایت سادا طریقہ سے لیکن تجوید کے قواعد کے مطابق بطریق احسن ادا کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد آپ کلام پاک کی ایک آیت کی تلاوت فرماتے اور اس کے ایک ایک لفظ کا ترجمہ کرتے بلکہ ایک ایک لفظ کو بلحاظ لغت اور قواعد عربی تقسیم کرتے اور ہر لفظ کا ترجمہ مصدر سے فرماتے اور ساتھ ہی ہر لفظ کا مخرج بھی بتاتے۔ مثلاً الحمد للہ کا لفظی ترجمہ بیان کرتے وقت الف لام اور حمد کو جدا کرتے اسی طرح للہ میں لام اور اللہ کو جدا کرتے اور اس کا ترجمہ نہایت ہی سلیس اردو میں بیان فرماتے۔ اگر کوئی شاگرد پشتو، ہندکو، پنجابی یا فارسی میں سمجھنا چاہتا تو اس کو اسی کی زبان میں سمجھاتے۔

بعض اوقات از راہِ تفنّنِ طبع مجھ خاکسار کو کہتے کہ انگریزی میں ترجمہ بتاؤ۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک بلند پایہ استاد کی حیثیت سے اپنے سامع کو بڑے ہی سہل انداز میں مشکل ترین الفاظ ذہن نشین کرواتے۔ ان کے شاگردوں کے ذہنوں میں اب تک ان کے سکھائے ہوئے الفاظ نقش ہیں۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ درس کے اس دور میں کوئی بڑے علماء یا فقہاء نہیں ہوتے تھے بلکہ اس میں عوام الناس شامل تھے۔ ان میں سبزی فروش، لوہار، ترکھان، دکاندار، کالجوں کے طالبعلم، مساجد کے امام، سرکاری ملازمین اور مختلف طبقاتِ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ آپ کے حلقہ درس میں شامل تھے۔

آپ کا درس ان شاگردوں کے دلوں میں آپ کا درس سرایت کر جاتا اور انہیں قرآنی بصیرت عطا کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے شاگرد اپنی زندگی کی اوج کو پہنچ جاتے اور یہ درس ان کو دنیاوی زندگی میں قرآنی تعلیمات عملی طور پر نافذ کرنے میں مدد دیتا۔ اس فقیر کو تو کم از کم یہی تجربہ ہے۔

جب لفظی ترجمہ ہو جاتا تو پھر اس آیت کا محاورتاً ترجمہ فرماتے۔ ظاہر ہے جب ایک ایک لفظ کا ترجمہ ہوتا تو ان مختلف الفاظ کا ربط بھی ضروری تھا۔ اب ان الفاظ کو محاورے کی لڑی میں بھی نہایت ہی پُراثر اور آسان ترین انداز میں پرو دیا جاتا۔ آپ کے پڑھانے میں یہ کمال تھا کہ عربی کی اصلی روح بڑے ہی آسان اور سمجھانے والے انداز میں بیان کر دی جاتی اور کسی بھی طالبعلم پر گراں نہ گزرتی۔ نہایت دقیق اور مشکل مسائل سامع کی ذہنی سطح کے مطابق بتائے جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ جو شاگرد کچھ دن کیلئے آپ ؒ کے درس میں آتا پھر کبھی چھوڑ کر نہ جاتا۔ یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا۔

جب محاورتاً ترجمہ ہو جاتا تو پھر تفسیر بیان کی جاتی۔ اس میں آیات کا شانِ نزول علم حدیث وفقہ اور تاریخی حوالہ جات وغیرہ دیئے جاتے۔ اس دوران تمام قدیم وجدید فلسفے زیر بحث آتے اور مختلف تہذیبوں کو مصدقہ حقائق کے ساتھ پیش کیا جاتا۔ اگر سورہ یوسف ہوتی تو مصری تہذیب، سورہ روم میں یونانی تہذیب اور چین کا ذکر ہوتا تو چینی اور جاپانی تہذیبوں پر روشنی ڈالی جاتی۔ غرضیکہ علوم کے تمام پہلوؤں کو زیر بحث لایا جاتا۔ ماضی قریب کے فلاسفہ گوئٹے، ماؤزے تنگ، نطشے، سر سید کی نیچری

تحریک، غلام احمد قادیانی اور پرویزی تحریک پر ایک سیر حاصل بحث ہوتی اور تمام فروعی مسائل پر نتیجہ خیز بیان کیا جاتا۔

آخر میں فقہ حنفی اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں شاگردوں کے دلوں اور ذہنوں میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ نقش نگیں کر دیا جاتا۔ اس دوران آپ کے اردگرد کتابوں کا انبار لگا رہتا۔ ان میں تفاسیر قرآن واحادیث، لغات عربی واردو، فارسی، فلسفہ، عربی قواعد اور دوسرے عنوانات کی کتابیں شامل ہوتیں جن سے حسبِ ضرورت دوران درس استفادہ کیا جاتا۔

آپ کی یادداشت کمال درجہ کی تھی۔ جس کتاب کا حوالہ دیا جاتا تھا تو صحیح صفحہ اور سطر پر بغیر وقت ضائع کئے پہنچ جاتے۔ جس وقت قرآن کی تفسیر کی جاتی تو متعلقہ آیات بآسانی بیان کر دی جاتیں۔ مثلاً ترجمہ پہلے پارہ میں ہو رہا ہوتا اور حوالہ چھبیسویں پارہ کا ہوتا تو اس آیت کی تلاش میں کوئی وقت ضائع نہ ہوتا حالانکہ آپ حافظ کلام پاک نہ تھے۔ یادداشت کا یہ عالم تھا کہ اپنے اساتذہ کے سالوں پرانے اقوال اس طرح بیان کرتے جیسے کل کی بات ہو۔

درس کے دوران تمام شاگردوں سے یکساں سلوک ہوتا۔ اپنا بیٹا ہو، عمر رسیدہ، نوجوان یا صاحب علم کسی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ طرز تکلم مخاطب کے حفظ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے برابری پر تھا یعنی کوئی آپ کے درس میں احساس کمتری یا برتری میں مبتلا نہ ہوتا۔ کسی بھی موقع پر اپنے مقام سے کم تر بات زبانِ مبارک سے نہ نکلتی۔ حسن خلق کا یہ عالم تھا کہ ہر کوئی یہ سمجھتا کہ مجھے خصوصی توجہ مل رہی ہے۔ شاگرد کو دوران درس سوال کرنے کے برابر مواقع ملتے بلکہ ہمت بڑھائی جاتی تاکہ مشکل سے مشکل اور پیچیدہ ترین سوال پوچھے جائیں تاکہ ذہنوں میں سے شکوک وشبہات صاف کر دیئے جائیں۔ آپ درس کے دوران مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد اقبال کے شعر بڑے شوق سے پڑھتے اور ان کی تشریح بھی عام فہم زبان میں کرتے۔ آپ کا ادبی ذوق انتہائی بلندیوں پر تھا اور درس میں اشعار کا بجا استعمال آپ کا ہی خاصہ تھا۔

دورانِ درس اگر کسی آیت کی تطبیق کسی وظیفے سے ہوتی تو تمام شاگردوں کو اس وظیفہ کے پڑھنے

کی اجازت فرماتے ۔اسی طرح اگر کوئی آیت کریمہ کسی دم کیلئے ہوتی تو اس کی بھی اجازت فرماتے اور تشریحاً فرماتے کہ کلام پاک کی اس آیت کی برکت سے انسان کے فلاں درد کا مداوا ہوتا ہے۔

سبحان اللہ! کیا جود و سخا تھا کہ تقسیم علم میں بخل نہیں بلکہ ہر کسی کیلئے عام ہے۔درس کے اختتام پر عشاء کی نماز با جماعت ادا کی جاتی اور دوست احباب دعائیں اور آپ کے فیوض و برکات حاصل کر کے رخصت ہوتے ۔اگر کوئی شاگرد کسی دن نہ آتا تو اس کی وجہ معلوم کرتے ۔اگر وہ بیمار ہوتا تو اس کی بیمار پرسی اپنے اوپر لازم سمجھتے ۔تمام شاگردوں سے شفقت کا یہ عالم تھا کہ ہر کوئی آپ کا اپنے والدین سے زیادہ احترام کرتا ۔

آپ کے درس میں لباس کی کوئی قید نہ ہوتی۔ کچھ طالبعلم کبھی کبھی پتلون میں بھی درس کیلئے آتے ۔اگر کوئی ہم درس دوسرے ساتھی کو داڑھی رکھنے پر بہت زیادہ زور دیتا تو اس کو منع فرماتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کی دل آزاری ہو جائے اور وہ درس میں آنے سے رک جائے اور فرماتے کہ ”اگر وہ درس میں آتا رہا تو نیکی کی کوئی نہ کوئی بات سیکھ ہی جائے گا۔“

آپ کا درس عقیدۂ اہل سنت والجماعت ،عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم واہلبیت اور احترام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و محبت اولیائے کرام و علماء حق کی حقیقی ترجمانی کرتا۔آپ کا مشن تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اپنے اسلاف کا عقیدہ جاگزیں کرائیں ۔

اساتذہ کرام کا احترام اس حد تک تھا کہ جب ان کے لبوں سے آپ کے اساتذہ کا نام نکلتا تو تمام شاگردوں کے دل احتراماً جھکنے لگتے ۔اللہ تعالیٰ اساتذہ سے ان کی محبت و احترام سب کو نصیب فرمائے---آمین!

آپ مخصوص طالبان علم کو درس نظامی کی مروجہ کتابوں کا درس بھی دیتے ۔اس درس میں علم کے پیاسے آتے اور ان کی بطریق احسن مستفید کیا جاتا ۔مثلاً آپ نے قدوری کا اردو ترجمہ جو آپ نے شاگردوں کو پڑھایا تھا اس کو شائع کروایا ۔احادیث کی کتب میں مشکوٰۃ مصابیح کا درس کئی دفعہ مکمل کرایا۔کچھ شاگردوں کو سندِ حدیث بھی عطا فرمائی جن میں یہ عاجز بھی شامل ہے۔

محدث کبیر شارح بخاری حضرت شاہ محمد غوث صاحب پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی بخاری شریف کی شرح بعنوان "شرحِ غوثیہ" کا درس بھی دیا۔ یہ کتاب آپ کے کتب خانہ میں قلمی کتاب کی حیثیت سے شامل ہے۔ حضور شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کا ترجمہ اور تفسیر فارسی میں فرمائی آپ نے اس کا اردو ترجمہ فرمایا اور بصد اہتمام شائع کیا۔

اسی طرح کئی دارالعلوموں میں اس کا درس دیا جاتا ہے۔ آپ نے اس کے اصلی فارسی مسودہ کو اردو ترجمہ کے ساتھ چھپوایا ہے۔ غرضیکہ آپ میں ایک اعلیٰ درجہ کے معلم کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔

ایک دفعہ دوران درس دو اصحاب تشریف لائے اور دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اس وقت تقریباً آدھا درس مکمل ہو چکا تھا۔ وہ بڑی توجہ اور انہماک سے آپ کے درس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ہم تمام اہل درس کیلئے یہ لوگ اجنبی تھے۔ جب درس ختم ہوا تو جانا کہ ان میں ایک پاکستان کے مشہور ترین مفکر اور فلسفی ڈاکٹر اجمل صاحب (وفاقی سیکرٹری تعلیم حکومت پاکستان) تھے جن کا ان دنوں ہر طبقہ میں بہت چرچا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے آپ کے درس کی بہت تعریف کی اور کہا کہ جس انداز اور طریقہ کار سے آپ نے درسِ قرآن فرمایا ایسا میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھا حالانکہ میں کئی علماء کے دروس کا مشاہدہ کر چکا ہوں کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب رخصت لے کر چلے گئے۔

دوسرے دن ڈاکٹر صاحب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو فون کیا کہ میرا ایک مسئلہ ہے اس کے حل کیلئے میں آپ کے پاس حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ جہاں پر رہ رہے ہیں میں وہیں پہ آجاتا ہوں آپ تکلیف نہ کریں۔ جمعہ کا دن تھا آپ اس خاکسار کو اپنے ساتھ لے کر گورنمنٹ سرکٹ ہاؤس پشاور تشریف لے گئے جہاں ڈاکٹر صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ رسمی جملوں کی ادائیگی کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر پڑھا اور کہا کہ اس کے معنی میں نے بڑی جگہ تلاش کئے ہیں، کافی سرگردانی کی ہے لیکن اس کا تسلی بخش جواب مجھے ابھی تک نہیں مل سکا۔ براہِ کرم اس شعر میں مخصوص نکتہ مجھے سمجھا دیں۔ آپ نے بغیر کوئی وقت ضائع کئے چند منٹوں میں ہی مسئلہ حل فرمادیا۔ اس ناچیز کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ڈاکٹر صاحب ایک دم اٹھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ

کے پاؤں پر گر پڑے اور عرض کی کہ آپ مجھے اپنا مرید کرلیں کیونکہ رات کو میں نے آپ کا درس بھی سنا اور اب شعر کی تشریح جتنے سہل اور دلنشین انداز میں آپ نے فرمائی، وہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔اس واقعہ سے آپ کی علمی بصیرت اور ترویج علم و دانش واضح ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں کے ذہن و دل میں جو مقام آپ ﷺ نے حاصل کیا شاید ہی کوئی حاصل کر سکے۔علامہ محمد اقبال کی زندگی کی آخری رباعی آپ ﷺ پر بالکل صادق آتی ہے

سرودِ رفتہ باز آید نہ آید
نسیم حجاز آید نہ آید
سر آمد روزگار ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید نہ آید

بقیہ: اک شخص جو سرکردۂ صاحب نظراں تھا

موجود نہیں لیکن ان کا فیض ہمیشہ جاری و ساری رہے گا، ان کا کام ہمیشہ انہیں زندہ رکھے گا۔اس کا مشن اور کام باقی ہے جسے جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔خدا کرے ان کے صاحبزادگان و مریدین اور جملہ عقیدتمندان ان کی روشن کی ہوئی شمع کی روشنی میں ان کے مشن کی تکمیل کیلئے مصروف جہد رہیں ان کا مشن پایۂ تکمیل کو پہنچے اور ہم اپنے آنکھوں سے اس دھرتی پر نظام مصطفیٰ ﷺ کا سورج طلوع ہوتے دیکھ لیں۔حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قدس سرہ کی رحلت پر کسی شاعر کا ایک شعر باربار میرے ذہن کے در پر دستک دے رہا ہے اور بالکل حسب حال معلوم ہوتا ہے اسی پر اپنا مضمون سمیٹتا ہوں کہ

اک شخص میں جمع تھے صد گونہ کمالات
تجھ جیسا زمانے میں کوئی اور نہیں تھا

سباح جداول طریقت وسرشارِ ایاغ حقیقت
الحاج حضرت سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی
المعروف حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا جمالیاتی اسکیچ

از ضیاء سلیمی

نگارِ صبحِ طریقت فروغ مہر و وفا
حضور غوثِ معظم کی آنکھ کا تارا

بیاضِ رخ کی بشاشت ہے ماہتابِ تمام
جبیں ہے نور کی کرنوں سے آفتابِ تمام

غلافِ چشم میں رقصاں ہے کوثر و تسنیم
نفس نفس میں تقدس کی معرفت کی شمیم

محبتوں کی شفق تیرے بازوئے ایثار
سخا و جود کی عکاس رفعتِ کردار

مصافحہ میں حرارت ہے دلربائی کی
معانقہ میں حلاوت گرہ کشائی کی

صداقتوں کی امیں تیری کاوشِ تخلیق
قلم سے تیرے فروزاں جواہرِ تحقیق

جمالِ سیم تناں سرو نوبہار تیرا
فرازِ کاہکشاں خط رہ گزار تیرا

کلید غرۂ شوال تیری پاک نگاہ
زباں پہ ذکرِ جمیلِ رسول، شام و پگاہ

بعون ایزد و الطافِ حب فخر بشر
بہ حسن طلعت تاباں چو قدسیاں بنگر

گل ز گوشہ دستار شاہ عبداللہ
کیا ہے جس نے مکرر طواف بیت اللہ

گلاب گلشن سید حسن ابوالبرکات
ز فرق تا بہ قدم روح مخزن حسنات

عبیر گیسوئے مشکین شاہ محمد غوث
انیس فضل و جلیس مشائخ بے لوث

سراج طاق خم ابروان عابد شاہ
حدیقہ ز فرادیس سید موسیٰ

جلالِ تابش رخسارِ سید عیسیٰ
بہ اوج ہمچو ثریا بہ حلم چو دیبا

جمال روئے گلِ آغہ میر جی صاحب
گلیمِ فقر و نویدِ سحاب رحمت رب

شکوہ سیرت آقائے پیر جاں صاحب
ہیں تیری ذات میں مضمر بہ فیض شاہ عرب

ضیاء دیدۂ سید سعید احمد شاہ
وہ جن کے دوش پہ لہرائے آپ صورتِ ماہ

تبسم ز لب قند پاش شاہِ زماں
نثارِ نطق جوان ہے فصاحت سحباں

شعور و فہم غزالی بہ ہر بن موئے
وقار بوذر و سلمانِ پارسی خوئے

گل خلوص بہ فرقت ز سر خوشی ماندم
ضیاء اساسِ محبت بہ بندگی ماندم

حضور مولوی جی بحیثیتِ مفسر

ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی
جناح کالج برائے خواتین جامعہ پشاور

علم التفسیر اصطلاحاً وہ علم ہے جس میں قرآن حکیم کے معنی والفاظ اور مصداق سے انفرادی اور اجتماعی طور پر بحث کی جائے یعنی مشکل الفاظ کو حل کیا جائے۔ جملوں کی نحوی حالت سریع الفہم طریقہ سے بیان ہو اس کا مقصد قرآنی ہدایات وتعلیمات پر روشنی ڈالنا اور اسلامی شریعت کے اسرار ورموز کو ایسے طریقہ پر واضح کرنا ہے جو روح کیلئے پرکشش ہو، جس سے شرح صدر نصیب ہوتا ہو اور نفوس انسانی کشاں کشاں ہدایت الٰہی کی طرف چلے آئیں۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری تحریر کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کے مقاصد مبداء ومعاش، معاد اور فلاح ونجاح دنیا وآخرت ہوں۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ قرآنی تعلیمات کی تکمیل قرآن کے فہم وتدبر کے بعد ہی ممکن ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی اپنے اندر جو رشد وہدایت سموئے ہوئے ہے اور اس کا معجزانہ اسلوب بیان جن حکمتوں کا جامع ہے قرآن حکیم ان سرمدی اور ابدی تعلیمات کا مجموعہ ہے جو ہر دور اور ہر ملک میں پیدا شدہ دینی مسائل کا حل ہے اور یہی وہ اعجاز ہے جو صرف اور صرف قرآن پاک کی خصوصیت ہے۔

جب تک ان سے آگاہی حاصل نہ کی جائے تب تک اس پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے۔ اسی لئے یہ حکم واجب علی الکفایۃ ہے یعنی امت کے ذمہ اجتماعی طور پر قرآن حکیم فرقان مجید کی تفسیر کرنا واجب ہے لیکن اگر امت کے چند افراد بھی اس فریضہ کو ادا کردیتے ہیں تو باقی امت بری الذمہ ہو جائے گی۔
کتاب الٰہی بنی نوع انسان کی اصلاح وفلاح اور ان کے اعزاز واکرام کو برقرار رکھنے کیلئے نازل ہوئی ہے، عظیم تحقیقی وعلمی ذخائر کی جامع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک ہر دور میں کبھی کم اور کبھی زیادہ علماء کرام نے تفسیر قرآن حکیم کو اپنا فریضہ سمجھا۔ صحابہ کرام میں

مشہور مفسرین بہت کم تھے ۔صحابہ کرام وہی تفسیر بیان کرتے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ رسول اللہ ﷺ سے سنتے یا جو کسی آیت کا سبب نزول انہوں نے خود ملاحظہ کیا ہوتا یا جو چیز بطریق اجتہاد واستنباط ان پر منکشف ہوتی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاتقان فی علوم القرآن" میں مندرجہ ذیل مفسرین صحابہ کرام کا تذکرہ ہے: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، عبداللہ بن زبیر، انس بن مالک، ابوہریرہ، عبداللہ ابن عمر، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عائشہ صدیقہ وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

امام زرکشی "برہان" میں لکھتے ہیں کہ قرآن فہمی کی دو قسمیں ہیں:

۱: قرآن کا وہ حصہ جس کی تفسیر رسول کریم ﷺ اور صحابہ سے منقول ہو۔

۲: قرآن کا وہ حصہ جس کی تفسیر آنحضور ﷺ اور صحابہ سے منقول وماثور نہیں۔

پہلی قسم مزید دو اقسام میں منقسم ہے۔(۱) وہ تفسیر جو حضور نبی کریم ﷺ منقول ہو (۲) وہ تفسیر جو صحابہ سے مروی ہو۔ اس میں سے قسم اول (وہ تفسیر جو رسول کریم ﷺ سے منقول ہے) کی سند سے بحث کی جائے گی کہ آیا وہ صحیح ہے یا نہیں۔

قسم دوم یعنی صحابہ کے تفسیر کے بارے میں دیکھیں گے۔ اگر وہ لغت کے اعتبار سے تعبیر کریں یا ان اسباب وقرائن کی بناء پر جو بچشم خود انہوں نے ملاحظہ کئے تو اس پر بلاشک وتردد اعتماد کیا جائیگا۔

مفسر ابن کثیر ارشاد فرماتے ہیں

"جب کسی آیت کی تفسیر ہمیں کتاب وسنت میں نہ ملے تو ہم اقوال صحابہ کی جانب رجوع کریں چونکہ انہوں نے نزول قرآن کے احوال وقرائن بچشم خود ملاحظہ کئے تھے اسلئے وہ قرآن کی تفسیر ہم سے بہتر جانتے ہیں اور اس لئے بھی کہ ان میں فہم کامل، علم صحیح اور عمل صالح پایا جاتا تھا۔ خصوصاً کہ اکابر مثلاً

خلفائے راشدین، آئمہ اربعہ واہل علم صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین" (ابن کثیر، جلد اول صفحہ ۳)

جولوگ تفسیر قرآن حکیم کیلئے سب سے پہلے لغت عربی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کو ترجیح دے کر تفسیر ماثور تک کا انکار کر دیتے ہیں۔ وہ اصول تفسیر کے خلاف ہے کیونکہ جس طرح منشاء وحی الٰہی کو جناب رسول اکرم ﷺ سمجھتے تھے اس کو ایک لغوی اور ادیب نہیں سمجھ سکتا۔ امام لغت ابن تیمیہ اور مشہور مسلمان فلسفی اور مؤرخ ابن خلدون نے کہا

"عرب کے لوگ قرآنی معارف اور قرآنی الفاظ کی تقسیم غریب اور متشابہ وغیرہ اصطلاحات سے سارے کے سارے برابر نہیں بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے قرآنی معارف اور احکام کے سمجھنے کیلئے صرف عربی لغت ہی کافی نہیں بلکہ بسا اوقات سید دو عالم ﷺ کی اُس راہ نمائی کے بھی محتاج ہیں جو الہامی طور پر تعلیم کی گئی ہیں۔"

یہی قاعدہ متاخرین کے ہاں بھی ہے۔ مشہور محقق، مفسر مفتی عبدہ نے فرمایا

قرآن عزیز، علم فقہ، علم نحو اور دوسرے تمام مروجہ علوم کے قوانین اور اصول سے بالاتر ہے۔ دراصل تمام اصول کا منبع اور معیار قبول صرف قرآن عزیز ہے اسلئے جو قانون، ضابطہ کسی بھی علم کا قرآن عزیز کے موافق ہوگا وہ تو قبول ہوگا اور جو اس کلام الٰہی کے خلاف ہو اس کو رد کر دیا جائیگا۔ ہمارے لئے سب سے زیادہ اہمیت اور اعتماد اسی بات کو حاصل ہے جو صحابہ کرام اور تابعین نے فرمائی۔ یہی چیز فہم کلام کیلئے سب سے زیادہ معاون ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ مفسر القرآن کی نظر صاحبِ وحی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ پر ہو محض کسی لغت وغیرہ کا ایسا اعتبار نہ کیا جائے کہ وحی ربانی اور ارشادات نبوی ﷺ کے مقابلہ میں اس کو ترجیح دی جائے۔

ابتداء اسلام میں حدیث اور تفسیر قرآن عزیز کو یکجا ہی جمع کر لیا جاتا تھا چنانچہ یہ طریقہ بعد میں جاری رہا اور ہر محدث نے اپنی مرتبہ کتاب حدیث میں ابواب التفسیر کو جمع کر دیا ہے مگر پھر بھی جلیل

القدر تابعی حضرت مجاہد (المتوفی ۱۰۲ھ) نے تفسیر قرآن عزیز کو کتابی شکل میں جمع کر دیا تھا۔ جس سے امام شافعی اور امام بخاری جیسے جلیل القدر ائمہ کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں اشتہار کیا ہے۔ اسی طرح ابی بن کعب کی مرتبہ تفسیر اور حضرت ابن عباس کی تفسیر قرآن عزیز روایت کردہ علی ابن ابی طلحہ (المتوفی ۱۴۳ھ) پر بھی اعتماد کیا گیا ہے۔ علی ہذا القیاس جریج بھی مکتوبہ شکل میں تھی بلکہ ابن خلکان کی رائے میں اولین تفسیر قرآن عزیز جو کتابی شکل میں تھی وہ ابن جریج ہی کی ہے۔ (واللہ اعلم)

درحقیقت تفسیر قرآن حکیم دین اسلام سے محبت اور قرآن عزیز کے ساتھ قلبی لگاؤ کا نشان ہے۔ اس مقالہ میں جناب حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ تفسیر کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو آپ نے اپنی ادارت میں پشاور سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ رسالہ "الحسن" میں سلسلہ وار شائع کی ہے۔

سورۃ بقرہ کی اس تفسیر میں جناب سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اصول تفسیر و اصول حدیث کے مروجہ قوانین اور جید علماء مفسرین سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان تفاسیر کو اولیت دی جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یعنی "صاحب قرآن" سے محبت و عقیدت اور ان کے احترام کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل درحقیقت تفسیر قرآن ہے۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام، اہل بیت اور اولیاء کرام کے اقوال و اعمال بھی تفسیر قرآن میں ان کے پیش نظر رہے۔ آپ نے درس قرآن عمومی طور پر ۱۹۴۱ء شروع فرمایا جو روزانہ بعد از نماز مغرب تا عشاء ہوتا جبکہ خصوصی دروس قرآن حکیم کا بھی اہتمام کیا جاتا جو مختلف مواقع پر دیئے جاتے۔

آپ کے درس کی نمایاں خصوصیات یہ تھیں کہ اس میں ہر مکتب فکر کے لوگ شریک ہوئے۔ حاضرین میں اساتذہ، ڈاکٹر، انجینئر، وکلاء، سرکاری دفاتر کے ملازمین وغیرہ شامل ہوتے۔ آپ کے عالمانہ انداز کی کشش تھی کہ شہر کے ہر کونے سے فہمیدہ و سنجیدہ اصحاب درس میں کھنچے چلے آتے جو کہ بیک وقت علم و حکمت اور تصوف و معرفت کا مجموعہ ہوتا۔

انداز بیان ایسا تھا کہ متعلقہ آیت کا ترجمہ قرینہ سے کرتے پھر مطلب کی توضیح کرتے۔ الفاظ

کے لغوی معنی بیان فرماتے۔ ایک مضمون کی تمام آیات بطور حوالہ بیان فرماتے ۔تفسیری ادب و مفسرین کی آراء نیز متعلقہ احادیث نبوی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال بیان فرماتے، ذاتی رائے کا بھی اظہار فرماتے ۔نیز طریقہ سلوک اور فقیہانہ فہم کو اس طرح واضح فرماتے کہ مشکل سے مشکل مقام بھی سمجھنے والے کیلئے آسان ہوجاتا ۔مختلف لغات قرآن جیسا کہ عبدالدائم جلالی کی لغات قرآن، امام راغب اصفہانی کی مفردات القرآن، عبدالرشید نعمانی کی لغات القرآن وغیرہ وغیرہ سے حوالہ جات بھی دیتے۔

تفسیری خصوصیات تفسیر لکھتے وقت سب سے اہم اور احتیاطی پہلو ترجمہ کا ہوتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ موصوف نے اس طرف نہایت ہی عرق ریزی سے توجہ فرمائی اور آپ نے آیت کا آسان بامحاورہ ترجمہ کرنے کے بعد حل لغت فرمائی اور اعراب وبلاغت اور متعلقہ روایات کو بھی بیان کیا۔مثلاً جیسا کہ ”الحسن“ کے شمارہ نمبر ۱۹ کے صفحہ نمبر ۱۵ سے یایھا الناس اعبدوا سے صفحہ ۱۶ تک میں آپ کا انداز تفسیر بالکل جداگانہ ہے۔

آپ سب سے پہلے آیات کا ربط واضح فرماتے کیونکہ قرآن حکیم ہی تفسیر کا پہلا ماخذ ہے۔اس لئے قرآن مجید سے ہی اس کی وضاحت فرمانے کے بعد حدیث کا حوالہ دیتے ۔اللہ جل شانہ نے قرآن پاک کے ساتھ آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے قرآن حکیم کی صحیح تشریح کھول کھول کر بیان فرمادیں۔چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قول وعمل دونوں سے یہ فریضہ احسن طریقہ سے انجام دیا۔

حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ درس کے دوران حدیث بیان کرتے وقت سند حدیث کا ذکر کرتے تاکہ جو شخص چاہے راویوں کی تحقیق کرکے روایت کا صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کر سکے۔نیز محدثانہ تنقید کا رنگ بھی پایا جاتا تھا۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے چونکہ قرآن پاک کی تعلیم براہ راست حضور ﷺ سے حاصل کی تھی چنانچہ آپ ایسے حوالہ جات بھی بیان فرماتے جن پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہو۔درس کے دوران آپ اہم اصول اور قواعد فقہ، اصول

حدیث اور اصول تفسیر کو پیش نظر رکھتے اور تابعین کے اور علمائے سلف کے اقوال کو بھی نقل فرماتے تاکہ قاری حقیقی معنوں میں مستفید ہو سکے۔

الغرض آپ لغت، نحو، ادب و بلاغت کے علاوہ علم الکلام، عقائد فقہ اور تصوف کے رموز کو اسلاف امت سے ہی اخذ کرتے تھے۔ آپ کی بیان کردہ تفسیر کا مقصد انسان کے دل میں قرآن کی عظمت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ اور اولیائے کرام کی عظمت و محبت کو فروغ دینا اور قرآن پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اعمال کی اصلاح یعنی تزکیہ نفس کی طرف مائل کرنا ہے۔

بقیہ: داعی نظامِ مصطفیٰ ﷺ

زبان پہ بارِ الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کیلئے

سچ بات تو یہ ہے کہ آپ کی شخصیت حسن و جمال کا پیکر، اوصاف حمیدہ، کمالات دیدہ، خلوص و محبت، اخلاق و مروت کا پسندیدہ مجموعہ تھی۔ آخر وقت تک سید صاحب کبھی جمعیت علماء پاکستان صوبہ سرحد کے صدر اور کبھی مرکزی سینئر نائب صدر رہے۔ سید صاحب کے صدقہ جاریہ میں بہت سی چیزیں ہیں جن میں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد دینی کتب کے علاوہ صالح اولاد بھی شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقے سید صاحب مرحوم و مغفور کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ اور اپنے محبوب ﷺ کے طفیل آپ کی شفاعتِ عظمیٰ سے مالامال فرماتے ہوئے آپ کے اہل خانہ اور مریدین و متوسلین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔

اٰمِیْنَ بِجَاہِ حَبِیْبِہِ الْاَمِیْنِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

وہ لوگ ہم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیئے
ڈھونڈا تھا آسماں نے جنہیں خاک چھان کر

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیتِ فقیہ

سید یاسر بخاری (ایل ایل بی)

کسی شئے کے حصول کی خواہش کو طلب کہتے ہیں۔ یہ بھی ان تمام فطری جذبات کی مانند ہی انسان کے باطن میں پیدا ہوتی ہے جس کے سبب قلب وذہنِ انسانی کو تحریک ملتی ہے اور وہ اس مقصد کے حصول کیلئے تگ ودو شروع کر دیتا ہے۔ طلب کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) طلبِ صادق (۲) طلبِ کاذب

طلبِ صادق وہ ہے جو انسان کو بے چین کر دے اور اپنے مطلوب کی تلاش میں مصروف کر دے اور طلبِ کاذب وہ ہے جو فقط ارادہ کی صورت میں ہی قلبِ انسانی میں جاگزیں رہے اور ارادہ عملی شکل اختیار نہ کرے۔

اصطلاحِ تصوف میں معرفتِ حق وحقیقت اور تقربِ الٰہی کے حصول کی خواہش کو طلب کہتے ہیں۔ جب یہ طلبِ صادق انسان کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے تو یہ حصولِ حق وحقیقت کا ایسا جذبہ بن کر ابھرتی ہے جو طالب کو اس درجہ بے چین کر دیتی ہے کہ وہ اپنے مطلوب کی تلاش میں اپنا سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

ایسے جذبۂ صادق کو عطیہ ونعمتِ خداوندی سمجھنا چاہئے کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ جس پر اپنا فضل کرنا چاہے تو اس کے دل میں اپنی طلب ڈال دیتا ہے۔ اگر طلبِ صادق ہو اور جذبۂ مطلوب نے بے چین و بے آرام کر دیا ہو تو اگر وہ کافر ومشرک ہے تو اللہ جل مجدہ اس کو اپنے پسندیدہ دین اسلام کی دولت عطا فرما دیتا ہے۔ اگر مسلمان ہو تو ایمان کامل فرما دیتا ہے۔ مومن ہو تو اس کے دل کو صالحیت کی طرف راغب فرماتا ہے۔ صالح ہو تو اسے شہادت کے منصب جلیلہ سے نوازتا ہے اور اگر شہید ہو تو صدیقیت کے رتبہ بلند پر فائز فرما دیتا ہے اور یہی وہ صراط مستقیم ہے جو منزل مقصود تک رسائی ممکن بناتی ہے اور طالب ومطلوب سے ملا دیتی ہے۔

استاذی ومرشدی حضرت آقا علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے اسی طلب صادق اور جذبۂ کاملہ صادقہ سے سرفراز فرمایا تھا۔ حصول حق ومعرفت کی جو تڑپ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں موجزن تھی وہ اس ذات علیم وخبیر سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی تھی۔ وہ ذات کہ جو علام الغیوب ہے اس نے اپنا خاص فضل وکرم فرماتے ہوئے حضور مولوی جی رحمت اللہ علیہ کو امتیاز وفضیلت عطا فرمائی اور اپنی آغوش رحمت میں لے لیا۔ اپنے پروردگار کی یہی محبت تھی جو حضور قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو کشاں کشاں دینی تعلیم کے حصول کی طرف لے گئی۔ آپ نے ساتویں جماعت میں دنیوی تعلیم کو خیر باد کہا اور تحصیل علوم دینیہ میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

حضور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ بِہٖ عِلْمًا سَھَّلَ اللہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل)

ترجمہ: جو شخص ایسی راہ پر چلا جس کے ذریعے وہ علم طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے آخرت میں جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

مَنْ یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ نیکی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور کے جید ومستند علماء کرام واساتذہ سے علوم متداولہ کی تکمیل فرمائی۔ آفتاب علم ومعرفت شیخ التفسیر والحدیث واعظ بے بدل حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ علی احمد جان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے مسلسل سات سال تک اکتساب علم کیا اور قرآن وحدیث کا درس لیتے رہے۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے صحاح ستہ کی تکمیل فرمائی اور سند حدیث حاصل کی۔

علاوہ ازیں فقہ کی کتب آپ نے حضرت علامہ مولانا سید محمد ایوب شاہ صاحب جعفری رحمۃ اللہ علیہ اور

مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو اپنے وقت کے ماہرفن اساتذہ اور علم کے منابع تھے۔

استاذی ومرشدی حضرت آقا مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی فقہی بصیرت اور معاملہ فہمی ناقابل بیان ہے۔ آنجناب نے کئی مواقع پر اس کا اظہار کچھ ایسے انداز میں فرمایا کہ حاضرین محفل دنگ رہ گئے۔ نہایت دقیق مسائل فقہ کا بھی ایسا بھرپور اور دلنشین پیرائے میں جواب ارشاد فرماتے کہ سننے والے، خواہ وہ کسی بھی شعبۂ حیات سے تعلق رکھنے والے ہوں، سمجھ جاتے اور وہ بات ہمیشہ کیلئے انہیں ذہن نشین ہو جاتی۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے درس قرآن مجید کا باقاعدہ آغاز ۱۹۴۱ء سے کیا جو بفضلِ باری تعالیٰ ۲۰۰۲ء تک جاری وساری رہا۔ کم وبیش ساٹھ سال کا یہ طویل عرصہ آپ نے لوگوں کو قرآن مجید فرقان حمید کی بہترین تعلیم فراہم کی۔ یہ درس قرآن مجید جس شان اور جس نوعیت کا حامل تھا اس کا بیان وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کہ اس دور میں آپ کے قریب رہے ہوں یا آپ کے حلقہ درس میں شامل رہے ہوں۔ الحمد للہ علی احسانہ کہ راقم گنہگار روسیاہ بھی آپ کے حلقہ درس میں شامل رہا اور ہوش سنبھالنے کے بعد سے آخری وقت تک آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت بابرکات سے فیضیاب اور علمی مجالس کی خوشہ چینی کرتا رہا۔

درس قرآن مجید عموماً بعد از نماز مغرب شروع ہو جاتا جس میں آسان تحت اللفظ ترجمہ پھر بامحاورہ ترجمہ اور تفسیر بیان ارشاد فرماتے۔ آپ کے درس میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوتے۔ مثلاً ڈاکٹرز، انجینئرز، وکلاء، تاجران، طالب علم، سرکاری ملازمین، علماء کرام حضرات، حفاظ کرام اکثر آپ کے درس میں شامل ہوتے۔

دورانِ درس کئی ایسی مقامات آتے جہاں سے فقہی مسائل کا استنباط ہوتا اور آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی شفقت ومحبت سے ان کا جواب فقہ حنفی کی روشنی میں ارشاد فرما کر سائل کو مطمئن فرما دیتے۔ آپ کا معمول تھا کہ اگر کوئی مسئلہ سمجھایا اور محسوس کیا کہ سائل کو دشواری محسوس ہو رہی ہے تو بار

باروہرا کر یا مثالوں سے واضح کر کے سائل کی تسلی فرما دیتے۔

درسِ قرآن مجید کے دوران آیہ کریمہ

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرہ: ۲۰۰)

ترجمہ: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ (ترجمہ از کنزالایمان)

کی تفسیر ارشا فرماتے ہوئے ذکرالٰہی کا طریقہ سمجھایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد تکبیر یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنا تہلیل کے ساتھ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اور تمجید یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کا پڑھنا ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ فقہاء کرام نے اس آیہ کریمہ سے ذکر جہر اور ذکر جماعت کا جواز ثابت کیا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر شراب و جوئے کی حرمت و نجاست سے متعلق آیت

(يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ--- الآیہ (البقرہ: ۲۱۹) ترجمہ: تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں---الخ (ترجمہ از کنزالایمان)

کے بارے میں امام الاولیاء سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا ارشاد نقل فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اگر شراب کا ایک قطرہ کنویں میں گر جائے اور بعد ازاں اس جگہ منارہ تعمیر کیا جائے تو میں اس جگہ اذان نہ کہوں اور اگر دریا میں بھی شراب کا ایک قطرہ گر پڑے پھر اس کے بعد وہ دریا خشک ہو جائے اور وہاں گھاس پھونس پیدا ہو تو میں اس چراگاہ میں بھی اپنے جانوروں کو نہ چراؤں۔

علاوہ ازیں اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں "روح البیان" کے حوالے سے فقہی مسئلہ ارشاد فرمایا کہ اس آیہ کریمہ سے فقہاء نے استنباط کیا ہے کہ شطرنج، تاش وغیرہ ہار جیت کے کھیل اور جن پر بازی لگائی جائے سب جوئے کی تعریف میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کو علوم القرآن پر مکمل عبور حاصل تھا اور ناسخ و منسوخ آیات پر بھی آپ کی

گرفت تھی۔

سورۂ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیت

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ج صلے وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِھِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ج فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ط وَ اللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (البقرہ: ۲۴۰)

ترجمہ: اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑ جائیں وہ اپنی عورت کیلئے وصیت کر جائیں سال بھر تک نان نفقہ دینے کی بے نکالے پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انہوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (ترجمہ از کنزالایمان)

کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عرب میں یہ قاعدہ تھا کہ اگر عورتیں بیوہ رہ جاتیں تو ان کو پورے ایک برس تک گھر میں ہی رکھا جاتا اور ضروریات زندگی فراہم کی جاتیں۔ یہ ایک برس کا وقفہ اس بیوہ کی عدت کہلاتا تھا یہ حکم ابتدائے اسلام میں بھی تھا لیکن جب اس آیت سے

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْھُرٍ وَّ عَشْرًا (البقرہ: ۲۳۴)

ترجمہ: تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو روکیں رکھیں (ترجمہ از کنزالایمان)

عدت کی مدت کا تعین ہو گیا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

اسی طرح جب آیت میراث اتری جس میں عورتوں کے الگ حصے قائم کر دیئے گئے تو یہ حکم مَتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ بھی منسوخ ہو گیا۔

علاوہ ازیں عربی لغات اور علم معانی، صرف نحو اور دیگر متعلقہ فنون کے علاوہ فن قرأت پر بھی کامل دسترس حاصل تھی۔ اتنی خوش الحانی سے قرأت فرماتے کہ حاضرین کے دل یک لخت نرم ہو جاتے اور کلام الٰہی براہ راست لوگوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتا۔ یہ حسن نطق اور تاثیر زبان بے شک و

شبہ اللہ والوں کو ہی نصیب ہوتی ہے اور یہ اولیاء اللہ کا ہی خاصہ ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی قرآن مجید پڑھنا سیکھنا ہو تو اہل اللہ سے پڑھو۔ یہ لوگ کلام الٰہی کی برکت سے ذات الٰہی تک پہنچا دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے اساتذہ کرام حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ علی احمد جان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ مجاز تھے۔ نیز حضرت علامہ مولانا گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے اور یہ بات مسلم ہے کہ ہر دو حضرات اپنے وقت کے کاملین اہل اللہ میں سے تھے۔ رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید فرقان حمید کی تفسیر پندرہ روزہ "الحسن" پشاور میں تفسیر القرآن الحسنیہ" کے نام سے قسط وار شائع کرنے کا آغاز فرمایا اور یوں آپ کے علوم و معارف "الحسن" کے صفحات کی زینت بنتے رہے۔ لیکن پیرانہ سالی اور علالت کے باعث یہ کام بند کرنا پڑا۔ ضعف بصارت کے باعث موصوف اپنی زبان مبارک سے تفسیر ارشاد فرماتے اور راقم قلم بند کرتا جاتا (الحمد للہ ثم الحمد للہ یہ کہ سعادت راقم کے حصے میں آئی) اور یوں سورۂ بقرہ کی مکمل و جامع تفسیر "الحسن" میں شائع ہو چکی ہے۔ آپ کا انداز بیان سادہ، عام فہم اور با محاورہ تھا اسی لئے ہر عمر اور ہر طبقہ کے لوگوں کو آپ کی بات بآسانی ذہن نشین ہو جاتی۔

درس قرآن مجید کے ساتھ ساتھ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کی درس بھی دیتے رہے۔ آپ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جس انداز سے خدمت فرمائی اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

آپ درس حدیث میں مشکوٰۃ المصابیح عموماً اور صحاح ستہ خصوصاً پڑھاتے رہے۔ درس حدیث میں بھی استفادہ کرنے والے آپ کے عقیدتمند شاگرد، ڈاکٹرز، انجینئرز، وکلاء، طالبعلم، یونیورسٹیوں کے پروفیسرز، تاجر برادری اور علماء کرام و حفاظ کرام کثرت سے شریک ہوئے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درس کے موقع پر آپ کی خوشی دیدنی ہوتی، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ صادق آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کی ساری زندگی تعلیم و تعلم، درس و تدریس میں گزری۔ اور راقم کا یہ بھی

مشاہدہ رہا کہ ضعیفی و پیرانہ سالی اور عدیم الفرصتی کے باوجود کبھی درس کا ناغہ نہیں فرمایا بلکہ اگر کوئی شاگرد چھٹی کرتا تو دوسرے دن اس سے بازپرس فرماتے۔ اور اتنے پیار سے بلاتے کہ وہ شاگرد خود ندامت محسوس کرنے لگتا۔ دوران حدیث آپ اکثر ارشاد فرماتے کہ قرآن وحدیث اگر سمجھنا ہے تو حب رسول ﷺ کی عینک لگا کر مطالعہ کیا جائے۔ اپنے استاذ محترم حضرت حافظ علی احمد جان رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے کہ میرے استاذ محترم یہ شعر ارشاد فرماتے تھے

بے حب نبی جو کہ پڑھاتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

درس قرآن مجید کی طرح درس حدیث نبوی ﷺ بھی فقہی بصائر و نظائر سے مملو ہوتا جہاں کہیں بھی کوئی ایسی حدیث شریف سامنے آتی تو اسی وقت ارشاد فرماتے کہ فقہائے احناف نے اس حدیث سے فلاں مسئلہ مستنبط کیا ہے۔

ایک مرتبہ شمائل ترمذی کے درس کے دوران بَابُ مَا جَاءَ فِيْ بُكَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ میں ایک حدیث شریف جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور کائنات ﷺ کی صاحبزادی کی تدفین پر حاضر ہوئے اور رسول مقبول ﷺ قبر کے قریب تشریف فرما ہوئے پس میں نے دیکھا کہ سید عالمین ﷺ کی دونوں مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ سو ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے آج رات اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی ہو۔ ابوطلحہ نے عرض میں ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ قبر میں اتر تو وہ قبر میں اترے" یہ صاحبزادی جن کا انتقال ہوا تھا جناب ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں اور سیدنا عثمان ذی النورین کی دوسری بیوی تھیں۔

اس کی تشریح کے ضمن میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"حضور کے اس ارشاد کہ ابوطلحہ تو قبر میں اتر اور پھر وہ اترے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ولی میت کی اجازت سے عورت کی قبر میں اجنبی اترے اور یہ جائز ہے"۔

اس طرح بخاری شریف کے درس کے دوران حدیث نبوی ﷺ اَلشَّهرُ هٰکَذَا وَ هٰکَذَا وَ هٰکَذَا کی تشریح وترجمہ بیان فرمایا کہ "رسول مقبول ﷺ نے مہینہ کے دنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ مہینہ اتنے دنوں کا ہوتا ہے (اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دکھائیں) یعنی ہاتھ بلند کر کے پہلے ۱۰ کا اشارہ، پھر ۱۰ کا اشارہ، پھر ۱۰ کا اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے یہ عمل دوبارہ بھی دہرایا اور پہلے ۱۰ کا، پھر ۱۰ کا اور تیسری بار ایک انگلی نیچے کر لی اور ۹ کا ارشاد کیا۔ یعنی مہینہ تیس دن کا بھی ہوتا ہے اور انتیس دن کا بھی"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح فرماتے ہوئے کہا تھا کہ یہ تمام حدیث نبوی ﷺ اشاروں پر مشتمل ہے اور اعداد کی جگہ آپ ﷺ نے اشارے فرمائے لہٰذا فقہائے احناف کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنی جورو کو طلاق دے اور زبان سے یہ کہے کہ تمہیں اتنی بار طلاق اور دو انگلیوں یا تین انگلیوں دکھائے تو یہ طلاق صریحاً واقع ہو جائے گی کیونکہ اشارہ عدد کو کفایت کرتا ہے۔

درسِ حدیث کے دوران ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نبی پاک ﷺ نے کبھی بھی نماز قضاء نہیں کی کیونکہ نماز قضاء کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ کے حکم میں تاخیر کرنا ہے جو کہ نافرمانی ہے اور ملائکہ جب اللہ کے حکم میں تاخیر نہیں کرتے تو نبی کریم ﷺ کا مقام ان پر زیادہ بلند و اعلیٰ وارفع ہے اور آپ ﷺ کے متعلق حکم ربی کی نافرمانی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ایسی بات انسان کے ذہن میں آجائے تو ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ فجر کی قضاء کی تو ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عمل تعلیمِ امت کیلئے تھا تا کہ امت قضا نماز کی ادائیگی کا طریقہ سیکھ لے۔

اس کے علاوہ قرآن وحدیث ایسی لاتعداد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن کی تفسیر وتشریح فرماتے ہوئے آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے بے شمار فقہی مسائل کو سلجھایا اور مسائل کے استنباط کی جانب توجہ دلائی۔

آنجناب رحمۃ اللہ علیہ تقریباً تیس برس تک جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی پشاور شہر میں جمعہ کی خطابت بھی فرماتے رہے۔ آپ کے مقتدی وشاگرد اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ اپنی تقاریر ومواعظ میں عوام الناس کے روزمرہ مسائل ومشکلات کا علمی روشنی میں آسان وسادہ جواب عنایت فرماتے۔

ہر طرح کے مسائل خواہ وہ دنیوی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں یا امور دینی سے، آپ ان کا شافی جواب ارشاد فرماتے۔ بعد ازاں ۱۹۸۶ء کے بعد سے آپ نے جمعہ کی خطابت بھی اپنے جد امجد حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک سے ملحقہ مسجد میں شروع فرما دی اور یہی معمول برقرار رکھا۔

آپ نے ہمیشہ اپنے خطبات ومواعظ میں فقہ حنفی کی امتیازی خصوصیات کو اجاگر کیا اور مسلک حق اہل سنت والجماعت اور اہل طریقت کے عقائد کی تعلیم فرمائی اور انہی عقائد سے وابستہ رہنے کی تلقین فرمائی۔ اہل پشاور کی کثیر تعداد آپ سے ہمیشہ فیضیاب ہوتی رہی اور جمعہ وعیدین کے اجتماعات میں عوام جم غفیر کی صورت میں شہر کے دور دراز علاقوں سے آکر آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے اور آپ مواعظ حسنہ سے مستفید ہوتے۔

علاوہ ازیں آپ ہر سال ربیع الاول شریف میں پشاور شہر، صدر اور ملحقہ دیہات ومضافات میں تشریف لے جاکر تنظیموں کی جانب سے منعقد کردہ جلسوں میں خطاب فرماتے رہے، جس سے لاکھوں مسلمان واہل سنت استفادہ کرتے رہے۔ آپ اس قدر دلنشین اور مؤثر خطاب فرماتے کہ سننے والے دم بخود ہمہ تن گوش آپ کو سنتے رہتے اور اپنے قلوب واذہان کو منور کرتے رہتے۔

درس قرآن وحدیث وخطبات کے علاوہ آپ کی علمی کاوشوں میں سب سے نادر تحفہ فقہ کی ان مستند کتب کا ترجمہ وتشریح کی آڈیو کیسٹس پر ریکارڈنگ ہے جو درسی کتب میں شامل ہیں۔ آپ نے ان کتابوں کے درس بھی دیئے جن سے کئی طلباء مستفید ہوئے۔ ان کتابوں میں قدوری، خلاصہ کیدانی، کنز الدقائق اور منیۃ المصلی وغیرہ شامل ہیں۔

ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام پشاور کی جانب سے قدوری کا اردو ترجمہ وتشریح بنام "درس قدوری" ۲۰۰۲ء میں شائع ہو کر عوام الناس سے عموماً اور علماء کرام وشائقین علم فقہ کی جانب سے خصوصاً زبردست پزیرائی حاصل کر چکا ہے۔ تقریباً تین سو (۳۰۰) صفحات پر مشتمل یہ ترجمہ وتشریح فقہ حنفی کی ایک مستند کتاب ہے، جس میں کتاب الطہارت، کتاب الصلوۃ، کتاب الصوم وکتاب الحج کے ضمن میں

کئی ابواب قائم کئے گئے ہیں جن کے مطالعہ سے عوام الناس کو کئی ایک دینی مسائل میں الجھنیں دور ہوتی ہیں۔

عصر حاضرہ کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر آپ نے کئی فقہی مسائل پر الگ سے تحقیق مقالے بھی قلم بند فرمائے اور عوام اہل سنت کی صراط مستقیم کی طرف کامل انداز سے رہنمائی فرمائی۔

اس سلسلے میں آپ نے ایک رسالہ تفضیل تقبیل ابہامین یعنی حضرت سید الکونین ﷺ کے نام نامی واسم گرامی لیتے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا سنت ہے تحریر فرمایا۔ صفحہ ۱۱، ۱۲ رسالہ ہذا۔

جنازہ کے ساتھ ذکر الٰہی کرنے کا مسئلہ

جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر الٰہی کرنے کے مسئلہ کو آپ نے جس خوبصورت احسن انداز میں پیش کیا ہے اپنا جواب نہیں رکھتا۔ آپ نہایت ہی مدلل انداز میں جنازے کے ساتھ ذکر بالجہر کا جواز پیش فرمایا ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ سے بھی خوشہ چینی فرماتے ہوئے ان کا یہ فتویٰ بھی رسالہ مذکورہ میں شامل فرمایا۔ مزید براں مفتی پاکستان علامہ عصر حضرت ابوالبرکات سید سعید احمد شاہ صاحب (سابق صدر جمعیت العلماء پاکستان وصدر انجمن حزب احناف پاکستان لاہور) اور مفتی اعظم جمعیت العلماء اہل سنت والجماعت الحاج حضرت مولانا شائستہ گل صاحب المعروف منہ مولانا صاحب کے فتاویٰ بھی شامل اشاعت فرما کر بے حساب خراج تحسین حاصل کیا، صفحہ ۱۹، ۲۰ رسالہ ہذا۔

مردوں کو ثواب پہنچنے کا مسئلہ

ایصال ثواب کیلئے جو فاتحہ قل و چہلم یا خیرات وغیرہ کی جاتی ہے اس کا جواز پیش کیا گیا ہے۔ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وحدیث وکتب فقہ کی روشنی میں مسئلہ مذکورہ پر تفصیل سے بحث کی ہے اور مخالفین وصاندین کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔

ڈاڑھی منڈے امام یا حافظ قرآن کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ

رسالۂ مذکورہ میں علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث نبویہ علی صاحبہا علیٰ صلوٰۃ و السلام اور فقہائے احناف کی کتب کی عبارات کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ڈاڑھی منڈے امام یا حافظ قرآن کے پیچھے نماز خواہ فرض ہے یا سنت تراویح، مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ

لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھتے اور نماز جنازہ کو بھی پنجگانہ نماز کی مسجد میں ادا کر لیتے ہیں۔ فقہائے کرام نے اس کی سختی سے تردید فرمائی ہے کہ جس مسجد میں پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے وہاں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے عوام الناس کی رہنمائی فرماتے ہوئے اور ہر خود غلط جاہل علماء کی طرف سے پھیلائے ہوئے خدشات کو بزبان قلم رد فرمایا اور نہایت تحقیقی مضمون مسئلہ مذکورہ پر قلم بند فرمایا جو کہ عوام کیلئے مشعل ہدایت ہے۔

اثبات ختم مبارک آیہ کریمہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

رسالۂ ہذا میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فقہائے احناف علمائے امت کے اقوال کی روشنی میں آیہ مذکورہ بالا کو اجتماعی شکل میں سوا لاکھ مرتبہ پڑھنے کا جواز پیش فرمایا ہے قضائے حوائج کیلئے۔

اس کے علاوہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ نے نماز کے مسائل پر ایک مبسوط و ضخیم تحقیقی کتاب مرتب کی جسے "نماز مقبول" کے نام سے موسوم کیا۔

مذکورہ بالا تمام کتابوں کو زبردست پذیرائی حاصل ہوئی اور عوام الناس کے پرزور اصرار پر ان کے کئی ایڈیشن زیور طباعت سے آراستہ ہو کر عوام کے ہاتھوں میں پہنچے اور ہاتھوں ہاتھ لئے گئے۔

آپ کا معمول تھا کہ جب بھی کسی فقہی مسئلہ پر تحقیق کرنی ہوتی مستند کتب فقہ حنفیہ کی جانب

رجوع فرماتے۔کتاب بینی کا بہت شوق تھا اور کتابوں سے عشق تھا جس کی بدولت آپ نے کتابوں کی اچھی خاصی تعداد اپنے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ کرلی تھی جس میں قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، تصوف، ادب، سوانح اور دیگر کئی علوم وفنون پر کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔

کئی ایک نادرونایاب مخلوطات بھی آپ کے کتب خانے میں موجود ہیں اس عظیم علمی ذخیرے کی وجہ سے آپ کا یہ ذاتی کتب خانہ ایک حوالہ جاتی کتب خانے کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور دور دراز سے محققین ومصنفین یہاں آکر آپ کے کتب خانہ سے علمی استفادہ کرتے رہتے ہیں۔آپ کی فقہی بصیرت کے پیش نظر اہل پشاور کی اکثریت کا یہ معمول تھا کہ وہ عیدین اور رویت ہلال کے مسئلہ پر آپ کے فیصلہ کو حرفِ آخر سمجھتے تھے اور آپ کے ارشاد کے مطابق ہی روزہ رکھتے اور عید مناتے۔ علاوہ ازیں آپ ایک طویل مدت تک صوبہ سرحد کی رؤیت ہلال کمیٹی کے ممبر بھی رہے۔

اس کے علاوہ کئی دیگر ایسی مثالیں موجود ہیں جو اختصار کے سبب ضبط تحریر میں لانے سے رہ گئی ہیں۔ان شاءاللہ اسی موضوع کو آئندہ کسی وقت مزید اضافات کے ساتھ ازسرنو مرتب کیا جائے گا۔ مضمون ہذا توفقط حصول نیاز وبرکت کیلئے تحریر کیا گیا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ استاذی ومرشدی حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات سے ہم سب کو مستفیض فرمائے

اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

قطعہ

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

مرشد میرا شہباز الٰہی، وچ رلیا سنگ حبیباں ھو
تقدیر الٰہی چھکیاں ڈوراں، کداں ملسی نال نصیباں ھو
کوہڑیاں دے دکھ دور کریندا، کرے شفا مریضاں ھو
ہر حک مرض دا دارو تو ہیں باھو، کیوں گھتائیں وس طبیباں ھو

حبِ صحابہ کرام اور حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

قمر صدیقی قادری

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری اپنی تصنیف ''رسالہ قشیریہ'' میں رقمطراز ہیں کہ

''حب کے معنی ہیں محبت، یہ حبہ کی جمع ہے اور حبۃ القلب دل کا وہ مقام ہے جس پر دل کا دارومدار ہے لہذا محبت کا نام اپنے محل کے نام پر رکھا گیا ہے۔''

یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ لفظ ''حبۃ'' (کسر حاء کے ساتھ) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''بیج'' کے ہیں چنانچہ جس طرح بیج نباتات کا مغز ہے اسی طرح محبت بھی زندگی کا مغز ہے۔اس لئے اس کا نام حب رکھا گیا ہے۔محبت جب درجہ کمال کو پہنچتی ہے تو ''عشق'' کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔عشق وہ جذبہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عشق کے سامنے آگ کا بہت بڑا الاؤ بے ضرر ٹھنڈک میں تبدیل ہوگیا جبکہ فرہاد نے عشق ہی کی بدولت جوئے شیر بہادی۔اول الذکر عشق حقیقی کا مظہر تھا اور آخر الذکر عشق مجازی کی جلوہ آرائی تھی۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب یہی عشق حقیقی اولیاء اللہ کے دلوں میں موجزن ہوتا ہے تو ان کی عزت و آبرو و مال و دولت اور زندگی کا ہر لمحہ عشق رسول ﷺ کیلئے وقف ہو جاتا ہے کیونکہ عشق مصطفوی ﷺ کے بغیر عشق حقیقی کا تصور محال ہے۔

سیدی و مرشدی مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف بہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات عشق رسول ﷺ کا مظہر تھی۔آپ کے کلام سے عشق رسول ﷺ کی خوشبو آتی اور آپ کا ہر عمل اتباع و اطاعت رسول ﷺ کا مکمل نمونہ ہوتا۔کیونکہ بخاری شریف میں حدیث پاک ہے کہ ''تم میں سے کوئی ایک اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں'' کسی شاعر نے کیا خوب کہا

ہوجائے تیری یاد میں یہ زندگی تمام
دل میں ہو تیرا ذکر لبوں پر ہو تیرا نام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ کی کمال درجہ کی محبت اسی عشق کا تسلسل ہے۔ چونکہ عشق کا محور و مرکز تو رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات ہی ہے۔

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

لیکن محبوب سے نسبت رکھنے والی ہر چیز بھی محبوب ہوتی ہے جبکہ صحابہ کرام تو سید المرسلین ﷺ کے علم کے وارث، اتباع و اطاعت رسول میں سرفہرست اور حضور ﷺ سے سب سے زیادہ محبت اور حسن ظن رکھنے والے ہیں۔ تو پھر عاشق رسول ﷺ کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا جاگزیں ہونا لازمی امر ہے۔ اس لئے آپ پندرہ روزہ "الحسن" پشاور کے شمارہ نمبر ۱۹۷ کے شذرہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

> "پیارے محبوب، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد ﷺ کی محبت از روئے قرآن وحدیث مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس محبت رسول کی تکمیل تبھی ممکن ہے جب سرور عالم وعالمیان ﷺ کے ساتھ تعلق رکھنے والی تمام ذوات مقدسہ (امہات المومنین، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے ساتھ بھی عقیدت و محبت رکھی جائے اور ان کی تعظیم و تکریم بجا لانے کا بھی پورا پورا اہتمام کیا جائے"

اس کا عملی ثبوت یہ ہے کہ ساری زندگی آپ کی زبان مبارک اور قلم خاتم النبیین ﷺ، اہل بیت اطہار علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان و عظمت اور تعریف وتوصیف بیان کرنے کیلئے مصروف عمل رہے۔

ارشادِ ربانی ہے

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ: ۴۰)

ترجمہ: صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔(ترجمہ از کنزالایمان)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سیدی و مرشدی حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے صحابی کہہ کر یاد فرمایا، علماء اہلسنت و الجماعت کا متفقہ فتویٰ ہے کہ جو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرے وہ کافر ہو جاتا ہے"

اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ

"حزن اور خوف دو الگ احساسات ہیں جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس: ۶۲)

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم (کنزالایمان)

تو خوف اس احساس کو کہتے ہیں جو اپنی ذات کے متعلق انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور اردو میں اس کیلئے لفظ "ڈر" کا استعمال ہوتا ہے جبکہ "حزن" اس احساس کو کہتے ہیں جو کہ دوسروں کی ذات کے متعلق انسان کے دل و دماغ میں پیدا ہوتا ہے اور اردو میں اس کیلئے "غم" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صرف اور صرف پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر دامن گیر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو کمال درجہ کا عشق تھا۔ دوسری جانب اللہ تعالیٰ اور اس کا پیارا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جانثار کی یہ دلی کیفیت ملاحظہ فرما رہے تھے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان الفاظ میں تسلی دی کہ تحقیق ہم دونوں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں"۔

ایک دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا کہ

”حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر موقع پر بڑھ چڑھ کر قربانی پیش کی۔ پہلی مرتبہ جب مسجد نبوی ﷺ کیلئے جگہ خرید کر دی، دوسری مرتبہ رومہ کا کنواں خرید کر مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا اور تیسری مرتبہ قحط کے زمانے میں ایک ہزار غلے سے لدے ہوئے ہوئے اونٹ مسلمان فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان الفاظ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو انعام بخشا

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ط وَ اللهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ اللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ: ۲۶۱)

ترجمہ: ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کیلئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔(ترجمہ از کنز الایمان)“

ایک اور جگہ فرمایا

وَ كُلًّا وَّعَدَ اللهُ الْحُسْنٰى

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے سب کے ساتھ جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اس کی تفسیر یوں بیان کی کہ

”تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنتی ہیں اس لئے ہمیں ان پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اسی لئے علماء اہل سنت والجماعت نے فرمایا کہ جتنے بھی اختلاف صحابہ کرام کے درمیان ہوئے ان کے متعلق زبان کو بند رکھنا چاہئے کیونکہ مذکورہ بالا آیت پر ہمارا ایمان ہے۔ حضور پاک ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا۔

وَ مَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِیْ اَصْحَابِیْ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ اَسَآءَ الْقَوْلَ فِیْ اَصْحَابِیْ فَهُوَ مُنَافِقٌ یعنی جس نے میرے صحابہ کے متعلق اچھی بات کہی وہ مومن ہے اور جس نے میرے اصحاب کے متعلق بری بات کہی وہ منافق ہے۔

(نورالابصار صفحہ ۵) اور سورۃ حشر کی آیت نمبر ۸

وَ یَنْصُرُوْنَ اللہَ وَ رَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

(اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں)

سے ثابت ہوا کہ حضور پاک ﷺ کے تمام صحابہ سچے ہیں"۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے عشق کا حال بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ

"جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بھائی اور قبیلہ والے ان کو واپس لے جانے کیلئے حضور ﷺ کے پاس آئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ اس سے پوچھ لو، یہ نہیں فرمایا کہ اے ابوذر چلے جاؤ کیونکہ حضور ﷺ ان کی دلی کیفیت سے باخبر تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جانے سے انکار کر دیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں صبح و شام یہاں پر آپ ﷺ کی شکل و صورت مبارک دیکھنے کیلئے بیٹھا ہوں۔ ان کے متعلق صوفیائے کرام نے فرمایا کہ یہ امت محمدیہ ﷺ کے مجذوب اول ہیں"۔

ایک محفل میں یہ واقعہ بیان فرمایا کہ

"حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ تشریف فرما ہیں پہلو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں، باہر سے آنے والے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے ہیں۔ جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ حال دیکھا تو اٹھے اور اپنی چادر حضور پاک ﷺ کے سر اقدس پر پھیلا کر کھڑے ہو گئے تا کہ آنے والا حضور نبی

کریم ﷺ کو پہچان لے"

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا کہ

"جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فنافی الرسول تھے۔یہی وجہ تھی کہ لوگ حضور ﷺ کو پہچان نہیں رہے تھے"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

"ایک صحابی کی فضیلت وعظمت کا بیان اس طرح نہ ہو کہ دوسرے صحابی کی توہین وتنقیص ہو کیونکہ یہ گناہ عظیم ہے بلکہ اس طرح کرنے سے مسلمان ایمان کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے۔"

ایک مقام پر اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار یوں فرمایا

"یاد رکھنا چاہئے کہ توحید ورسالت لازم وملزوم ہیں۔نیز اہل بیت اطہار وصحابہ کرام کی محبت وعقیدت کے باعث ہی ایمان کامل ہوتا ہے کیونکہ اگر صحابہ کرام ہماری ایک آنکھ ہیں تو اہل بیت اطہار دوسری،اگر صحابہ کرام ہمارا دماغ ہیں تو اہل بیت اطہار ہمارا قلب،اگر صحابہ کرام جسم ہیں تو اہل بیت اطہار روح کا درجہ رکھتے ہیں۔جس طرح ایک صحتمند انسان کیلئے یہ سب چیزیں اہمیت کی حامل ہیں اسی طرح ایمان کے کامل ہونے کیلئے ان دونوں جماعتوں سے محبت کا ہونا لازمی ہے۔"

سیدی ومرشدی نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ صحابہ کرام سے روایت کردہ احادیث مبارکہ کا درس لینے اور دینے میں صرف کیا۔حضرت مولانا گل فقیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں کئی برس شامل رہے اور سند حاصل کی۔بعد ازاں خود درس حدیث کا سلسلہ شروع کیا۔اپنی بیماری اور تکلیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہمیشہ علم حدیث کی اشاعت وترویج کیلئے کوشاں رہے۔ماہ رمضان میں آپ نماز ظہر کے بعد دو تین گھنٹے درس کا سلسلہ جاری رکھتے لیکن آپ کے نورانی چہرے پر کبھی بھی تھکن کے آثار نمودار نہ ہوتے۔ذوق وشوق کا عالم آغاز سے اختتام تک قائم رہتا۔درس کے دوران

آپ پر سرور کا عالم طاری رہتا۔ یہی نہیں بلکہ جمعہ کے خطبات، دروس، محافل میلاد و عرس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑائی و توقیر مدلل انداز سے فرماتے اور مسلمانوں میں ان عقائد کی ترویج کرتے جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی حیات مقیدہ میں جمے رہے۔ اپنی محفل میں اہل بیت اطہار، صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی تحقیر و تنقیص کو قطعاً برداشت نہ کرتے لیکن سمجھانے کا طریقہ وہی ہوتا جو صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کے طریقے کو ملاحظہ کر کے اپنایا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس قصوروار شخص کی طرف اشارہ نہ کرتے بلکہ عمومی طور پر یہ کہہ کر کہ "جو ایسا کرتے یا کہتے ہیں" اپنا مدعا بیان فرماتے۔

ایک ایسی ہی نورانی محفل میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم گرامی لاپرواہی سے لیا گیا۔ تو آپ نے انتہائی دلکش انداز میں توجہ دلائی کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ کو مطہرہ کے لقب سے نوازتا ہے تو پھر ہمیں بھی چاہئے کہ ہم انہیں حضرت عائشہ صدیقہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام سے یاد کریں۔

آپ نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ "خصائص الامام امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم بن ابی طالب" تالیف امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ، حل لغت اور تشریح مع اسماء الرجال "انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم" کے نام سے کر کے شاہ محمد غوث اکیڈیمی یکہ توت پشاور سے شائع کروایا۔ رسالہ "الحسن" کے توسط سے صحابہ کرام کی سیرت و خدمات، صحابہ کا عشق رسول اور شان صحابہ پر اپنے اور دوسرے مصنفین حضرات کے تحریر کردہ مضامین وقتاً فوقتاً شائع کروائے۔ اس سلسلے میں خلفائے راشدین پر مستقل نمبر بھی منظر عام پر آئے۔

صحابہ کرام سے محبت کا اظہار دائرہ تحریر و تقریر تک محدود نہیں تھا۔ آپ کے ہر عمل کا تعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان ارشادات اور معاملات سے ہوتا تھا جو اتباع سنت کا کامل نمونہ تھے جیسا کہ احادیث مبارکہ ہیں

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فِی السَّمَاءِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ　(باقی صفحہ نمبر ۱۶۸ پر)

پرتو حسن رسول

ابوالاثر آفاق ظفر کیفی میروی قادری

بارگاہ ایزدی میں ہو دعا میری قبول
مولوی صاحب کی تربت پر ہو رحمت کا نزول

ہے دعا اللہ وسعت دے لحد کو آپ کی
ہوں کشادہ آپ کی تربت کے حضرت ارض و طول

یہ لحد سرکار کی ہو گوشۂ باغ ارم
اس میں مہکیں تا قیامت خوشنما جنت کے پھول

مولوی جی کی جدائی باعث رنج و الم
آنکھ پر نم ہے کسی کی، دل کسی کا ہے ملول

عارفِ باللہ، رئیس الاتقیاء، شیخ الحدیث
عالم و فاضل معلم قاطع ظلماً جہول

پیکر مہر و محبت صابر و شاکر ولی
حسن سیرت میں یگانہ پرتو حسن رسول

اہل پشاور کے سر پر سایۂ رحمت تھے آپ
قدر دانوں کو پتہ اس شخصیت کا بھاؤ مول

آج ہر ایک آنکھ ان کو کیوں نہ روئے بار بار
ان کے دامن سے چنے پیر و جواں نے کلیاں پھول

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اور مسلک اہل سنت کی ترویج

حافظ محمد شاہد وود ایڈووکیٹ

حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مقدسہ کے کسی بھی پہلو پر سوچ اور پھر قرطاس وقلم سے اس کا بیان آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عزت، شرافت، لگن اور حوصلے کی شہادت دیتا ہے۔ مسلک اہل سنت و الجماعت کی ترویج سے متعلق حیات پاک کے ظاہری اور چند چیدہ چیدہ کارنامے قارئین کو گوش گزار کرنے سے پیشتر یہ ضروری ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ اسلام کی تاریخ کے اس قدیم ترین نظریہ

"The most orthodox doctrine of Islam"

کے مطابق اس داعی حقیقی رحمۃ اللہ علیہ کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا والہانہ عشق تھا کہ اس رنگ میں رنگ کر اتنے نکھر گئے کہ زبان حال بے اختیار پکار اٹھتی ہے

جس کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ
ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

"قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مسلک اہل سنت کی ترویج" کے موضوع کے ضمن میں آپ رحمت اللہ علیہ کے حین حیات کو سات حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

اولاً مملکت خداداد پاکستان کے عالم وجود میں آنے سے قبل آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اس مد میں مثبت و عملی کردار۔

ثانیاً قیام پاکستان کے بعد سے لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف تک کا قابل تقلید دور۔

ثالثاً آپ رحمۃ اللہ علیہ کا بیسویں صدی عیسوی میں اہل سنت والجماعت کی ترویج کے حوالے سے لاثانی کردار بحیثیت محدث۔

رابعاً آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات وتالیفات کے ذریعے اس میدان کارزار میں سرخروئی۔
خامساً "الحسن" کے توسط سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ترویج وتبلیغ اہل سنت۔
سادساً معاصر علماء کرام، مشائخ عظام اور تنظیموں کو اس کار خیر کیلئے انگیخت اور
سابعاً سنی تنظیموں کے قیام اور ان کی سرپرستی کے ذریعے خدمت اہل سنت۔

یقیناً یہی وہ جذبہ خدمت اہل سنت تھا جس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخدوم وممدوح اہل سنت بنا دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اسم گرامی رہتی دنیا تک امر کر دیا۔

ما قبل قیامِ پاکستان جس وقت مملکت خداداد پاکستان دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوئی، اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا عنفوان شباب تھا یعنی عمر عزیز کی ۲۸ ویں بہار گلشن غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے اس گل چیدہ کی نغمہ زار تھی۔ اس سے ظاہراً تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا دور طالب علمی تھا لیکن ان اٹھائیس برسوں (۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۷ء) میں مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج کے حوالے سے ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۳ء آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مقدسہ میں تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔

اولاً سال ۱۹۴۱ء میں اپنے عظیم اساتذہ میں سے ایک رفیع المرتبت شخصیت حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ برائے صوبہ سرحد محدث علی پوری پیر سید جماعت علی شاہ صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ) کی باقاعدہ اجازت سے اپنے آستانہ فیض آثار میں درس و تدریس قرآن پاک واحادیث مطہرہ کا نورانی سلسلہ شروع فرمایا۔ اس ۵۹ سالہ تدریسی دور میں لاتعداد تشنگان کام نہ صرف یہ کہ علم وعرفان کے اس سمندر سے سیراب ہوئے بلکہ اپنے دامن میں صدف اور گہر بھرتے ہی چلے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دروس پاک اہل سنت والجماعت کے مسلمہ اصولوں اور ان کتب کے حوالوں سے مزین ہوتے جن کی اساس پر اس عقیدۂ حق کی مضبوط دیوار گزشتہ چودہ صدیوں سے ایستادہ ہے۔ اہل سنت والجماعت کا حقیقی مقصود ومفہوم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دروس پاک کی سماعت سے عقل وخرد اور قلب ونظر کی روشنی کو جلا عطا کرتا۔ ثانیاً ۱۹۴۳ء میں آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے "مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، پشاور" کی بنیاد رکھ کر پشاور شہر کی پہلی خالصتاً سنی

العقیدہ تنظیم قائم فرمائی جس نے نہ صرف کے پشاور میں ربیع الاول شریف کے پرمسرت ایام میں جلسوں اور جلوسوں کا انعقاد یقینی بنایا بلکہ اہالیان پشاور کو نہج سنیت سے شناسا کر دیا۔ پشاور کے لوگ کہ جو اپنی سادگی اور کم علمی کی بناء پر عید میلاد النبی ﷺ کو "بارہ وفات" کہا کرتے تھے، ان کو "مجلس میلاد النبی ﷺ" نے "بارہ وفات" کی جاہلانہ اور بد عقیدگی کی غماز اصطلاح کو "عید میلاد النبی ﷺ" کا درست اور خوش عقیدگی کا مظہر مفہوم نعم البدل کے طور پر عطا کر دیا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی قوم یا معاشرے کا نظریہ درست کرنا ہچکولے کھاتی اور ڈگمگاتی کشتی کو ہم کنار ساحل کرنے کے مترادف ہوتا ہے اور الحمد للہ اس مقام پر بھی حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ محسن کے طور پر نمایاں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ "مجلس میلاد النبی ﷺ" بعد ازاں "ادارہ اشاعت و تبلیغ اسلام پشاور" سمیت درجنوں دیگر سنی تنظیموں کے قیام کا موجب بنی۔ کیونکہ مشعل راہ اور راہبر تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہی ذات بابرکات تھی جس نے سنیان پشاور کو اپنے علیحدہ اور منفرد تشخص کا درس عطا فرمایا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس استاذی شان موسوم بہ حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ اجازت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سال ۱۹۴۱ء میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا تھا انہی کے اشارے پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۳ء میں "مجلس میلاد النبی ﷺ پشاور" قائم فرما کر اہلیان پشاور پر دائمی کرم گستری فرمائی۔

خدمات مابعد قیامِ پاکستان

پاکستان دراصل اولیاء اللہ کا فیضان ہے۔ اس کے حصول کیلئے اولیاء و صالحین نے جو جدوجہد فرمائی وہ علیحدہ سے موضوع ہے۔ بہر حال انہی سنی العقیدہ درویشوں کی محنت جب رنگ لاتی ہے تو نہ صرف اس نوزائیدہ مملکت بلکہ اس کے باسیوں کے دلوں میں سنیت کا پودا لگا کر اپنے خون قلب و جگر سے اس کی آبیاری کرنے والے اولیاء اللہ کی صف میں حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ممتاز و ممیز نظر آتے ہیں۔ "مجلس میلاد النبی ﷺ پشاور" جس کا ذکر پچھلی سطور میں آیا ہے آغا سید ظفر علی شاہ صاحب بخاری کے قائم کردہ "ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور" کے قیام (۱۹۵۵ء) تک اپنی ذمہ داریاں بطریق احسن نبھائیں۔ جب سے اب تک اسے حضور مولوی

جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی حاصل ہے۔ دراصل جب حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرمایا کہ دونوں معاصر تنظیموں کے مقاصد یکساں ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دست تعاون ارباب "ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور" کی جانب بڑھایا اور بالیقین یہ اسی دست نبیرہ غوث المآب رضی اللہ عنہ کی برکت ہے کہ ادارہ مذکور کامیابی اور کامرانی سے پچاس برس پورے کر چکا ہے۔ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس فراخدلی اور وسیع القلبی کا عملی مظاہرہ فرما کر یہ سبق بھی عطا فرمادیا کہ دو دو اینٹوں کی چھوٹی چھوٹی مسجدیں بنانے سے بہتر ہے کہ ایک مٹھی ہو جاؤ۔

۲۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو جمعیت العلماء پاکستان کا قیام مفسر قرآن حضرت علامہ سید ابوالحسنات صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ (خطیب تاریخی جامع مسجد وزیر خان لاہور) کی سیادت میں عمل میں لایا گیا۔ جس وقت اکابرین اہل سنت نے صوبہ سرحد میں جماعت مذکورہ کے قیام کو ناگزیر سمجھا تو ان کی عقابی نظروں کا انتخاب حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی ٹھہرے۔ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے روایتی طور پر ذاتی فائدے اٹھانے کے ہمیشہ سنی کاز کیلئے نہ صرف کام کیا بلکہ اپنی قیمتی مشوروں سے معاصرین کو راہ ہدایت بھی دکھائی۔ اس جماعت کے پلیٹ فارم سے تحاریک ختم نبوت ۱۹۵۲ء اور ۱۹۷۴ء ہر دور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جمعیت علماء پاکستان ہی کے زیر اہتمام ۱۹۷۹ء میں رائیونڈ کے مقام پر عظیم الشان "سنی کانفرنس" منعقد ہوئی جس میں ہزاروں افراد آپ رحمت اللہ علیہ کی زیر قیادت پشاور سے شریک ہوئے۔ یہ کانفرنس "رائیونڈ" کو "مصطفیٰ آباد" بنانے پر منتج ہوئی۔

۱۹۸۶ء میں لیاقت باغ راولپنڈی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس سے شمشیر بے نیام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا۔ اس جلسہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں پشاور سے جلوس جوں جوں آگے بڑھتا گیا اس میں مردان، اٹک، ہٹیاں، حسن ابدال اور ترنول وغیرہ کے ضمنی جلوس شامل ہوتے رہے۔ اس کامیاب جلسہ سے واپسی پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی کو حادثہ پیش آیا۔ جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہسلی کی

ہڈی ٹوٹ گئی۔الغرض جمعیت علماء پاکستان نے زیر اہتمام ملک بھر میں منعقد ہونے والے جلسوں میں بنفس نفیس شریک بھی ہوئے اور پشاور میں خود بھی لاتعداد تقاریب منعقد فرمائیں۔اس سلسلہ کی آخری تقریب پیر ۱۸ مارچ ۲۰۰۲ء کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آستانۂ پاک میں زیر صدارت حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد اکرم شاہ صاحب مدظلہ العالی (زیب سجادہ آستانہ عالیہ گڑھی شریف) منعقد ہوئی جس سے ضیغم اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے بعنوان "رسم شبیری" خطاب فرمایا۔

مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں کی حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ دلجوئی فرمائی۔نوجوانان اہل سنت کی ملک گیر غیر سیاسی تنظیم انجمن طلباء اسلام صوبہ سرحد کی نہ صرف آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سداسر پرستی فرمائی بلکہ اپنی صلبی وروحانی اولاد کو اس سے وابستہ بھی رکھا۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی آپ کے در دولت پر ۱۹۷۸ء میں انجمن طلباء اسلام نے ایک سہ روزہ کنونشن منعقد کیا جس میں پروفیسر شاہ فرید الحق، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، علامہ محمد اقبال اظہری اور محمد عثمان خان نوری سمیت کثیر تعداد میں اکابرین اہل سنت اور نوجوانان ملت نے ملک بھر سے شرکت کی۔

۲۳ اگست ۱۹۹۶ء کو جب درگاہ عالیہ حضرت شیخ جنید صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی بے حرمتی کا دلخراش واقعہ رونما ہوا تو صوبہ بھر کے مشائخ اہل سنت نے یکجا ہو کر ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے "سنی ایکشن کمیٹی" قائم کی۔اس کمیٹی کے اراکین میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔یہی کمیٹی بعد ازاں "تنظیم المشائخ اہل سنت صوبہ سرحد" کے قیام کا سبب بنی۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے "تنظیم المشائخ اہل سنت" کے زیر اہتمام منعقدہ پہلی دو "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس" منعقدہ بالترتیب ۱۹۹۶ء اور ۱۹۹۷ء بمقام جناح پارک پشاور شرکت فرما کر سنیوں کو عقیدے کی حرص کا پیغام دیا۔تینوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنسز (۱۹۹۶ء، ۱۹۹۷ء، ۱۹۹۸ء) کے مواقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سنی دعوت پر مبنی پیغامات اخبارات وجرائد میں سنیوں کو متحرک کرکے پیغام محبت دیتے رہے۔

حضور مولوی جی صاحب ؒ نے مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج کیلئے ایک بنیادی قدم یہ اٹھایا کہ آپ ؒ نے پشاور اور مضافات کے بیشتر مساجد ومدارس میں سنی ماحول پروان چڑھایا۔ مسجد مہربانیاں جہاں آپ ؒ نے ۱۹۸۴ء تک خطابت کے فرائض سرانجام دیئے اسے پشاور کے جید قاری علی گل صاحب مدظلہ (خلیفہ ابوانیس حضرت صوفی محمد برکت علی نقشبندی ؒ) کی ذمہ داری اور نگرانی میں دے کر درگاہ عالیہ حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ ؒ سے ملحقہ مسجد کو عیدگاہ سے مسجد میں تبدیل فرما کر محراب ومنبر سے آباد فرمایا۔

علاوہ ازیں مسجد حیدر کرار ؒ جھنڈا بازار علاقہ ہشتنگری، مسجد عثمانیہ محلّہ جٹاں یکہ توت اور دارالعلوم غوثیہ معینیہ بیرون یکہ توت سمیت درجنوں مساجد ومدارس آپ ؒ کی مہربانی، شفقت اور محبت سے آباد ہوئے۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۸ء کو دربارِ عالیہ حضرت عبدالرحیم شاہ المعروف لیونے بابا ؒ توتھیہ سے ملحق مسجد ومدرسہ کا سنگ بنیاد آپ ؒ نے اپنے دست اقدس سے رکھا جو کہ اس وقت الحمدللہ علاقہ کی واحد اور منفرد دینی درسگاہ ہے۔

حضور مولوی جی صاحب ؒ نے مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج میں ایک نمایاں کردار آپ ؒ کا گھر گھر اشاعت کے طور پر بھی ہے۔ آپ ؒ نے اسلام اور سنیت کی روح یعنی تصوف وطریقت کو لوگوں کے سہل پسند اجسام وابدان میں پھونک کر انہیں سدا زندہ رکھا۔ آپ ؒ نے گھر گھر ختم غوثیہ شریف پڑھ کر لوگوں کو حضور غوث المآب ؓ کا فیضان عطا فرمایا۔ نہ صرف یہ بلکہ آپ ؒ کے اپنے آستانہ مقدسہ پر ہر قمری مہینے کی گیارہ تاریخ کو ختم شریف غوثیہ کا باقاعدگی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جس میں پشاور بھر اور مضافات سے عوام الناس کی کثیر تعداد شرکت کر کے اپنے عقیدے کو جلا دیتی ہے۔ علاوہ ازیں اسلاف واکابر کے ایام اور محافل نعت کے انعقاد سے آپ ؒ نے سنیت کا مفہوم اور عاییت عملی طور پر بیان فرمایا۔

ہر برس بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر آپ ؒ کا وسیع تر لنگر شریف بارہویں رات محفل ذکر ونعت اور اختتام پر رسم بیعت قادریت کی ترویج واشاعت میں آپ ؒ ہی کا طرہ امتیاز ہے۔

مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج میں کردار بحیثیت محدث

صاحبانِ علم وفضل یہ بات جانتے ہیں کہ لفظ "محدث" کا اطلاق کسی ایسے ویسے پر ہو ہی نہیں سکتا۔ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے یہ عظیم اصطلاح فقط راقم الحروف ہی نہیں (بلکہ میری تو اوقات ہی کیا ہے) آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس مد میں عظیم کاوشوں کی بناء آپ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین اور ناقدین سب ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس دور کا "محدث" جانتے اور مانتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی "شمائل النبویہ" کا ترجمہ وشرح "انوارِ غوثیہ" جبکہ امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی "خصائص علی رضی اللہ عنہ" کا ترجمہ وشرح "انوارِ علی" کے ناموں سے فرمایا۔ (دونوں محدثین کبار صحاح ستہ کے مصنفین ومؤلفین میں سے ہیں)۔ آپ کا فن اسماء الرجال پر جاندار اور پر مغز کام اس دور میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ہے۔ راقم الحروف نے زعیم اہل سنت حضرت علامہ الشاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور پیر صاحب گڑھی شریف مدظلہ العالی پر دو صاحبان علم وفن کی زبانوں سے یہ بات خود سنی کہ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شرح "شمائل النبویہ" کو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی پزیرائی اور مقبولیت نصیب ہوئی ہے۔

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر جدوجہد بسیار کے بعد محدث کبیر حضور شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے تیس پاروں پر مشتمل شرح بخاری شریف جو کہ بزبان فارسی تھی، کے فقط تین پارے حاصل کر پانے کے بعد ان کے تراجم کو بزبان اردو فرما کر انہیں دیدہ زیب اشاعت کے ساتھ صاحبان ذوق میں مفت تقسیم فرمایا۔ اس مقصد کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی سعی اور مسافت فرمائی، اگر اس حقیقت کو ضبط تحریر میں لایا جائے تو ایک الگ باب بنتا ہے۔ فقط یہی بتانا مقصود ہے کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے قلب اطہر میں اسلاف سے محبت اور سنیت کی ترویج کا کتنا جذبہ تھا۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکمل تیس پارے شرح بخاری شریف کے میسر آجاتے تو یقین کامل کے ساتھ رقمطراز ہوں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان مکمل تیس پاروں کا ترجمہ فرماتے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ محدثین کرام نے جہاں اہل سنت والجماعت کی ترویج

کیلئے احادیث کے حصول کی غرض سے سفر کئے وہاں دوسرے فقہی وتاریخی موضوعات پر بھی کتب تحریر فرمائیں اور یہی سب کچھ اس دور میں حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مقدسہ کے اندر بھی آشکارہ ہے۔

مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج بذریعہ تصنیفات وتالیفات

اہل سنت والجماعت کے چاروں مکاتب فکر کو ہر دور میں منافقین اور حقیقت ناپسندوں نے توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی مذموم کوششیں کی ہیں لیکن اس سیلاب بلا کے سامنے حق پرست اور معرفت شناس اولیاء اللہ نے ہر دور میں مضبوط بند باندھے رکھا۔ اہل سنت والجماعت کے ساتھ روز اول ہی سے یہ المیہ رہا ہے کہ بعض لوگ بظاہر تو اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے اور کہلواتے رہے ہیں لیکن ان کے اقوال وافعال ہمیشہ ان کی تردید ہی کرتے رہے ہیں۔ اس طوفان بدتمیزی میں علماء و مشائخ کے رشحات قلم عقائد کی تصحیح اور جلا کا باعث اور سبب ہوتے ہیں۔ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات منیف نے اہل سنت والجماعت کی ترویج میں لاثانی ولافانی کردار ادا کیا ہے۔ آج دنیا بھر کی معروف جامعات اور دارالمطالعہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات علمۃ الناس کے استفادہ کا سامان ہیں۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات وتالیفات کا سرسری جائزہ لیا جائے تو اس میں سنیت اور حنفیت کوٹ کوٹ کر بھری ملے گی۔ داڑھی منڈے امام یا حافظ قرآن کے پیچھے نماز پڑھنے کا مسئلہ، مردوں کو ثواب پہنچنے کا مسئلہ، مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ، جنازے کے ساتھ ذکر الٰہی کرنے کا مسئلہ، اثبات ختم مبارک آیت کریمہ لا الٰہ الا انت (الخ)، مطالع الانوار فی فضائل اہل بیت النبی المختار، مقام اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، کرامات اولیاء بعد از ممات، خوارق عادات اور انوار گیلانی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی تصنیفات وتالیفات ہیں جو بدعقیدگی کی کسی بھی عصر میں چلنے والی باد صرصر میں شمع نورانی بن کر عقیدہ حق کی پاسبانی اور نگہبانی کرتی رہیں گی۔ مگر شرط صرف ان قیمتی جواہر پاروں سے رجوع کرنے کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مکمل حنفی نماز "نماز مقبول" کی صورت میں پیش فرمائی جس میں نماز کے جملہ مسائل از اول تا آخر بیان کئے گئے ہیں۔

"الحسن" کے ذریعہ مسلک اہل سنت والجماعت کی خدمت

پندرہ روزہ "الحسن" پشاور کو جہاں صوبہ سرحد کے پہلے دینی و روحانی جریدہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے وہاں خطہ سرحد میں سنیت کی ترویج کے حوالے سے اس کا کلیدی کردار ہے۔ یقیناً مذکورہ دونوں حقائق کا سہرا حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو جاتا ہے جنہوں نے ۱۹۵۵ء تا امروز "الحسن" کے تین ادوار کی صورت میں قارئین کی سنیت نوازی کا اہتمام فرمایا ہے۔

"الحسن" کی مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج کی کوششوں میں تفسیر قرآن الحسنیہ از حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات ومواعظ اور اکابرین اہل سنت کی نگارشات قابل ذکر ہیں۔ سب سے بڑھ کر مفتی سرحد مفتی خلیل الرحمٰن صاحب قادری گلوزئی رحمۃ اللہ علیہ کے کم وبیش ایک سو پچاس سی حنفی استفتاء کی اشاعت کے حوالہ سے سنیت کی ترویج "الحسن" کا مقدر ٹھہری۔

"الحسن" کی پچاس سالہ تاریخ کے بہت سارے خوبصورت اور معلومات سے لبریز خصوصی نمبرات میں سے بعض تو خالصتاً سنی کاز سے متعلق تھے جن کا اجراء حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی، خواہش اور دعا سے ممکن ہوا۔ مثال کے طور پر "عمامہ نمبر" مجلّہ مذکورہ کی ایک منفرد سعی تھی جس کے ایک ایک لفظ سے سنیت جھلکتی ہے۔ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس ضمن میں ایک بہت بڑا کارنامہ "الحسن" کا "حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خصوصی نمبر" کا اجراء ہے جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہش تھی اور اس خوبصورت انسان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حسین تمناؤں پایۂ تکمیل کو پہنچی کہ "الحسن" کی تاریخ کا سب سے ضخیم اور مبسوط نمبر منظر عام پر آیا جس میں مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اردو زبان میں کما حقہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہیں بلکہ عین مناسب ہوگا کہ "الحسن" کے ذریعے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنیوں کو متحرک اور اسلام کی اصل روح سے شناسا کئے رکھا۔

معاصر علماء کرام، مشائخ عظام اور تنظیموں کو متحرک کرنا

گزشتہ سطور سے قارئین کرام پر یہ واضح ہو چکا ہوگا کہ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی

بھی پلیٹ فارم سے علماء کرام و مشائخ عظام سے کس قدر قربت اختیار فرمائے رکھی۔ علماء و مشائخ کے علاوہ عوام میں ہر اس شخص کی دلجوئی فرمائی جس نے سنیت کیلئے کچھ کرنے کیلئے قدم اٹھایا۔ مثال کے طور پر پشاور شہر کی معروف سنی شخصیت الحاج صوفی محمد اقبال صاحب کوڑوی نے جب ''صحیح و مسلم مسائل یعنی امور مستحبہ'' کے عنوان سے گاہے بگاہے کتابچے شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو آپ رحمت اللہ علیہ نے ان کی دلجوئی فرماتے ہوئے مختلف کتابچوں پر مقدمات تحریر فرمائے۔ جمعہ ۲۴ ستمبر ۱۹۹۹ء کے روزنامہ ''مشرق'' پشاور کے ''دینی'' ایڈیشن میں حضور غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی گستاخی اور آپ رضی اللہ عنہ کی شان پاک میں دشنام طرازی پر مبنی ''تقویۃ الایمان'' کی شر انگیز تحریر کے رد عمل کے طور پر نہ صرف یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سنی عوام و خواص کا ایک غیر معمولی اجلاس اپنے در دولت پر طلب فرمایا بلکہ مذکورہ تفرقہ پر تحریر کے جواب کیلئے صوبہ سرحد بھر کے علماء اہل سنت والجماعت و مفتیان دین کو خطوط بھی ارسال فرمائے۔ چنانچہ اس بابت موصولہ جوابات کو ایک کتابچہ ''جواز شیاءً اللہ یا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ'' کی شکل میں تحریر فرمایا۔ مسلک اہل سنت والجماعت کو کسی بھی مسئلہ کے در پیش ہونے کی صورت میں علماء و مشائخ سے نہ صرف خط و کتابت فرماتے بلکہ بوقت ضرورت خود بھی تشریف لے جاتے۔ صاحبان دانش اور اعلیٰ تعلیم یعنی ایم فل اور پی ایچ ڈی کے خواہشمند طلباء آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور میں حاضر ہو کر موضوع یا عنوان سے متعلق مشورہ چاہتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہمیشہ فقہی موضوعات یا سنیت کے حوالے سے کسی بھی اہم موضوع کی بابت ہی ہوتی۔

مسلک اہل سنت کی ترویج کیلئے سنی تنظیموں کا قیام و سرپرستی

حضور مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ تو بذات خود اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتے تھے، ایک باب تھے، ایک ادارہ تھے، انہوں نے یوں تو سارے عالم سنیت کی سرپرستی فرمائی لیکن چند ایک خوش قسمت سنی تنظیموں کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی باقاعدہ سرپرستی کا شرف حاصل رہا۔ ان میں سے چند ایک کا تذکرہ حاضر خدمت ہے۔

مجلس میلاد النبی پشاور حضور مولوی جی سرکار رحمت اللہ علیہ کی سیادت میں ۱۹۴۳ء میں اس تنظیم کا قیام آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذِ گرامی عالم بے بدل علامۃ الدہر صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر عمل میں آیا۔ اس تنظیم کے زیر اہتمام ۱۹۵۵ء تک یعنی بارہ برس ہر سال نو ربیع الاول شریف کے موقع پر حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اقامت گاہ واقع کوچہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بعد از نماز ظہر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں میلاد شریف کے جلوس نکالے گئے اور کملی والے آقا علیہ التحیۃ والثناء کا میلاد پاک اس تاریخی وروایتی طریقے سے منانے کا شعور اہلیان پشاور کو عطاء کیا گیا۔ دراصل یہی تنظیم ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور کے قیام کا پیش خیمہ تھی۔

ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور ۱۹۵۵ء میں اس ادارہ کے قیام پر "مجلس میلاد النبی" پشاور کو اس میں ضم کر دیا گیا۔ اس ادارہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے محرم الحرام اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر جلسوں کی صدارت حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی جبکہ بارہ ربیع الاول شریف کے موقع پر جلوس کی قیادت اور اختتامی دعا بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے۔

انجمن محبان اولیاء وڈپگہ شریف اس تنظیم کا نام حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا خود تجویز کردہ ہے۔ اس علاقہ میں حضرت علیہ الرحمۃ الباری کے دست حق پرست گرفتگان کے ایک کثیر تعداد آباد ہے۔ اس تنظیم کے زیر اہتمام موضع وڈپگہ شریف میں منعقدہ محرم الحرام، ربیع الاول شریف، ربیع الثانی شریف اور معراج شریف کے محافل سے بارہا حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا اور اس علاقے میں سنیت کی ترویج میں اہم کردار ادا فرمایا۔

بالیقین یہ حضور مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی برکت ہے کہ آج "انجمن محبان اولیاء" نہ صرف موضع وڈپگہ شریف بلکہ آس پاس کے مضافات میں بھی ایک اہم سنی تنظیم کے طور پر مشہور ہے۔

ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام کتابیں تحریر فرمانا، کتابیں ہدیہ فرمانا، کتابیں تحفتاً وصول فرمانا اور اسی طرح کتابیں شائع فرمانا ہمیشہ حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب مشغلہ رہا۔ چنانچہ اس رنگ میں رنگ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید اور شاگرد حاجی تنویر احمد قادری نے ۱۹۸۶ء میں "ادارہ اشاعت وتبلیغ اسلام" کے نام سے بازار کلاں پشاور میں ایک مفت اشاعتی ادارہ قائم کیا جس کا افتتاح حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲ جنوری ۱۹۸۷ء کو اپنے دست مبارک سے فرمایا۔ اس ادارہ کا نام بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ہی منتخب کردہ ہے۔ اس ادارے نے اب تک کم وبیش ۱۲۱ کتابی سلسلہ لاکھوں کی تعداد میں شائع کر کے مفت تقسیم کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ہر کتاب یا کتابچہ کی اشاعت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر ہوئی۔ ادارۂ ہذا کی ضخیم کتب کے سلسلے میں "انوار غوثیہ" (ترجمہ وشرح شمائل النبویہ) ۵۴ ابواب میں علیحدہ علیحدہ، حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دروس قدوری کتابی شکل میں شائع کئے۔ جبکہ "الحسن" کے ابتدائی دس شمارے (جنوری تا اکتوبر ۱۹۵۵) یکجا کتابی شکل میں قابل ذکر ہیں اور حضور رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات عالیہ اور درسی کتاب "منیۃ المصلی" کے دروس منتظر طباعت ہیں۔

شاہ محمد غوث اکیڈیمی حضور مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ نے خالصتاً ترویج اہل سنت بالقلم کی غرض سے یکم نومبر ۱۹۹۲ء کو "شاہ محمد غوث اکیڈیمی" قائم فرمائی۔ نہ صرف "الحسن" اکیڈیمی مذکورہ کے زیر سایہ لایا گیا بلکہ تب سے اب تک اس اکیڈیمی کے زیر اہتمام ہزاروں کی تعداد میں نادر کتب اور دلکش رسائل دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع کر کے مفت تقسیم کی جا چکی ہیں۔

بزم میلاد مصطفیٰ پشاور اس تنظیم کا قیام ۳ ستمبر ۱۹۹۳ء کو گلبہار پشاور میں عمل میں لایا گیا۔ حضور مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس کے سرپرست اعلیٰ اور مخلص فی اللہ محمد ایوب جانی اس کے بانی اور تاحیات صدر ہیں۔ اس تنظیم کے زیر اہتمام منعقدہ محرم الحرام، ربیع الاول شریف اور جشن شب اسریٰ کی نورانی محافل سے حضور رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا خطاب فرمایا۔ بعد ازاں بینائی کی انتہائی کمزور پڑ جانے اور بوجہ علالت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال شریف تک اپنے شہزادگان کو اس تنظیم کے زیر اہتمام منعقدہ تقاریب میں شرکت کی غرض سے باقاعدگی اور تاکید کے ساتھ بھیجا۔ حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی خصوصی توجہات، التفات اور سرپرستی کی بدولت یہ تنظیم نہ صرف پشاور بلکہ صوبہ سرحد کی فعال ترین تنظیم ہے۔

بزم ثنائے رسول اس تنظیم کو آپ حضور رحمت اللہ علیہ کے ایک مرید الحاج محمد جہانزیب خان قادری نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی علیا میں ۱۹۹۶ء میں قائم کیا جو کہ خیر الناس ٹرسٹ کے چیئرمین بھی ہیں۔اس سے پیشتر ۱۹۹۵ء میں موصوف نے آپ حضور رحمۃ اللہ علیہ سے خیر الناس ٹرسٹ کی سرپرستی کی بھی درخواست کی تھی لیکن

چونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بھر خالصتاً دینی کاز کیلئے جدوجہد فرمائی اور ٹرسٹ مذکورہ کی سرپرستی ایک اہم ذمہ داری تھی لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرماتے ہوئے کہ میں مناسب وقت نہ دے پاؤں گا، اپنے معتمد خاص سید لیاقت علی شاہ صاحب گیلانی (سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت سید شاہ قبول اولیاء رحمت اللہ علیہ) کے سپرد یہ سرپرستی فرمائی۔بزم ثنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت لاتعداد کل پاکستان محافل نعت منعقد کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج کے حوالے سے یہ معدودے چند معروضات آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس بابت خدمات عالیہ کا احاطہ نہیں بلکہ فقط ایک تعارف ہے۔اس ضمن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ اس موضوع پر ایک سالم کتاب لکھی جاسکتی ہے۔یہ ٹوٹے پھوٹے محدود و مختصر الفاظ محقق کو اس نہج سے واقف کرنے میں شاید ممد ہو سکیں کیونکہ مستقبل کا مؤرخ بیسویں صدی عیسوی کے اس مینار عظمت کی بلندی اور رفعت کو سر اٹھا کر دیکھنے کی کوشش ضرور کرے گا۔

حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر نہ صرف یہ موضوع بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سحر انگیز شخصیت پر قلمکار ہر موضوع کو ثریا کی سی بلندی اور فلک کی سی وسعت دے سکتا ہے۔مجھے یہ چند الفاظ تحریر کرنے کے باوجود حضور مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ارفع واعلیٰ مرتبہ اور اپنی کم علمی کا اقرار ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلک اہل سنت والجماعت کی ترویج کیلئے کیا کچھ کیا یہ یا تو اللہ اور اس کا پیارا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جانے اور یا پھر حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود ہی جانیں۔

سپاسِ عقیدت

بخدمت جناب مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی

''مولوی جی''

پروفیسر مرتضیٰ سید

آپ ہیں مہر برجِ سعادت　　آپ ہیں ماہِ نورِ ہدایت
آپ ہیں محرمِ رمز حقیقت　　آپ سے جاری فیض ولایت

آپ سراپا زہد و ریاضت　　آپ مجسم رشد و ہدایت
آپ ہیں راہبر راہِ طریقت　　قائم آپ کے دم سے شریعت

آپ کی فطرت میں ہے لطافت　　آپ کی طینت میں ہے عطوفت
ہر دم لطف و کرم کی بارش　　بندہ نوازی آپ کی عادت

آپ مجسم مہر و محبت آپ ہی پیکر لطف و عنایت
آپ سراسر رافت و شفقت آپ ہیں سچ مچ سایۂ رحمت

دیتے ہیں تسکین دلوں کو بانٹتے ہیں یہ راحت و فرحت
جو بھی آئے غم کا مارا لے کر جائے دل کی مسرت

گرچہ فقیر گوشہ نشیں ہیں پر ہے دلوں پر ان کی حکومت
آپ کا سایہ سر پہ ہمارے اللہ تعالیٰ رکھے سلامت

آپ کی ہم تعریف کریں کیا
احسن و اکمل آپ کی سیرت
مرتضٰی سید مولوی جی ہیں
بے شک نازشِ انسانیت

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

معاصرین کی نظر میں

پندرہ روزہ "الحسن" کے مستقل قلمکار جناب سید محمد انور شاہ صاحب قادری اور حاجی منظور الٰہی صاحب قادری نے ۱۹۹۸ء میں حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین سے آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں انٹرویوز ریکارڈ کئے جو ویڈیو کیسٹس کی صورت میں موجود ہیں۔ ان میں سے چند انٹرویوز حاجی منظور الٰہی صاحب نے قلمبند کئے جنہیں اس خصوصی اشاعت کے صفحات کی زینت بنایا جا رہا ہے۔ یاد رہے یہ انٹرویوز حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے دوران ہی ریکارڈ کئے گئے تھے۔ (ادارہ)

حضرت علامہ مولانا گل کمال صاحب مدظلہ العالی

الحسن: آپ کا قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے کب سے تعارف اور یہ تعلق کیسے قائم ہوا؟

جواب: ہماری دوستی، پیار، محبت اور بھائی بندی کی ابتدا ۱۹۶۳ء سے ہوئی۔ اسی سال ایوب دور میں مجھے ضلع بدر کیا گیا۔ میرا اس وقت جمعیت علماء اسلام سے تعلق تھا۔ جمعیت علماء اسلام کے اکابرین جن میں غلام غوث ہزاروی، عبدالقیوم پوپلزئی، گل بادشاہ صاحب طوروشامل ہیں اس وقت جمعیت علماء اسلام کے سرکردہ رہنما تھے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قول ہے کہ مظلوم قوم کی حمایت کی جائے۔ میں نے کبھی ظالم کا ساتھ نہیں دیا اس وقت ہماری قوم مظلوم تھی۔ پولیس والے تشدد کرتے تھے، اچھے برے کو نہیں دیکھتے تھے اور مارتے تھے۔ میں برملا کہتا تھا کہ ظلم نہ کرو، قانونی کارروائی کرو۔

یہ بات ان کو اچھی نہیں لگتی تھی، مجھے کہتے تھے کہ تم ملاں ہو مسجد میں بیٹھو۔ میں کہتا تھا کہ میں ایسا ملاں نہیں ہوں، میں قوم کی رہنمائی کروں گا۔ اس وجہ سے مجھے ضلع بدر کیا گیا۔ اس وقت ہمارے ضلع کا ڈپٹی کمشنر مسعود نبی نور تھا۔

میں ضلع بدر ہو کر وڑہ آدم خیل میں مقیم ہوا۔ مجھے یہاں جمعیت علماء اسلام کے اکابرین کے خطوط وغیرہ آتے تھے لیکن کسی نے میری ضلع بدری کے سرکاری حکم کی منسوخی کیلئے عملی کام نہیں کیا۔ اس دوران میں بنوں، ڈیرہ اسمٰعیل خان اور ڈیرہ غازی خان جاتا رہا اور میں نے اپنی تحریک جاری رکھی لیکن میں ضلع پشاور کی حدود میں داخل ہونے کا مجاز نہ تھا۔

میں نے ارادہ کیا کہ میں لاہور جا کر مولانا غلام غوث ہزاروی سے ملوں اور بتاؤں کہ میں پچیس سال سے جمعیت کی خدمت کر رہا ہوں۔ انہوں نے کیوں میری ضلع بدری کے خلاف جدوجہد نہیں کی۔ اسی اثناء میں مجھے ایک شخص ملا اور کہا کہ آپ مولوی گل کمال ہیں جو پشاور سے ضلع بدر کئے گئے ہیں۔ آپ کی ضلع بدری کے خلاف جمعہ کے خطبہ میں حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب نے مسجد مہربانیہ سبزی منڈی میں تقریر کی اور فرمایا کہ مولوی گل کمال صاحب کو ناحق سزا دی گئی اور قرار دیا اس کی۔

میں نے کہا کہ مولوی جی صاحب کا شکریہ لیکن میری تو ان سے علیک سلیک تک نہیں۔ میں ان کے گھر کے سامنے کافی دفعہ گزرا لیکن ملاقات نہیں ہوئی۔ اس شخص نے کہا کہ ہوسکتا ہے آپ کے بارے میں کسی نے ان سے تفصیلاً گفتگو کی ہو اور انہیں تمام معاملات کا پتہ ہو۔ میں نے کہا کہ یہی حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی مثال ہے کہ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ میرا جمعیت علماء اسلام کے ساتھ تعلق ہے۔ جنہوں نے آج تک میرا نام بھی نہیں لیا۔ دوسری طرف صرف اللہ کی رضا کیلئے میرے ساتھ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی ہمدردی کی ہے۔

میں نے جمعہ کے دن وڑہ آدم خیل میں خطبہ کے دوران کہا کہ دنیا میں سید محمد امیر شاہ بادشاہ جیسے لوگ موجود ہیں جن کے بارے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایسے لوگوں ہیں جو محبت بھی خدا کیلئے کرتے ہیں، بغض بھی خدا کیلئے اور خیر اور خیرات بھی خدا کیلئے، کسی کام سے

روکتے بھی ہیں تو اللہ کیلئے یہ کامل ایمان کے لوگ ہیں۔

اور میں پشاور میں ایک ایسا ہی عالم دین دیکھ رہا ہوں جو سادات سے ہے، سید حسن صاحب اور شاہ محمد غوث رحمہم اللہ کی اولاد ہے اور صحیح النسب سید ہے، آل رسول ﷺ ہے۔

میں حیران ہوں کہ میرے لئے اتنی جہدو جہد وکوشش کی۔ یہ کام تو جمعیت علماء اسلام کا تھا کہ پچیس سال تک اس جماعت میں رہا۔

میرے پاس میرے علاقے کے لوگ آتے رہتے تھے۔ اب میں نے ان کو کہا کہ تم پوپلزئی صاحب (مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس نہ جاؤ اور اب بادشاہ صاحب کے پاس جاؤ۔ میرے گاؤں کے لوگ بادشاہ صاحب سے ملے۔ وہ نہایت شفقت اور خوش اخلاقی سے انہیں ملے اور انہیں یقین دلایا کہ میں یہ کوشش خود کروں گا۔ بادشاہ صاحب نے فرمایا کہ میں ڈی سی صاحب اور دوسرے افسران سے ملا۔ انہوں نے آپ کے متعلق پوری رپورٹ اور کاغذات مجھے بتائے کہ مولانا صاحب آج کل کوہاٹ میں اور بنوں میں حکومت مخالف تقاریر کررہا ہے۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بتایا کہ وہ نوجوان ہے، عالم ہے اور یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں کہ آپ نے انہیں ضلع بدر کیا ہے۔ انہی دنوں میں مسعود نبی نور پشاور سے تبدیل ہو رہا تھا۔ بادشاہ صاحب نے اسے کہا کہ جاتے جاتے یہ احکام خارج کردو، یہ آپ کی بدنامی ہوگی۔

اس نے کہا کہ میں علماء اور مشائخ کی قدر کرتا ہوں اور آپ کا آنا اور سفارش کرنا سر آنکھوں پر مگر مولوی گل کمال نے ہمارے نوٹس کی توہین کی ہے۔ مولوی جی صاحب کی یقین دہانی پر انہوں نے ضلع بدری کے احکامات واپس لے لئے اور ان کی برکت سے میں واپس آیا۔ میں نے درّہ آدم خیل کے لوگوں کو اطلاع دی کہ اب واپس پشاور جا رہا ہوں۔ وہ مجھے تین چار بسوں کے جلوس میں لے کر باعزت طریقہ سے پشاور لے آئے۔ یہ سب بادشاہ صاحب کی کرامت تھی۔

بادشاہ صاحب ایک حقانی عالم ہیں، سجادہ نشین ہیں، خدا ان کی عمر میں برکت دے اور عزت دے اور ان کا فیض قیامت تک جاری و ساری رہے بہت عالی مرتبہ شخصیت ہیں۔ اسی لئے میری مدد

کی جبکہ میرا ان سے کوئی تعلق نہ تھا۔

اس کے بعد میری ان کے آستانہ میں آمد و رفت شروع ہوئی۔ باتوں میں میں نے مولوی جی صاحب کو بتایا کہ مولوی محمد حنیف صاحب پشاوری میرے استاد ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ میرے بھی استاد تھے۔ وہ پشاور صدر میں ہوتے تھے اور چغر زئی کے رہنے والے تھے۔ وہ بھانہ ماڑی کے مدرسے میں مدرس تھے اور یکہ توت میں درس دیتے تھے۔ بادشاہ صاحب فرماتے تھے کہ میں نے بھی چار سال ان کے پاس گزارے ہیں۔ بادشاہ صاحب مجھ سے پہلے ان کے حلقہ درس میں شامل تھے جبکہ میں نے بعد میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ پھر اس کے بعد میں دیوبند چلا گیا اور پھر سہارنپور، پھر پاکستان بننے کے بعد پشاور آگیا۔ بادشاہ صاحب سے میرا اس وقت سے تعلق ہے اللہ تعالیٰ ان کو بہت عزت اور برکت دے میری بڑی مدد کی ہے۔ میں ہمیشہ ان کیلئے دعائیں کرتا ہوں اور اس مدد کا ان کا احسان نہیں بھلا سکتا۔ یہ چونکہ پیغمبر ﷺ کی اولاد ہیں اسی لئے آپ ﷺ احادیث پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب "زادالساکین" میں ان کا ذکر خیر کیا ہے۔

الحسن: مولوی جی کا شریعت اور طریقت میں کیا کردار ہے؟

جواب: میرا اپنا ایمان اور عقیدہ ہے میں نے پورے صوبہ سرحد پر غور کیا ہے اور میں نے اکثر دورے کئے ہیں۔ میری نظر میں آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے احیاء کیلئے ایک مثال ہیں۔ مکمل طور پر سنت نبوی ﷺ کے پابند۔ میں نے آج تک آپ جیسا عالم نہیں دیکھا جن کو دینی علوم پر بھی عبور حاصل ہے اور شریعت محمدی ﷺ کی بھی مکمل پابندی کر رہے ہیں۔

میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اولیاء کے جو مقام ہیں یعنی ابدال، اوتاد، صدیق، نجباء، اقطاب، غوث۔ تصوف کی کتابیں کہتی ہیں کہ تمام دنیا کا نظام اور دارومدار انہی پر ہے۔ چار اقطاب ہیں میں کہتا ہوں کہ ان اقطاب میں سے ایک قطب بادشاہ صاحب ہیں۔ یہ میرا عقیدہ ہے اور مشاہدہ بھی، اس میں تعصب نہیں ہے، کوئی شک نہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ قطب سے بھی بڑھ کر ہیں۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بادشاہ صاحب کی نسل سے بادشاہ صاحب کے نقش قدم پر چلنے والا پیدا فرما۔

الحافظ مولانا قاری علی گل صاحب مدظلہ

(خلیفہ ابوانیس صوفی محمد برکت علی رحمۃ اللہ علیہ وخطیب جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی)

الحسن: مولوی جی صاحب سے آپ کا تعلق کیسے پیدا ہوا؟

میں چھوٹا سا تھا اور مولوی جی صاحب کے گھر کے سامنے مسجد تھی۔ اس میں ایک استاد اور امام مولانا شیر محمد صاحب تھے۔ میں ان سے ناظرہ قرآن شریف پڑھتا تھا۔ مولوی صاحب بھی مسجد میں نماز ادا کرنے آتے تھے اور اسی مسجد میں رات کو درس قرآن بھی دیتے تھے۔

مجھے ایک دن بڑی شفقت سے کہا کہ تم قرآن شریف حفظ کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے مجھے کہا کہ تمہیں خود طورہ قل بائے کی مسجد میں لے کر جاؤں گا۔ وہاں پر قاری عبدالسلام صاحب جو کہ میرے والد صاحب (حضرت آقا سید محمد زمان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے دوست ہیں۔ پھر ایک ہفتہ کے بعد تشریف لائے۔ پاس لوٹا بھی تھا میں نے پوچھا کہ آپ لوٹا کس لئے لے کر آئے ہیں تو انہوں نے کہا کہ یہاں "ہر ہر دم قدم ہے۔ ہر قدم پہ دم دے"۔

وہ مجھے ساتھ لے کر مجھ طورہ قل بائے تشریف لائے اور راستہ میں حاجی رمضان چھلی والے سے ایک روپے کے لاچی دانے لئے۔ اس زمانے میں ایک روپیہ بڑی چیز ہوتا تھا۔ ہم مسجد میں پہنچے تو قاری صاحب سامنے ہی بیٹھے تھے۔ انہوں نے اٹھ کر دروازہ پر آ کر مولوی جی صاحب کا استقبال کیا، حال احوال اور آنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ اس برخودار کو لے کر آیا ہوں حفظ کیلئے۔ قاری صاحب کی عادت تھی کہ انہوں نے ہر وقت قہوہ چائے، انگیٹھی پر رکھی ہوتی تھی۔ ایک پیالی مولوی جی صاحب کو پیش کی اور ایک مجھے عنایت کی۔ وہاں اس وقت حفظ کے بہت کم طالبعلم تھے اور کئی چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے تھے۔

میں نے قرآن کریم حفظ کیا اور پہلا ختم منڈی بیری کی مسجد میں کیا۔ والد تھے۔ پھر جب مولوی جی صاحب کے صاحبزادے سید جمال الحسنین المعروف جان آغا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو جان آغا

صاحب نے کہا کہ آپ ہمارے گھر ختم قرآن کریم کریں۔اس کے بعد ہر سال ہم مولوی جی صاحب کے گھر میں رمضان المبارک میں قرآن پاک سناتے۔پھر مولوی جی صاحب نے زیارت میں ختم کروائے۔یہ سب ان کی فیض و برکات ہے جو اب تک جاری و ساری ہے۔

مسجد مہربانیہ سبزی منڈی ۱۹۵۳ء میں بنی اور اس کے افتتاح کیلئے اکوڑہ خٹک کے بادشاہ صاحب تشریف لائے۔انہوں نے افتتاح کے بعد عصر کی نماز یہاں ادا کی اور پھر میٹنگ ہوئی۔اس میٹنگ میں انہوں نے فرمایا کہ اس جماعت میں جمعہ کی نماز حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب پڑھائیں گے جو کہ سید بھی ہیں، عالم بھی، نیک اور بزرگ ہیں اور سب سے بڑی بات کہ پشاور میں ان جیسا کوئی عالم نہیں۔مولوی جی صاحب ان تین شرائط کے ساتھ اکوڑہ خٹک کے بادشاہ صاحب کی فرمائش کو قبول فرمایا

۱: میں مسجد کے کسی چندہ وغیرہ کے پروگرام میں شامل نہیں ہوں گا۔

۲: میں جمعہ کی نماز کیلئے آؤں گا۔نماز پڑھاؤں گا اور تقریر کرونگا۔آپ نے مجھے یہ نہیں کہنا کہ ایسی تقریر کرو یعنی اپنی منشاء کے مطابق اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات اپنے عقیدہ کے مطابق تقریر کروں گا۔

۳: اگر میں نے اپنے کسی کام کیلئے کہیں جانا ہوا تو آپ مجھے مجبور نہیں کریں گے۔

مولوی صاحب نے یہاں کافی عرصہ نماز پڑھائی۔شہر کے مختلف علاقوں سے لوگ صرف مولوی جی کی تقریر اور ان کے پیچھے نماز ادا کرنے کیلئے آتے تھے۔ان کا منبر جہاں وہ کھڑے ہو کر تقریر کرتے اور خطبہ دیتے آج تک موجود ہیں۔

میں ۱۹۶۴ء میں اس مسجد میں مولوی جی صاحب کی وساطت سے آیا۔میں ایک کتب فروش کے پاس ملازم تھا۔مولوی جی صاحب کتابیں خریدنے کیلئے ایک دن وہاں تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کیا کر رہے ہو؟۔اور ساتھ ہی فرمایا کہ تم کو امامت کیلئے سبزی منڈی لے جانا چاہتا ہوں۔میں نے تنخواہ کے متعلق پوچھا۔وہ ناراض ہوئے اور کہا کہ تمہیں خدا پر توکل نہیں ہے اور ۱۹۶۴ء سے آج

۱۹۹۸ء تک ان کی برکت سے یہاں موجود ہوں۔

ہمارے تو مولوی جی استاد بھی ہیں بزرگ بھی ہیں۔ خلاصہ، قدوری، مشکوٰۃ شریف اور دیگر کئی کتابیں میں نے مولوی جی صاحب سے پڑھی ہیں۔ یہاں اب میں نے مدرسہ بھی مولوی جی صاحب کی ہدایت پر بنالیا ہے۔ بہت سے لڑکوں نے یہاں سے حفظ کیا ہے۔ یہاں پر روایتی دستار بندی اور دوسری چیزیں نہیں ہیں عملاً کام ہے۔

مولوی جی صاحب بہت زیادہ عبادت کرتے تھے اور رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہاں ان کے گھر سے امام مسجد کیلئے افطار اور سحری کا بندوبست ہوتا ہے۔ ان دنوں آپ کی والدہ محترمہ نے (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے) کہا کہ آج سحری کی روٹی یہاں مولوی جی صاحب کیلئے بھی لے کر جانا ہے۔ میں حسب ہدایت خود مولوی جی صاحب کیلئے لے کر گیا۔ مولوی جی صاحب عبادت میں مصروف تھے۔ سامنے بڑا قرآن شریف پڑا ہوا تھا اور اپنے دونوں گھٹنوں اور کمر کو ایک کپڑے سے باندھ رکھا تھا۔ میں کھانا رکھ کر جانے لگا تو بلایا اور فرمایا کہ میری والدہ صاحبہ کو نہ بتانا کہ میں اس یہاں اس حالت میں بیٹھا ہوں۔ ایک دفعہ مولوی جی صاحب غائب ہو گئے، تین چار دن کسی کو پتہ نہیں تھا۔ ایک ٹوٹی پھوٹی قبر میں بیٹھے تلاوت فرما رہے تھے کہ آپ کی آواز کسی زمیندار اور جاننے والے نے سن لی۔

مولوی جی صاحب حفاظ کرام، علماء کرام اور سادات سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ایک دفعہ لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں بیمار تھے، ہم عیادت کیلئے گئے۔ ان کے برخوردار نے باہر سے ہمیں مل کر رخصت کر دیا۔ مولوی صاحب کو پتہ چلا تو فوراً ایک لڑکے کو دوڑایا۔ ابھی ہم آسامائی گیٹ تک ہی پہنچے تھے کہ بلاوا آیا اور واپس ہسپتال مولوی جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حالانکہ ڈاکٹروں نے ملاقات کی پابندی عائد کر رکھی تھی۔ آپ فرمایا کہ آپ کے پیر صاحب (ابوانیس حضرت صوفی محمد برکت علی رحمۃ اللہ علیہ) نے ترتیب شریف لکھی ہے اس میں ہمارے لئے کوئی دم نہیں؟ میں نے کہا کہ حضور آپ نے پڑھی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ فلاں فلاں آیات اور دعائیں پڑھ کر مجھ پر دم کرو۔

پھر دوسرے دن میں علی الصبح چلا گیا، دروازہ کھولا، آرام فرما رہے تھے۔ حال احوال پوچھا۔ آپ نے کرسی نزدیک کرنے کو کہا اور فرمایا کہ تمہارے آنے سے پہلے صوفی صاحب (صوفی برکت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) تشریف لائے تھے۔ میں نے پوچھا کیسے آئے، انہوں نے فرمایا کہ عالم بیداری میں۔ انہوں نے پوچھا امیر شاہ صاحب کیا حال ہے آپ کا؟ میں نے کہا آپ دیکھ رہے ہیں یہ حال ہے۔ پوچھا قاری آتا ہے یا نہیں، دم ڈالتا ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا "خدا اچھا کرے گا"۔ مولوی جی صاحب نے ان کا ٹھیک حلیہ بتایا کہ ایسی ڈاڑھی ہے، ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے، ایسی پگڑی باندھے ہوئے تھے اور ایسی آواز تھی۔ میں نے تصدیق کی کہ یہی صوفی برکت علی صاحب ہیں۔ ان لوگوں کا روحانی رابطہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ مجھے کہا کہ صوفی صاحب سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ آپ کی ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

ایک دن مولوی جی صاحب نے مجھے فرمایا کہ صوفی صاحب سے کہیں کہ ہماری طرف توجہ کریں۔ میں فیصل آباد گیا، صوفی صاحب نے پوچھا کہ امیر شاہ صاحب کیسے ہیں؟ میں نے انہوں نے فرمایا ہے کہ آپ توجہ کریں۔ وہ مراقبہ میں چلے گئے، تقریباً آٹھ دس منٹ بعد مجھ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ٹھیک ٹھاک ہیں اور آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا روحانی رابطہ تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولوی جی کو عمر دراز عطا فرمائے اور ان کا فیض قیامت تک جاری رہے اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ اتفاق و اتحاد نصیب فرمائے۔

اقبال سکندر صاحب

(ڈائریکٹر ایڈمنسٹریشن پارلیمنٹ اسلام آباد)

نحمدہٗ و نصلی علی رسول الکریم اما بعد العوذ باللہ من الشیطن الرجیم .

بسم اللہ الرحمن الرحیم . الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

قرآن عظیم الشان کی اس آیت میں خداوند قدس نے اولیائے کرام کے قلوب کی اس حالت کا

ذکرفرمایا ہے جس سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اولیاءاللہ کے دلوں میں خدا کی محبت اس حد تک متمکن ہوجاتی ہے کہ دنیا کے عام دوسے اور اندیشے ان کے دلوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور وہ ان دنیاوی آلائشوں اور ان خطرات سے محفوظ اور مامون ہو جاتے ہیں۔

ان ہی طبقہ اولیاء میں بعض ایسے ہوتے ہیں جو پوشیدگی کی چادر اوڑھے رہتے ہیں اور فقر کا کرتا پہنتے ہیں اور غیب کے خیموں میں رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے احوال کسی پر ظاہر ہونے نہیں دیتے ان کے دل خداوند حقیقی کے عشق میں بریان ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اس کی حدت سامنے بیٹھنے والے کسی کو محسوس تک ہونے نہیں دیتے۔ نام ونمود، نمائش اور علمی تعلی ان میں نام تک نہیں ہوتی۔ ان کا میلان خلوت، تنہائی اور عجز وانکساری کی طرف ہوتا ہے۔

مرشدی، سیدی حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی دامت برکاتہم کی ذات گرامی بھی سلف الصالحین کے کردار اور عمل کے ایک نمونہ ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ اہلیان پشاور خاص کر برصغیر اور پاکستان کے عوام عام طور پر بڑے بابرکت ہیں کہ ان کے درمیان ایسی ہستی موجود ہے۔ یہ مجھ پر خدا کا خصوصی فضل وکرم ہے کہ میں ان کی صحبت فیض اثر سے شرف بار ہوتا رہا اور اکثر ان سے ملاقات کا موقع ملتا رہا۔

پہلا تاثر جو میں نے ان کی شخصیت کا لیا ہے وہ کچھ اس طرح سے ہے کہ وہ بات بات میں نہایت ہی میٹھے، شگفتہ اور شائستہ انداز میں بغیر کسی عالمانہ تعلی کے، بغیر کسی عالمانہ غرور کے، بغیر کسی رسمی طریقت کہتے ہیں، اس کا کوئی حیلہ اختیار کئے بغیر سادہ انداز میں حکمت اور دانش کے موتی بکھیر دیتے ہیں اور پتے کی بات کہہ دیتے ہیں اور سیدھا مقامِ مرض پر انگلی رکھ دیتے ہیں۔

اس قسم کا ایک واقعہ جو میرا ذاتی تجربہ ہے۔ میں چونکہ فلسفہ اور تاریخ کا طالب علم رہا ہوں جس کا لازمی نتیجہ فکروانتشار ہوتا ہے۔ ایک دن میں نے مولوی جی سرکار سے اپنے اس فکری انتشار کی بات کی تو تھوڑی دیر خاموش ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد نہایت متانت سے میرے کان کے قریب ہوکر فرمایا کہ یہ سب فکر کی جنگ ہے کب تک لڑو گے اور کس کس سے لڑو گے۔ اب ذکر شروع کرو اور ذکر میں

ہی فلاح ہے اور آہستگی سے میرے کان میں فرمایا اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط۔

میں نے یہ بات کتنی مرتبہ سنی تھی اور یوں بھی سن لی لیکن رات کو جب میں تنہائی میں بیٹھا۔ میرے دل میں یونہی خیال گزرا کہ مولوی جی سرکار نے مجھ سے ایک بات کہی تھی اور یہ اہل اللہ ہیں بات میں کچھ وزن تو ہوگا، کچھ مطلب تو ہوگا۔ ہم جیسے انگریزی پڑھے لکھے لوگوں کیلئے یہ ذکر جہر یوں بھی ذرا مشکل ہوتا اور اس پر میلان نہیں ہوتا۔ میں اس رات ہی مولوی جی سرکار کے حکم کے مطابق ذکر جہر شروع کر دیا۔ ایک دو تین دن میں ہی میرے فکری انتشار میں خاطر خواہ افاقہ ہوا اور جو صحیح سمت مجھ سے کھو گئی تھی وہ مجھے دوبارہ مل۔

اس ایک ذاتی تجربہ سے میں نے اندازہ لگایا کہ مولوی جی سرکار کی باطنی بصیرت، تمکین اور تصرف کس حد تک زیادہ ہے۔ انہوں نے ایک چھوٹے سے اور عام فہم انداز میں مجھے اس طریقہ سے راہ راست پر ڈال دیا اور مجھے بتا دیا کہ سوائے خدا کے ذکر کے قلب کو کہیں بھی اطمینان نہیں ملتا خواہ جو کچھ تم کرلو۔

اس کے علاوہ بھی مولوی جی سرکار سے تصوف کے مسائل پر عمیق اور دقیق نقطوں پر باتیں ہوتی رہتیں۔ لیکن وہ مجھے ہمیشہ جو بھی جواب دیتے وہ قرآن وسنت سے ہی دیتے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مجھے اور کسی حوالہ سے اور واسطے سے جواب نہیں دیا۔ وہ سادگی سے اور شائستگی سے قرآن عظیم الشان کی کوئی آیت، حضور ﷺ کی کوئی حدیث اس طرح بیان فرماتے کہ وہ میرے تمام اشکالات کا، میرے تمام تشقق کا اور میرے تمام مسائل کا وہ جواب ہوتا۔

اس سے مولوی جی سرکار کی اس بصیرت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ مجھے اشاریہ کنایہ میں اور استعارۃً یہ بتا رہے ہیں کہ دوسری پگڈنڈیوں پر سفر مت کرو۔ وہاں پر بہت زیادہ کانٹے ہیں اور یہ میدان خارزار ہے اور اگر کوئی مصون اور محفوظ راستہ ہے وہ صرف اور صرف قرآن وحدیث کا راستہ ہے۔

مولوی جی سرکار کے پاس بیٹھنے کے بعد تیسرا تاثر جو بہت گہرا تاثر ہے وہ یہ ہے جو میں محسوس کرتا ہوں کہ فقران کے دل کی جڑ تک پہنچ چکا ہے۔ نام ونمود جسے کہتے ہیں ان تمام چیزوں سے منزہ،

پاک و بے نیاز ہیں۔ایک مدت تک میں بھی سرگردان رہا ہوں اس کوچہ میں لیکن عصر حاضر میں مجھے کوئی دوسرا شخص ایسا نظر نہیں آیا۔

ان پڑھ کو، جاہل کو، پڑھے لکھے کو نام لے کر بلاتے ہیں جس سے ان کی شفقت کا اندازہ ہوتا ہے۔کبھی زاویہ نشین بن کر، پیر طریقت بن کر بیٹھنے کی کوشش نہیں کی۔باتوں باتوں میں نقطہ سمجھا دیا اور اس سب سے تاکیداً جو وجاہت کرتے ہیں وہ زیادہ تر اقام الصلوٰۃ کی ہے کہ نماز کو قائم کرو، ذکر کی ہے، جناب رسالت مآب ﷺ سے عشق کی بات ہے اور وسوسوں اور اندیشوں سے بچنے کا واحد راستہ اپنے دل کو اپنے قلب کو ذکر خداوندی سے معمور کرنا ہے۔

مولوی جی سرکار کے آباءواجداد کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو بڑے جید بزرگان دین کی یہ اولاد ہیں اور ان کا دست کرم اور فیضان نظر ہمیشہ مولوی جی صاحب پر رہا ہے۔جیسے عبداللہ شاہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھہ سندھ میں، جناب سید حسن بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور میں، یہ بہت بڑے بزرگان دین ہیں۔شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لاہوری، یہ بزرگان دین، ان کے آباءواجداد برصغیر میں بکھرے ہوئے ہیں، ان کی قبور مرجع خلائق ہیں۔یقیناً آپ کی شخصیت میں ان تمام اجداد کا رنگ موجود ہے۔جناب سید غوث پاک عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی محبت جناب مولوی جی کے دل میں اس حد تک پیوست ہے کہ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا کہ یہ ان کی شخصیت کو شگفتہ پرتو بن گئے ہیں۔

ان کی محفل میں بیٹھ کر میں نے سوچا ہے کہ میں دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتا ہوں اور تمام صوفیاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اہل اللہ کی پہچان یہی ہے کہ جب آپ ان کے پاس بیٹھیں تو دنیا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور سوائے خدا کے اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے آپ کے دل میں اور کچھ باقی نہ رہے۔یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں جب بھی مولوی جی سرکار کی محفل میں بیٹھا ہوں مجھے یہ محسوس ہوا کہ اُس وقت ہر دل آنحضرت ﷺ کی محبت سے لبریز ہے اور خدا کا ایک خاص فضل و کرم مجھ پر ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

ایک جامع الصفات شخصیت

سید سجاد حسین بخاری
(ڈپٹی ڈائریکٹر پلاننگ پیسکو)

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء بروز بدھ رات دس بجے بمطابق ۱۳ رمضان المبارک اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی روح اقدس کو تو وصال باری تعالیٰ نصیب ہوا لیکن ان کے دنیا سے پردہ فرمانے پر پسماندگان پر قیامت گزر گئی۔ ہر دل کو پُر ملال کر دینے والی یہ خبر آناً فاناً سارے شہر میں گردش کر گئی اور لوگ جوق در جوق آپ کی رہائش گاہ یکہ توت پشاور کا رخ کرنے لگے، رات گئے اور سحری تک لوگ جم غفیر کی صورت میں آہ و بکا کرتے رہے۔ اہالیان پشاور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و شفقت سے محروم ہو گئے تھے اور معتقدین کیلئے ان کی جدائی کا صدمہ برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایسے میں ایک دوسرے کو حوصلہ اور صبر کی تلقین کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔

دوسرے دن ۲۸ اکتوبر بروز جمعرات ۲ بجے بعد از دوپہر آپ کا جنازہ پُر ہجوم اشکبار آنکھوں کے ساتھ یکہ توت سے روانہ ہوا اور دو گھنٹے میں لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ورد کرتے ہوئے جنازہ گاہ وزیر باغ پہنچا۔ آپ کے صاحبزادے سید نور الحسنین (سلطان آغا) نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پشاور کی تاریخ میں اس قدر پُر ہجوم جنازہ کم ہی دیکھا گیا۔ وزیر باغ سے قبرستان سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ پہنچے تو رمضان شریف کے باوجود نماز مغرب تک ہزاروں افراد قبرستان میں موجود رہے اور تدفین تک اشکبار آنکھیں دکھائی اور درود و سلام کی آوازیں سنائی دیتی رہیں۔

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک ہمہ پہلو، ہمہ جہت و ہمہ گیر شخصیت تھی۔ ان کی شخصیت کے کسی ایک پہلو پر بھی گفتگو کی جائے تو گھنٹوں تک ہوتی جائے گی اور لکھا جائے تو کتابیں لکھی جا سکتی ہیں چہ جائیکہ ان کی شخصیت کا احاطہ کرنا کسی ایک نشست یا ایک مضمون میں کیونکر ممکن ہے۔ آپ کی روحانی، علمی، دینی، سیاسی اور صحافتی خدمات کا ذکر کیا جائے، آپ کے اعلیٰ اخلاق و کردار کی تعریف کی

جائے یا عوام الناس سے آپ کے قریبی رابطے اور ان کے دکھ درد میں آپ کی شرکت کا تذکرہ کیا جائے یا لوگوں کے مسائل کا ان کی تسلی و تشفی کے ساتھ حل کرنے کی روداد بیان کریں۔

دینی و علمی معاملات میں آپ علم تفسیر قرآن، حدیث پاک ﷺ اور تصوف میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ مفسر قرآن کی حیثیت میں دیکھیں تو پچپن برس تک ہر خاص و عام کیلئے اپنے آستانے پر درس قرآن جاری تھا۔ سورۃ بقرہ کی تفسیر تحریری طور پر موجود ہے اور بقایا تمام قرآن کا درس کیسٹس کی صورت میں موجود ہے۔ قرآن پاک کی ایک بڑی خدمت آپ نے تذکرۂ حفاظ پشاور تحریر کر کے انجام دی۔ اس کتاب میں پشاور کے تمام حفاظ کرام کی تاریخ مرتب کر کے ان کے اسماء گرامی ہمیشہ کیلئے محفوظ کر لئے۔

محدث کی حیثیت میں دیکھیں تو حدیث کا درس دینے کے علاوہ شرح صحیح بخاری شریف کا ترجمہ تین جلدوں میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ ''انوار غوثیہ شریف شرح شمائل نبویہ ﷺ'' اور ''انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم'' بھی احادیث پر مشتمل کتابیں ہیں جو کہ آپ نے نہایت محنت سے تحریر کر کے عام مسلمانوں کیلئے توشۂ آخرت کا سامان مہیا کیا ہے۔

تصوف میں آپ کے مقام کا تعین کسی اہل قلم کیلئے ممکن نہیں کیونکہ علوم باطنی کا ادراک ہر کوئی نہیں کر سکتا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ''ولی را ولی می شناسد''۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے لیکن علم تصوف پر آپ کی تحریریں بڑے بڑے مسائل کو نہایت سادہ الفاظ میں بیان کر دیتی ہیں۔ ان تحریروں میں محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ''رسالہ در بیان کسب سلوک و معرفت'' کا ترجمہ، خوارق عادات اور صلوٰۃ غوثیہ شامل ہیں۔

دین اسلام اور علم تصوف کی ایک بڑی خدمت آپ نے ''تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد'' (دو جلدوں) میں تحریر کر کے انجام دی ہے۔ یہ ایک انتہائی محنت طلب اور بنیادی تحقیقی کام ہے، جس کیلئے آپ کو دور دراز کے سفر بھی اختیار کرنے پڑے۔ آپ صوبہ سرحد کے تمام علماء و مشائخ کو گمنامی سے نکال کر منظر عام پر لائے اور ان کی مکمل تاریخ مرتب کر دی جو آئندہ نسلوں کیلئے مشعل راہ کی حیثیت

رکھتی ہے۔

عوام الناس کی دین اسلام سے روشناسی اوران کے مسائل کے حل کی غرض سے آپ نے کئی ایک کتابچے اور مقالات بھی تحریر کئے جن میں سب سے مقبول عام کتاب "نماز مقبول" ہے جو کہ ۱۹۵۴ء میں لکھی گئی اور کئی بار چھپ چکی ہے۔

علاوہ ازیں دینی مسائل کے حل کیلئے نظام زکوٰۃ، شان صحابہ کرام، شان اہل بیت، تقبیل ابہامین، نظام عصمت وعفت، داڑھی منڈے امام کے پیچھے نماز اور کئی دوسرے مسائل پر آپ کے مقالات چھپ چکے ہیں۔

علمی ودینی خدمات کے علاوہ صحافت کے میدان میں بھی آپ کا اپنا ایک مقام ہے۔ پندرہ روزہ "الحسن" کا اجراء آپ نے ۱۹۵۵ء میں کیا اور کچھ عرصہ درمیان میں حکومتی پابندی جھیلنے کے بعد اب تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔

قیام پاکستان سے قبل آپ کے والد بزرگوار برہان العاشقین حضرت آغا سید زمان شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسلم لیگ کے عہدیدار اور تحریک پاکستان کے سرگرم رہنما تھے۔ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ بھی تحریک پاکستان کی جدوجہد میں شریک رہے اور تحریک کے دوران ایک خفیہ ریڈیو سٹیشن جو کہ آپ کے گھر کے تہہ خانے میں قائم تھا سے تلاوت قرآن پاک کرتے تھے۔ آپ کی سیاسی خدمات قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہیں اور آپ جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہو گئے اور صوبہ سرحد کے صدر کے علاوہ مرکزی نائب صدر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی تعلق کی وجہ سے پشاور آمد پر ان کا قیام ہمیشہ آپ کے ہاں ہی ہوتا۔ ایوب خان کی بنیادی جمہوریت کے زمانے میں آپ دو مرتبہ بلا مقابلہ اپنے علاقے کی وارڈ کے چیئرمین منتخب ہوئے اور عوام کے مسائل کے حل کیلئے عملی اقدامات کرتے رہے۔ کیونکہ آپ ایک باعمل مسلمان اور سالک (صوفی) تھے دین کے علاوہ دنیا سے بھی تعلق اس طرح رکھا کہ ہر کام میں شرکت

کر کے اتباع سنت رسول ﷺ انجام دی۔

عوام الناس تو ہر وقت آپ کے آستانے پر اپنے دکھوں کا مداوا ڈھونڈنے آتے رہتے لیکن خواص بھی آپ کے نیاز حاصل کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ آپ کا سلوک اور شفقت سب کے ساتھ یکساں تھا بلکہ ہر کوئی یہ دعویٰ کرتا کہ میرے ساتھ ہی خصوصی شفقت برتتے ہیں۔

اہالیان پشاور کیلئے آپ کا روحانی فیض ہمیشہ سے جاری ہے۔ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبداللہ شاہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا آپ کا شجرۂ نسب قندیل نورانی، ہیکل یزدانی، شہبازِ لامکانی، محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

ربیع الثانی کی گیارہویں رات کو آپ فیض عام فرماتے اور ہر طالب ہدایت کو بیعت کی اجازت ہوتی تھی۔ سلسلۂ قادریہ کے دامن گیر آپ سے روحانی فیض حاصل کرتے اور تمام شب ذکر الٰہی اور درود و سلام کا ورد جاری رہتا۔

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ علم دوست اور اہل علم کے قدر دان تھے۔ آپ کے آستانے پر ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا جن میں ہر طبقہ کے لوگ امیر غریب، نادار و تنگدست، اہل ثروت و ارباب اختیار اور بڑے حکومتی عہدیدار شامل ہوتے تھے۔ آپ سب کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتے تھے لیکن خود آپ کو حقیقی خوشی اہل علم حضرات سے مل کر ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ دور دور سے اہل علم اور یونیورسٹیوں کے پروفیسر حضرات اکثر آپ کے مہمان ہوتے اور ان کے ساتھ دینی و علمی بحث رات گئے تک جاری رہتی جس سے تمام موجود حضرات مستفید ہوتے رہتے۔

آپ کی ذاتی لائبریری آپ کی علمی دوستی کی مثال ہے جس میں ہزار ہا نایاب کتابیں اور سینکڑوں قلمی نسخہ جات ہیں۔ اہل علم آپ کی لائبریری سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہے۔ والدین اپنے بچوں کو آپ کے پاس دعا کیلئے لاتے تو آپ ان کو پڑھائی کرنے کی تلقین کرتے اور حصول علم کیلئے ہر قسم کی مدد بھی فرماتے۔

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور ﷺ سے والہانہ عشق تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے آپ کی محبت آپ کی تحریر "انوار غوثیہ" کے ترجمہ سے جھلکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے جس خلوص اور قلب کی گہرائیوں کے ساتھ سرکار دو عالم کے ساتھ والہانہ عقیدت کا اظہار کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ درس قرآن پاک کے دوران بھی ہمیشہ اس تفسیر اور ترجمے کو اولیت دیتے جس میں حضور ﷺ کیلئے ادب واحترام کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہو۔

پشاور میں سب سے پہلے "مجلس میلاد النبی ﷺ" آپ نے قائم کی اور اس کے زیر اہتمام سب سے پہلا میلاد النبی ﷺ کا جلوس جو کہ ۹ ربیع الاول کو نکالا گیا آپ کی سربراہی میں یکہ توت سے برآمد ہوا۔ یہ جلوس کئی سالوں تک آپ کے آستانے سے برآمد ہوتا رہا۔ بعد ازاں جب "ادارہ تبلیغ اسلام" کے زیر اہتمام ۱۲ ربیع الاول کو میلاد النبی ﷺ کا جلوس نکلنے لگا تو آپ نے ۹ ربیع الاول کا جلوس بند کر کے ۱۲ ربیع الاول کے جلوس میں باقاعدگی سے شرکت کی تاکہ حضور ﷺ کی یاد منانے میں تمام مسلمان یکجہتی کا مظاہرہ کریں۔

آپ کے آستانہ پر باقاعدگی سے محفل نعت کا انعقاد ہوتا اور ملک کے مشہور نعت خوان حضور رحمت للعالمین ﷺ کی مدح سرائی کرتے آپ خود اس کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے ہر میدان میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ ایک کامل روحانی پیشوا ایک ممتاز عالم دین اعلیٰ پائے کے مفسر قرآن، مستند محدث، ایک مدبر سیاستدان، ایک بے باک صحافی، ایک باعمل مسلمان اور سب سے بڑھ کر ایک بہترین انسان تھے۔

اللہ کی مخلوق سے محبت آپ کا مسلک تھا۔ زندگی بھر دینی و علمی خدمات بلا کسی حب جاہ ومال کے انجام دیتے رہے۔ کبھی کسی حکومتی تائید وستائش کی طلب نہیں کی۔ آپ کی طبیعت میں نہایت ہی انکسار اور تواضع تھی اور ہر قسم کی دنیاوی آلائشوں سے محفوظ رہ کر خالصتاً اعلاء کلمۃ الحق اور اتباع سنت رسول ﷺ پر کاربند رہے۔ انہی پر خلوص اور بے لوث خدمات کے پیش نظر ہمیشہ عوام وخواص میں عزت وتکریم کی نظر سے دیکھے گئے اور ہر جاننے والا دل سے ان کی عزت وقدر ومنزلت کرتا رہا اور

آپ ایک ہر دلعزیز اور غیر متنازعہ شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے حالانکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی اپنی ایک الگ طرز فکر تھی۔

مذہبی طور پر آپ اہل سنت والجماعت سے متعلق تھے اور اپنے مسلک پر سختی سے قائم تھے۔ سیاست میں آپ کی اپنی ایک فکر تھی لیکن اس کے باوجود آپ کی شخصیت غیر متنازعہ تھی اور تمام مذہبی و سیاسی حلقے آپ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔

یہی وجہ ہے کہ اتحاد بین المسلمین میں آپ کی ذات نمایاں کردار کی حامل تھی۔ ملی یکجہتی کونسل کے قیام کے دوران آپ نے اپنے آستانہ پر تمام مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں کو دعوت دی تو تمام مذہبی رہنما بشمول حضرت مولانا مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ساجد نقوی، پروفیسر ساجد میر، قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن حتیٰ کہ سپاہ صحابہ کے مولانا فاروقی اور سپاہ محمد کے علامہ یزدانی آپ کی شخصیت کی وجہ سے یکجا ہو کر آپ کے آستانہ پر ایک دسترخوان پر بیٹھے۔ پشاور کے تمام سنی و شیعہ حضرات کو آپ سے یکساں عقیدت تھی وہ آپ کے پاس بلا تخصیص حاضری دیتے حتیٰ کہ غیر مسلم بھی آپ سے عقیدت رکھتے اور دعا کیلئے حاضر ہوتے۔

آپ کی وفات پر قاضی حسین احمد صاحب تعزیت کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے وہاں ایک مختصر تقریر بھی کی جس میں انہوں نے نہایت جامع انداز میں آپ کی شخصیت کو بیان کرتے ہوئے بجا طور پر فرمایا کہ "سید امیر شاہ ایک ایسی روحانی شخصیت تھے جن کو دیکھنا، جن سے ملنا اور جن سے گفتگو کرنا اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہے اور آپ تقرب الٰہی کا ذریعہ تھے"۔

آپ کے متعلقین اور آپ کے پرستار اس وسیلہ سے محروم ہو گئے ہیں جس سے وہ اللہ کا تقرب حاصل کر سکتے تھے لیکن یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایسی شخصیات کا فیض بعد از وصال بھی جاری رہتا ہے۔ ہم وہ فیض ان کے مشن کو جاری کر کے اور ان کی تعلیمات پر عمل کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو جاری رکھیں ان کی تعلیمات کو عام کریں اور ان پر عمل کریں اور ان کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوتے رہیں۔

محمد امیر شاہ

اظہار عقیدت در صنعت توشیح

از فیض لودھیانوی مرحوم و مغفور

مرد حق آشنا ہے محمد امیر شاہ
باطل سے لڑ رہا ہے محمد امیر شاہ

حفظ اس کو ہیں ہزاروں حدیثیں حضور کی
سرچشمۂ ہدیٰ ہے محمد امیر شاہ

محنت سے کام کرتا ہے تبلیغ کیلئے
کیا خوب پیشوا ہے محمد امیر شاہ

دامن ہے اس کا دولت دیں سے بھرا ہوا
حکمت کا مدعا ہے محمد امیر شاہ

اسلام کے فروغ کی ہے اس کو آرزو
قرآن پر فدا ہے محمد امیر شاہ

مرشد ہیں اس کے سید والا گہر حسن
اولادِ مصطفیٰ ہے محمد امیر شاہ

یہ راز معرفت کا ہے، دانش کو کیا خبر
دیوانۂ خدا ہے محمد امیر شاہ

روحانیت سے واسطہ ہے اس کا رات دن
آئینۂ صفا ہے محمد امیر شاہ

شیطان اس کے نام سے لرزاں ہے دم بہ دم
شیطان کی قضاء ہے محمد امیر شاہ

اس کا عمل ہے قوم کے حق میں بہت مفید
پُر درد رہنما ہے محمد امیر شاہ

ہر دل عزیز کیوں نہ ہو وہ فیضِ خلق میں
خوش خُلق و خوش ادا ہے محمد امیر شاہ

۲۸ اپریل ۱۹۹۴ء بروز پنجشنبہ

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

سید قمر عباس
(سابق وزیر جیل خانہ جات صوبہ سرحد)

میرے لئے کالم لکھنا کبھی اتنا مشکل نہ تھا جتنا آج ہو رہا ہے۔ میں پچھلے دو دن سے قلم اٹھاتا ہوں تو مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں آج جس موضوع پر لکھ رہا ہوں اس کا حق ادا نہ کر سکوں گا۔ نجانے وہ لوگ جن سے میرے جیسے ہزاروں انسان اتنی محبت کرتے ہیں وہ ہم سے اتنی جلدی کیوں بچھڑ جاتے ہیں؟

لوگ کہتے ہیں پچاسی سال بہت عمر ہے لیکن میں کہتا ہوں وہ شخص جو لوگوں کے دلوں میں بستا ہو اس کی عمر کو سالوں سے ماپنا بے وقوفی کی انتہا ہے۔ وہ اگر دو سو سال بھی زندہ رہے تو بھی لوگوں کی خواہش یہی ہو گی کہ خدا انہیں اتنی ہی عمر اور دے دیتا۔ کج بحثوں کو اندازہ نہیں کہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کیا چیز ہے؟ اہل پشاور جب یکہ توت کے اس ٹوٹے پھوٹے گھر میں اپنی تکلیفوں، دکھوں اور مصیبتوں سے گھبرا کر داخل ہوتے تو سامنے ایک نورانی چہرے کو معمولی سی چٹائی پر بیٹھے دیکھ کر اپنے سارے دکھ بھول جاتے۔

وہ اندر داخل ہوتے تو اپنے بچوں کو اس بزرگ کے سامنے بٹھا کر سوال کرتے کہ "مولوی جی صاحب یہ بہت ضدی ہے دعا کریں اس کی ضدی طبیعت کو قرار مل جائے"۔ مولوی جی دعا کر کے اس بچے پر پھونک مارتے اور بچے کی ضد ختم ہو جاتی۔ دکھوں سے گھبرا کر عورتیں مولوی جی سے کہتیں "مولوی جی صاحب میرے خاوند کا کاروبار خراب ہو گیا ہے دعا کریں" تو مولوی جی ہاتھ اٹھا لیتے اور بے قرار عورت کو سکون مل جاتا۔

اس دروازے پر روزانہ کئی سو لوگ دعا کیلئے حاضر ہوتے اور مطمئن ہو کر گھروں کو واپس چلے جاتے۔ پشاور کے کئی دکاندار صبح اس چوکھٹ پر آتے، سلام کرتے اور اپنے اپنے کاروبار کیلئے روانہ ہو

جاتے۔واپسی پر پھر آتے اور چوکھٹ پر سلام کرتے اور گھروں کی راہ لیتے۔

میں سوچتا ہوں کہ اب اس سکون، اطمینان اور یقین کے موت کی آغوش میں جانے کے بعد ان لوگوں کا کیا بنے گا؟ آج بھی کئی لوگوں کو یقین نہیں آرہا کہ مولوی امیر شاہ قبلہ وفات پا چکے ہیں اور نجانے کتنے عرصہ تک یہ بے قرار روحیں اسی طرح اپنے آپ سے سوال کرتی رہیں گی کہ کیا واقعی مولوی جی اب ہم میں نہیں رہے؟

میں جب ایک ماہ پہلے ان سے ملاقات کرنے ان کے گھر پہنچا تو اندر داخل ہوتے ہی مجھے گھبراہٹ ہونے لگی۔کچھ دیر تک شیر آغا، تاج آغا (ان کے بیٹے) چائے وغیرہ پیتے رہے لیکن میری وحشت ختم نہ ہونے میں آرہی تھی۔آخر کار میں اٹھا اور ان کے پاس پلنگ پر جا بیٹھا وہ بہت کمزور ہو چکے تھے میری گھبراہٹ بڑھ گئی، انہوں نے مجھے گلے لگا لیا۔کتنی دیر ان کے گلے سے لپٹ کر اور کتنی دیر ان کے پاؤں پکڑ کر میں روتا رہا وہ مجھے پیار کرتے رہے۔پھر کہنے لگے رات بہت ہو رہی ہے۔ میں نے کہا میرا دل بیٹھنے کو چاہ رہا ہے۔وہ بولے اچھا اگر آپ کے دل کو سکون مل رہا ہے تو بیٹھے رہیں۔میں کافی دیر بیٹھا رہا لیکن میرے آنسو خشک نہ ہو سکے۔میری اپنے محبوب سے یہ آخری ملاقات تھی جو آنسوؤں سے شروع ہوئی اور آنسوؤں پر ختم ہوئی۔

جب ہم جمعیت سادات کی تنظیم سازی کر رہے تھے تو مولوی جی نے ایک دن کہا کہ سادات گھرانوں کی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی ان کی خواہش ہمیشہ رہی ہے اس لئے اس پلیٹ فارم کو سیاست وغیرہ سے بالاتر ہو کر آرگنائز کیا جائے۔اس سلسلے میں ہم مختلف میٹنگز کرتے رہے اور پھر ایک دن ہم نے جمعیت سادات کے سرپرست اعلیٰ مولانا ایوب جان بنوری صاحب قبلہ کے گھر پر میٹنگ کا انعقاد کیا۔برادرم فاروق بنوری صاحب نے تمام بندوبست کیا اور ہم وہاں پہنچے۔دو مختلف مسالک کے یہ بزرگ اکٹھے ہوئے تو ایک دوسرے کے ساتھ ان کی محبت دیکھ کر ہمیں رشک آنے لگا۔قبلہ ایوب جان بنوری صاحب نے اجلاس کی صدارت کیلئے مولوی جی صاحب سے کہا تو انہوں نے کانوں کو ہاتھ لگایا اور بے حد اصرار کر کے ایوب جان بنوری صاحب کو کرسی صدارت پر بٹھا دیا۔

بعد میں اپنی تقریر میں پشاور شہر کے ان مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والوں نے جس طرح ایک دوسرے کی بڑائی بیان کی وہ ان کے بڑے پن کا ایسا نظارہ تھا جسے ہم کبھی نہ بھول سکے۔

ہم نے جمعیت سادات کے پلیٹ فارم پر سید لیاقت علی شاہ گیلانی صاحب سے تقاضا کیا کہ دیر کا دورہ کرنا چاہئے۔ لہٰذا ہم مولوی جی کی قیادت میں تین دنوں کیلئے دیر جا پہنچے۔ بیماری اور کمزوری کے باوجود دیر میں ہزاروں لوگوں کے اجتماعات سے مولوی جی نے تین دن خطاب کیا۔ دیر کے سادات نے فرشِ دل بچھا دیا رات کے ۱۲ بجے بھی دور دراز کے دیہات میں ہزاروں سادات ہمارا انتظار کرتے ہوئے۔ گاڑیوں کے جلوس میں مولوی جی کا استقبال کرتے۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ مولوی جی ان کے ہاں تشریف لا کر کھانا کھائیں۔ مولوی جی کے پاس تین دن تھے لیکن کسی کا دل توڑنا ان کی کتاب میں لکھا ہی نہ تھا۔ انہوں نے اس دورے میں دوپہر اور رات کے کھانوں میں تین تین احباب کی دعوت قبول کر لی۔ میں نے پوچھا کہ سرکار یہ کس طرح ہوگا تو فرمایا کہ ایک صاحب کے پاس بارہ بجے دوسرے کے پاس ڈیڑھ بجے اور تیسرے کے پاس تین بجے کھانا کھائیں گے اس طرح سب خوش ہو جائیں گے۔ میں ہنس پڑا اور کہا سرکار میں نے آج تک آپ کو چند نوالے اور شوربے میں ایک بوٹی کے علاوہ تو کھاتے دیکھا نہیں پھر یہ تین دفعہ کھانا کون کھائے گا۔ فرمایا تم لوگ ہمت کرو ہمارا تو یہی کھانا ہوگا۔ احبابِ تصوف کے درمیان درجات کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں کوئی صوفی فقر میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے، کسی کو پیری مریدی میں لوگوں کی محبت کا عروج ملتا ہے، کسی کو عبادت میں ایک بلند مقام نصیب ہو جاتا ہے، کسی کو ریاضت کے میدان کا شہسوار کہا جاتا ہے۔ اب یہ بہت مشکل ہے (خصوصاً اس مادی دور میں) نظر آتا ہے کہ کسی کو فقر میں بلند مقام ملے اور ساتھ ہی وہ ریاضت کے میدان میں بھی اسی درجے کو پالے۔ یہ ہمیں بہت کم نظر آتا ہے کہ عبادت کے میدان میں بلندی کو پا لینے والا صوفی دنیاوی زندگی میں بھی اسی بلندی کو چھونا شروع کر دے کوئی صوفی شریعت کی پابندی میں طریقت کی باریکیوں سے اجتناب برتنا شروع کر دیتا ہے اور کوئی طریقت میں شریعت سے غافل ہو جاتا ہے لیکن مولوی جی وہ ہمہ جہت شخصیت تھے جو عبادت، ریاضت، فقر،

شرع، طریقت، دینی اور دنیاوی میدانوں میں ایک کامل بزرگ تھے۔ان میں تمام میدانوں کا عروج اکٹھا ہو گیا تھا اور جب کسی شخصیت میں یہ تمام مدارج اپنے عروج پر پہنچ جائیں تو وہ حضرت شیخ جنید بغدادی، حضرت شاہ قبول اولیاء، حضرت سید حسن سرکار کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔مولوی جی درجات کی بلندی میں ان شخصیات کا پرتو تھے۔

وہ ایک ایسے عاشق رسول ﷺ تھے جن کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف سنت نبوی ﷺ کی پیروی تھی، وہ عالم باعمل اور باہوش فقیر تھے۔ میں نے جب سیرت کی کتاب "تکمیل انسانیت" لکھی تو جیل سے ان کو بھجوائی تا کہ اصلاح بھی کر دی جائے اور تقریظ بھی لکھ کر بھجوا دیں۔کچھ دنوں کے بعد اپنے برخودار شیر آغا کے ہاتھوں انہوں نے کتاب کا مسودہ مجھے واپس بھجوایا تو شیر آغا نے کہا "مولوی جی صاحب بہت خوش تھے اور کہہ رہے تھے۔دیکھو میرے آقا ﷺ نے قمر عباس سے کیا کام لیا"۔ساتھ ہی شیر آغا نے دس ہزار روپے نکالے اور کہا مولوی جی فرما رہے تھے کہ کتاب چھپائیں تو کاغذ میرے پیسوں سے خرید لیں تا کہ میں بھی اس ثواب میں حصہ دار بن جاؤں۔اس طرح اس کتاب کا کاغذ مولوی جی کے ہدیہ سے خریدا گیا، یہ تھا ان کا عشق رسول ﷺ۔

عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس بڑی شان سے پشاور کی سڑکوں پر رواں دواں تھا تمام سادات کرام گلے میں پھولوں کے ہار پہنے اپنے حلقوں کی قیادت کرتے ہوئے لوگوں کے جلو میں جلوس کے ساتھ شامل تھے۔مولوی جی کو ایک جیپ میں لگے لاؤڈ سپیکر سے سنائی دینے والی نعت پر وجد آ گیا۔عشق سرکار رسالت مآب ﷺ رگوں میں ابل پڑا اور مولوی جی نے گلے سے پھول اتار کر جیپ کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیا۔نہ سر پر دستار نہ گلے میں ہار۔وہ جلوس بھی بھول گئے اور مراتب بھی۔اب بس وہ ایک عاشق تھے جن کے کانوں میں نعت کے بول تھے اور نظروں کے سامنے مدینے کی گلیاں۔کوئی ان کو روکنے کی جسارت نہ کر سکا اور سب ان کے ساتھ دوڑنے لگے۔یوں عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس عشق مصطفی ﷺ کی تفسیر بن کر رہ گیا۔

وہ میرے کالموں کے مستقل قاری تھے اور مجھے اکثر کہتے تھے کہ مجھے تمہارے کالم کا انتظار رہتا

ہے۔ برادرم انور شاہ ان کو کالم پڑھ کر سناتے اور پھر ان کی ہدایت کے مطابق کالم محفوظ کر لیا جاتا۔ ان کا کہنا تھا کہ میرے تمام کالم کی ان کی پاس فائل میں محفوظ ہیں۔ اب نہ انور شاہ ان کو کالم سنا سکیں گے اور نہ مجھے لکھنے میں یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ اس کالم کو مولوی جی نے بھی پڑھنا اس لئے حفظ مراتب کا خیال رکھا جائے۔

پشاور کے لوگ حیران و پریشان ہیں کہ اب وہ کس کے پاس جا کر اپنے دلوں کی فریاد سنائیں گے؟ اب اس شہر میں ایسا عاشق رسول ﷺ ان کو کہاں ملے گا۔ مجھے یقین ہے کہ لحد کے بند ہوتے ہی میرے آقا ﷺ کی کھلی بانہوں نے ان کا استقبال کیا ہو گا اور یوں ایک بچھڑی روح اور جو دنیا میں بھٹکتی پھر رہی تھی اپنے محبوب ﷺ کی آغوش میں پہنچ کر قرار نصیب ہوا ہو گا۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

بقیہ: حبِ صحابہ کرام اور حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد مبارک ہے "میرے صحابی کی سنت میری سنت ہے"۔

حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مرتبہ کا ادراک اور ان تمام افعال کا ظہور ایسی ہی ہستی سے ہو سکتا ہے جس کا دل صحابہ کرام کی محبت سے لبریز ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب ﷺ کے طفیل میرے مرشد حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے مزار کو اپنے انوار و تجلیات سے ڈھانپ لے اور ہمیں صحابہ کرام کی محبت اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضور سرور کونین ﷺ کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْنْ ثُمَّ اٰمِیْنْ بِجَاہِ النَّبِیِّ الرَّءُ وْفِ الرَّحِیْمِ عَلَیْہِ التَّحِیَّۃُ وَ التَّسْلِیْمُ

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ علماء کی نظر میں

مرتب: محمد شاہد وود ایڈووکیٹ

حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بزم میلاد مصطفیٰ ﷺ پشاور کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے کے سانحہ رحلت سے جہاں دنیائے اہل سنت عصر حاضر میں بے سایہ و بے مایہ ہو گئی ہے وہاں بزم میلاد مصطفیٰ ﷺ پشاور بھی اس خلاء کو بڑے درد و کرب کے ساتھ محسوس کرتی ہے۔

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی رسم سوئم کے فوراً بعد بزم میلاد مصطفیٰ ﷺ پشاور کی کابینہ اور مجلس شوریٰ کے ایک مشترکہ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ آپ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی یاد سعید میں ایک تقریب انعقاد پذیر کی جائے جس میں تمام مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء کو مدعو کیا جائے جو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کریں۔

چنانچہ پیر ۲۲ نومبر ۲۰۰۴ء بمطابق ۹ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ کو بعد از نماز عشاء بمقام گلبہار نمبر ۳ انعقاد پذیر ہونے والی اس تقریب کی صدارت پر تو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید محمد نور الحسنین صاحب قادری الگیلانی المعروف سلطان آغا نے فرمائی جبکہ اس میں اہل حدیث، دیوبندی، بریلیو اور شیعہ مکتبہ ہائے فکر کے علماء کرام، دانشوروں اور مشائخ عظام سمیت حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین و معتقدین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

اس تقریب میں سادات عظام میں سے حضرت سید غلام السیدین گیلانی، حضرت سید محمد حسنین قادری گیلانی، حضرت سید غلام الحسنین قادری گیلانی، سید علاؤالدین علی قادری گیلانی، سید سجاد احمد بخاری قادری، سید سجاد شیدائی، سید لیاقت علی شاہ صاحب گیلانی (سجادہ نشین حضرت سید شاہ قبول اولیاء رحمۃ اللہ علیہ)، سید اقبال حسین شاہ صاحب (سجادہ نشین حضرت سید لیونے بابا رحمۃ اللہ علیہ تو تھیہ پشاور)، سید پیر امداد علی شاہ صاحب بخاری (سجادہ نشین بخاری دربار عالیہ اشرف روڈ پشاور)، سید اسد علی شاہ

صاحب بخاری (صدر ادارہ تبلیغ الاسلام پشاور) اور ڈاکٹر سید فخر الحسن کراروی نے جبکہ ارباب علم و دانش حضرات میں سے اخونزادہ مختار علی نیئر، ایم اسمٰعیل اعوان (سنیئر نائب صدر گندھارا ہندکو بورڈ) اور علامہ محمد رمضان توقیر (مشیر وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد برائے سائنس و ٹیکنالوجی) نے جبکہ مہمانان مقرر میں ابوعبداللہ مولانا عبدالسلام سلفی ہزاروی مدظلہ العالی (نائب امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان)، پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالغفور مدظلہ العالی (چیئرمین شعبہ مطالعات سیرت، جامعہ پشاور و ڈسٹرکٹ خطیب پشاور)، علامہ سید محمد جواد ہادی مدظلہ العالی (سابق سینیٹر و پرنسپل جامعۃ الشہید عارف الحسینی للمعارف الاسلامیہ) اور حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد اکرم شاہ صاحب مدظلہ العالی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ گڑھی شریف و مرکزی نائب صدر جمعیت علماء پاکستان) نے شرکت کی۔

یہ تقریب سعید صدر بزم میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پشاور جناب محمد ایوب جانی صاحب کی ذاتی دلچسپی، خواہش، انگیجت اور مصارف پر انعقاد پزیر ہوئی جبکہ انتظامی امور میں صدر محترم کی معاونت انتہائی خلوص نیت کے ساتھ نائب ناظم یونین کونسل کریمپورہ حاجی عبدالواحد صاحب قادری اور نائب ناظم یونین کونسل گلبہار جناب ملک نصیر حسین صاحب نے فرمائی۔

بزم میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پشاور کی گیارہ سالہ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی اور منفرد تقریب تھی جو کہ جامع مسجد نجم النساء، رشید ٹاؤن گلبہار نمبر ۳ سے باہر کسی کھلے مقام پر منعقد ہوئی۔ تقریب سعید کیلئے چار سو کرسیوں پر مشتمل خوبصورت پنڈال سجایا گیا تھا جبکہ قناتیں خوبصورت اور دل آویز بینرز سے مزین تھیں۔ ماحول کی نورانیت کا یہ عالم تھا کہ گویا حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سارے پنڈال میں خود گھوم رہے ہوں۔ بزم مذکورہ کی سرپرستی کے حوالہ سے اس تنظیم کی کابینہ و مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ سرپرستی سدا حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہی رہے گی کیونکہ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے کسی ولی کامل کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا تصرف دس گنا بڑھ جاتا ہے لہٰذا جب حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بلاشک و شبہ کامل بلکہ اکمل ہیں تو ان کی سرپرستی بھی اب پہلے سے بڑھ کر ہوگی۔۔۔ان شاءاللہ!

محفل کا باقاعدہ آغاز راقم الحروف نے اللہ رب العزت کے بابرکت نام سے کیا جبکہ اس تقریب سعید کی نقابت کا شرف بھی مجھ کم تر ہی کو نصیب ہوا۔ تلاوت کلام پاک کے بعد محمد جہانزیب صاحب نوشاہی نے نعت رسول مقبول ﷺ اور سردار محمد نیاز صاحب گولڑوی نے منقبت بحضور سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کیں۔ ان کے بعد آغا سید قیصر عباس صاحب نقوی (نبیرۂ حضرت سید ضیاء جعفری قادری رحمۃ اللہ علیہ) نے منقبت بجناب حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جو کہ ان کے بقول انہوں نے اسی روز لکھی تھی۔ ذیل میں ان مہمان علماء کرام کا خطاب جو کہ انہوں نے اس تقریب میں کیا کو معمولی تدوین کے ساتھ قارئین "الحسن" کی نذر کیا جاتا ہے۔

خطاب حضرت مولانا علامہ عبدالسلام صاحب سلفی ہزاروی مدظلہ العالی

صدر مجلس، حضرات علماء کرام، معزز سامعین! ---السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ آج ہم ایک عظیم ہستی کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے اور ان کے ایصال ثواب کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ ہم یہاں جو اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ دیکھ رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمہ اور ان کے دل میں دوسرے لوگوں سے محبت اور پیار کا جذبہ ہے جس نے آج ہم سب کو یہاں اکٹھا کیا ہے۔

مجھے اگر چہ ان سے بہت زیادہ میل جول کے مواقع نصیب نہیں ہوئے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری یہ بہت بڑی خوش بختی اور سعادتمندی ہے کہ اختلاف مسلک کے باوجود میں نے اپنے لئے ان کے ہاں جو عزت، جو احترام دیکھا ہے خدا شاہد ہے کہ اس نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔

ہمیں مختلف مواقع پر اکٹھے ہونے کا اتفاق ہوا۔ سیرت کے جلسوں میں، رویت ہلال کے اجلاس میں جب بھی ان سے ملے (باوجودیکہ) عمر میں وہ ہم سے بڑے تھے لیکن خدا جانتا ہے کہ وہ اس احترام سے ملے، اٹھ کر ملے اور گلے لگا کر ملے اور جب وہ ملے تو خدا جانتا ہے کہ دل کے اندر

ایک سرور اور مسرت نصیب ہوئی۔ یہ میں مبالغہ نہیں کر رہا یعنی آپ دیکھیں عقیدہ کا اختلاف ہے، عمر کا فرق ہے لیکن انہوں نے کبھی یہ احساس ہونے ہی نہ دیا۔ خدا جانتا ہے کہ مجھے اور لوگوں میں اتنا احترام نظر نہیں آیا۔

ایک دوسری مثال میں آپ کو دینا چاہتا ہوں، ان کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا بہت بڑا جم غفیر تھا۔ پشاور کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ خواتین کے حوالہ سے میں نے کسی کا نہیں دیکھا تو وہاں جنازے کے بعد حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ غم سے نڈھال تھے، نظر بھی ان کی کمزور تھی، اپنے عقیدتمندوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اب میں جب قریب ہوا انہیں نظر نہیں آتا تھا تو اس عالم میں جبکہ غم میں ڈوبے ہوئے تھے، بہت بڑا صدمہ ہے باوجود اس کے وہ اٹھے اور مجھے گلے لگا لیا اور خدا جانتا ہے کہ ان کے اخلاق سے اتنا متاثر ہوا کہ آج وہ غم سے نڈھال ہیں، ان کی رفیقہ حیات ان سے جدا ہوئی ہے لیکن اس قدر احترام، اس قدر محبت اور ملنساری، مجھے اس وقت یاد آیا کہ دنیا میں ہزاروں لوگ پیدا ہوتے ہیں، ہزاروں لوگ دنیا سے فوت ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں ان کے اندر ایسی خوبیاں ہوتی ہیں، ایسے کمالات ہوتے ہیں کہ وہ ان کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کر دیتے ہیں۔

ہم اسلاف میں نہیں جاتے ابھی سٹیج سیکرٹری صاحب نے فرمایا کہ مولوی تو بہت ہیں یہاں علماء بھی بہت ہیں لیکن مولوی جی یہاں صرف ان کے سوا کسی کو دوسرا نظر نہ آیا۔ وہ صرف ایک شخصیت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم: ۴) کہ آپ کے اخلاق بہت ہی عظیم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

(آل عمران: ۱۵۹)

یعنی تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کیلئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے۔

میں مبالغہ نہیں کرتا، ہم علماء سے ملتے ہیں، بیٹھتے ہیں، ہماری محفلیں ہوتی ہیں لیکن حضور نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کریمہ کا نمونہ اگر مجھے نظر آیا (میں مبالغہ نہیں کرتا، وہ آج ہمارے درمیان دنیا میں موجود نہیں ہیں) تو مجھے اس عظیم ہستی (مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ) کے اندر نظر آیا۔

ان کے حوالہ سے سارے لوگ ان کا اتنا احترام کرتے اور عزت کرتے تھے کہ یہ انہی کا مقام اور انہی کا حصہ تھا۔ وہ ایک بڑی عظیم ذات تھی۔ میرے بزرگو اور دوستو! میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج وہ ہماری اس عقیدت کے محتاج نہیں ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن وہ انسان سب سے زیادہ میرے نزدیک ہوگا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔

اور یہ ان (حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ) کے اخلاق کریمہ کا نتیجہ ہے کہ آج یہاں اس محفل میں دیوبندی بھی موجود ہیں، اہل حدیث بھی موجود ہیں، بریلوی بھی موجود ہیں، اہل تشیع بھی موجود ہیں اور کسی مقصد کیلئے نہیں کسی ریا کیلئے نہیں۔ جب پروگرام کا مجھے علم ہوا تو میں نے اس وقت اپنے دل میں کہا کہ مجھ جیسے ایک حقیر آدمی کو اتنی عظیم شخصیت کے ایصال ثواب کیلئے دعوت دی گئی ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری بڑی خوش نصیبی اور خوش بختی ہے۔

میں اس سلسلہ میں ایک دو باتیں گزارش کروں گا کہ دنیا میں اللہ کے بعد سب سے بڑی ذات حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ آپ کے ایصال ثواب کیلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کہا کہ

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(الاحزاب: ۵۶)

یعنی بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس سے بڑا اعزاز کوئی نہیں ہو سکتا کہ اللہ رب العالمین اور اللہ کے وہ فرشتے جن کے بارے میں جن کی تعداد کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المعمور میں جو فرشتہ ایک مرتبہ آ چکا ہے قیامت تک اس کا نمبر نہیں آتا۔ اللہ رب العالمین کائنات کا مالک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی شان کی بات ہے، کتنا بڑا مقام ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل

ترین ایصال ثواب کا طریقہ درود شریف ہے۔

ہمیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ درود کے منکر ہیں۔ میں اس غلط فہمی کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں، درود کا منکر کوئی بھی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں یہ ہے کہ مسنون درود پڑھا جائے جو نماز کا افضل ترین درود ہے۔ جو نبی کریم ﷺ پر ایک مرتبہ درود ہے پڑھتا اللہ رب العالمین اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور دس گناہ معاف کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو وظائف کے بارے میں ارشاد فرمایا تو صحابی نے عرض کی کہ میں تو سارا وقت ہی درود ہی پڑھوں گا تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ درود ہی پڑھتے رہو گے تو تیرے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اور تیرے سارے غم دور ہو جائیں گے۔

اب یہ اس درود کی برکتیں اور فضائل ہیں تو اس حوالے سے جو لوگ بڑے لوگ ہیں تو بڑوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو دعائیں کی جاتی ہیں وہ زیادہ اہمیت رکھتی ہیں قرآن نے کہا کہ

وَالَّذِيْنَ جَآءُ وْا مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (الحشر: ۱۰)

یعنی اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

میری آپ سے گزارش ہے کہ اللہ کا بتایا ہوا طریقہ یہ دعا ہے اور پھر آپ یہ دیکھئے کہ قرآن حکیم نے بتایا کہ اگر آپ کے والدین زندہ ہیں تو آپ ان کی خدمت کریں اف تک نہ کریں اور اگر زندہ نہیں تو ان کیلئے دعا کریں جیسے کہ قرآن کرام میں ارشاد ہے قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل: ۲۴) یعنی عرض کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی قرآن کریم میں موجود ہے

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ (۴۰) رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ

وَ لِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراھیم: ۴۱)

یعنی اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو، اے ہمارے رب اور ہماری دعا سن لے، اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا دیکھئے قرآن میں

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (النوح: ۲۸)

یعنی اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو۔

اسی طریقہ پر میں سمجھتا جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ پروگرام ضرور ہونے چاہئیں۔ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق، خوبیاں، اوصاف، مراتب، ان کے مقام یہ ساری چیزیں اپنی جگہ لیکن ان کے ساتھ ساتھ ہم سب کا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم دعا کریں تمام مومنوں کیلئے۔

احادیث میں آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلمان کے درجے مرنے کے بعد بلند ہوتے ہیں، وہ حیران ہو کر پوچھتا ہے مِنْ اَیْنَ ذٰلِکَ جواب ملتا ہے بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ۔ یعنی تیرا ایک نیک بیٹا تیرے پیچھے دعائیں کر رہا ہے اس سے درجات بلند ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ کچھ مخصوص طریقوں کو اپنا کر ہم مطمئن ہو جاتے ہیں اور عام حالات میں دعا کو ہم بھول جاتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر جمعہ جو شخص اپنے والدین کی قبر پر جاتا ہے، اللہ کے ہاں وہ کامیاب لکھا جاتا ہے اور یہاں تک فرمایا کہ ایک شخص زندگی میں اپنے والدین سے کسی وجہ سے دور رہا اور ان کا نافرمان تک قرار پایا موت کے بعد انسان کو عموماً احساس ہوتا ہے وہ جب اللہ کے ہاں شرمندہ ہو کر دعا کرتا ہے تو اس زندگی کی نافرمانیاں دھو کر اللہ فرمانبرداریوں میں لپیٹ دیتا ہے۔

میں نے ان کے بچوں سے جو میرے بھائی بھی ہیں اور بچے بھی ہیں تعزیت کے موقع پر کہا تھا یہ

اتنی عظیم شخصیت ہیں کہ ایک طرف اپنے لئے علم چھوڑ کر گئے، ایک طرف اخلاق چھوڑ کر گئے اور ایک طرف اولادِ صالح چھوڑ کر گئے۔ اس نقطہ نگاہ سے آپ ان کی علمی کتابیں دیکھئے۔ میں نے ان کی بعض کتابیں پڑھی ہیں حیران رہ گیا۔ اور پھر باقی جو حالات و واقعات ہیں وہ بھی آپ کے سامنے ہیں۔ اولاد صالح یعنی نیک اولاد وہ کتنے خوش نصیب انسان تھے۔ ایک تو یہ ان کی نسبی اولاد اور ایک ہے ان کی روحانی اولاد۔ یہ آپ سب کا فرض بنتا ہے کہ آپ عقیدت کے پھول بھی نچھاور فرمائیں اور آپ ان کیلئے دعا فرمائیں۔ اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ رب العالمین انہیں اپنے اعلیٰ علیین مقام میں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور اللہ رب العالمین ہمیں ان کے اخلاق حسنہ پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے اور امت کو اتفاق واتحاد اور محبت کا جو پیغام وہ دے کر گئے ہیں اس کو آپ قائم رکھیں اور اس کی سب سے بڑی دلیل آپ یہ دیکھیں یہ علماء آپ کے سامنے بیٹھے ہیں یہ اس عظیم ہستی کی کتنی بڑی خوش بختی ہے اتفاق، اتحاد اور محبت جو امت کے اندر اور یہاں کے لوگوں کے اندر وہ پیدا کر کے گئے ہیں ہمیں اسے بھی قائم رکھنا چاہئے اور ان کے ایصال ثواب کیلئے ہمیں ہر وقت یہ کہنا چاہئے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ نے "حصن حصین" کے اندر ایک دعا لکھی ہے اور انہوں نے اس کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ جو آدمی ہر روز یہ دعا پڑھتا ہے اللھم اغفر لنا وللمومنین ستائیس مرتبہ یا پچیس مرتبہ تو اللہ رب العالمین اس کو ان لوگوں میں شامل کرتے ہیں جس کے ذریعہ لوگوں کو رزق ملتا ہے اور اسے اور اسے اللہ رب العالمین مستجاب الدعوات بنا دیتا ہے۔ یہ تو عام انسان کیلئے ہے اور جس کا یہ مقام ہو جس کی یہ خوبیاں ہوں جس کے یہ کمالات ہو اس کیلئے آپ آ کر دعا کریں گے تو کیا خیال ہے اللہ رب العالمین اپنی رحمتوں کے دروازے آپ کیلئے نہیں کھولے گا یقیناً کھولے گا۔

اَقُوْلُ قَوْلِیْ ھٰذَا اَسْتَغْفِرُاللہَ لِیْ وَلَکُمْ وَ لِسَائِرِ
الْمُسْلِمِیْنَ وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالغفور صاحب مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَ ھُوَ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ وَ لَکُمْ فِیْھَا مَا تَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَ لَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ (حٰمٓ السجدہ: ۳۰)

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ عَالِمٍ یُنْتَفَعُ بِعِلْمِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ اَوْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ (اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ السَّلَام)

محترم جناب سلطان آغا صاحب! مہمانان مقرر، عقیدتمندانِ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ، حاضرین و ناظرین! میں آج کی اس تقریب کے منعقد کرنے والی بزم میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اراکین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے پشاور شہر کی ایک روحانی اور علمی شخصیت کی یاد میں یہ محفل منعقد کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان اراکین کا جتنا میں تہہ دل سے شکریہ ادا کروں کم ہے۔

میں نے قرآن کی مختصر دو آیات اور ایک حدیث سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کی ارشاد کردہ آپ کے سامنے پیش کی۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں لیکن تین چیزیں ایسی ہیں جو جاری رہتی ہیں جو منقطع نہیں ہوتی ہیں جن کا تعلق رہتا ہے: پہلی چیز وہ ہے کہ وہ عالم جس نے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا ہو وہ عمل اس کا قائم و دائم رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جو کہ عالم ہے اس نے دین کا علم سیکھا اور سیکھنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو سکھایا جنہوں نے سیکھا وہ ان کے شاگرد ہوئے پھر ان شاگردوں نے دوسروں کو سکھایا پھر انہوں نے دوسروں کو سکھایا اور یہ عمل قیامت تک جاری رہتا ہے۔ اب دیکھیں یہ دینی مدارس میں

جلسہ دستار بندی ہوتا ہے، اس دستار بندی کی تقریب میں ان طلباء کو جو فارغ التحصیل ہو جاتے ہیں اس بات کی سند اور اجازت دی جاتی ہے کہ دین کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت کرتے جائیں۔ یہ اجازت ان کو ملتی ہے تو وہ عالم جس نے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا ہو اس کی وہ خدمت چونکہ جاری رہتی ہے وہ عمل منقطع نہیں ہوگا بلکہ جاری رہے گا۔

دوسری بات وہ شخص جس کی اولاد صالح ہو۔ صالح اولاد سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی اولاد کو دنیاوی علم کے ساتھ ساتھ دینی علم سے بھی مستفید کرائے۔ اب ایک شخص اپنی اولاد کو سکولوں اور کالجوں میں پڑھاتا ہے اور دینی معلومات سے محروم رکھتا ہے تو وہ اپنے باپ کو کس طرح یاد رکھے گا۔ الحمد للہ ہمارا ماحول تو دینی ماحول ہے۔ اس میں ہم بچوں کو نماز سکھاتے ہیں، قرآن پڑھاتے ہیں، قرآن سکھاتے ہیں اور جب وہ بچہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور دعا مانگتا ہے تو کیا کہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے، میرے استاذوں کو بخش دے اور میرے اقربا کو بخش دے۔ بشرطیکہ اسے سکھایا گیا ہو تو ایسی اولاد جس کو ایسا دعائیں سکھائی گئی ہوں۔ جس کو دین کا علم سکھایا گیا ہو اس کو اولادِ صالح کہا جاتا ہے۔

تیسری بات جو حضور نے فرمائی وہ صدقہ جاریہ ہے، صدقہ جاریہ کیا ہے

گر نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا، چاہ بنا، مسجد و محراب بنا

صدقہ جاریہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کا گھر مسجد بنائے اور لوگ اس میں آئیں اور نماز پڑھیں اور جب تک وہ مسجد قائم رہے گی اور لوگ اس میں نمازیں پڑھتے رہیں گے اس کا ثواب اسے ملتا رہے گا۔ جس نے ڈسپنسری قائم کی، جس نے سکول بنایا، جس نے مکتب بنایا، لائبریری بنائی یہ چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک یہ جاری رہیں گی اور ان میں کام ہوتا رہے گا اس شخص کو اس نیکی کا اجر ملتا رہے گا۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ تینوں باتیں حضرت مولوی صاحب پر صادق آتی ہیں۔

عالم تھے ہر روز مغرب کی نماز کے بعد قرآن کا درس دیا کرتے تھے۔ کتنے ہی لوگوں نے ان سے قرآن پڑھا۔ ایسے لوگ جو عمر رسیدہ تھے اور شرماتے تھے قرآن پڑھنے میں عار محسوس کرتے تھے۔ مولوی جی کی خدمت میں جاتے اور شام کو اس درس میں شامل ہوتے اور انہوں نے قرآن سیکھا ہے۔ مجھے معلوم ہے۔۔۔ان کا نام لینا مناسب نہیں ہے۔۔۔انہوں نے خود بتایا ہے کہ ہم بڑھاپے کے قریب تھے لیکن قرآن پڑھنا نصیب نہ ہوا لیکن جب ان کی محفل میں بیٹھے تو ہم نے قرآن سیکھ لیا اور پڑھ لیا اور اب تک پڑھ رہے ہیں، یہ کتنا بڑا اعزاز ہے۔ جب تک وہ زندہ ہیں اور قرآن پڑھتے رہیں گے یہ ثواب حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملتا رہے گا۔

دوسری چیز اولادِ صالح: آپ کے سامنے ہے۔ ان کے گدی نشین، نمازِ جنازہ بھی انہوں نے پڑھائی اور اب اپنے روحانی بھائیوں کی اصلاح بھی کر رہے ہیں اور جب تک یہ موجود رہیں گے، یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان کے بعد ان کی اولاد ان کے بعد ان کی اولاد اور حضرت مولوی جی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا نام زندہ رہے گا۔

آج یہ محفل بھی اسی لئے منعقد ہو رہی ہے کہ ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت اور قابلیت عطا کی ہے۔ وہ ڈاکٹر نہیں ہیں، سائنسدان نہیں ہیں، وہ دینی عالم ہیں، وہ دین کی نشر و اشاعت کر رہے ہیں تو دین کی نشر و اشاعت کرنے والی اولاد کو شریعت نے اولادِ صالح اور صدقۂ جاریہ کہا ہے۔

درحقیقت حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق میں تین باتیں عرض کروں گا۔ ایک ان کی علم کے ساتھ محبت، ایک ان کے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی مثال بیان کروں گا کہ وہ کتنے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے ایسا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج تک نہیں دیکھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اپنے آپ میں پیدا کرنے کی کوششیں کرتے تھے اور کبھی یہ نہیں کہا کہ میں اس صفت سے مالا مال ہو گیا اور تیسری صفت ان کی عاجزی، ان کی انکساری تھی اور علم کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک شعر ہے

رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا
لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالٌ

یعنی ہم اللہ کی جانب سے جو قسمت ہمیں ملی ہے اس پر راضی ہیں ہمیں علم ملا اور جاہلوں کو مال ملا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق مشہور ہے کہ وہ فقر وفاقہ سے زندگی گزارتے لیکن بہترین فقیہ تھے۔ ان جیسا فقیہ کوئی نہیں تھا، ان جیسا حاضر جواب کوئی نہیں تھا۔ایک شخص آیا اس نے پوچھا اے علی رضی اللہ عنہ! انسان کتنا خود مختار ہے اور کتنا پابند ہے، کتنا مقید ہے۔فرمایا ایک پاؤں اونچا کردو، چنانچہ اس نے پاؤں اونچا کر دیا پھر فرمایا دوسرا بھی اونچا کردو، اس نے عرض کی نہیں کرسکتا۔فرمایا اتنا ہی خود مختار اور اتنا ہی مقید ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم کی دولت سے مالا مال کرنے والی شخصیت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور انہوں نے علم سیکھا اور سکھایا۔حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علم سے بہت پیار اور محبت تھی۔میں ایک مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت مولوی جی صاحب آپ کی بچی نے ایم اے اسلامیات بھی کرلیا ہے، ایم اے عربی بھی کرلیا ہے۔میری خواہش ہے کہ اب وہ پی ایچ ڈی بھی کرلیں۔فرمایا اس سے بڑی اور کیا بات ہوسکتی ہے۔میں نے خود حضرت اخوند درویزہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور آثار پر پی ایچ ڈی کی ہے اور پنجاب یونیورسٹی میں میں نے داخلہ لیا تھا۔یہ ۱۹۸۰ء کی بات ہے۔میں نے کہا کہ جی میرے استاد بڑے فقیر ہیں، بہت بڑے سکالر ہیں اور اس وقت اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر مقرر ہوگئے تھے۔میں نے کہا اگر آپ کی اجازت ہو تو اس بچی کا داخلہ وہاں کروادیں بہت خوش ہوئے اور کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے۔

چنانچہ ہم لاہور گئے اور ان کا داخلہ کروایا اور اس بچی نے ماشاءاللہ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ پر مقالا لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور وہ مقالہ حضرت مولوی جی صاحب نے اہل علم کیلئے بہترین جلد اور بہترین مواد کے ساتھ اپنے خرچہ سے چھپوایا ہے۔

پھر علم کے حوالے سے انہوں نے خود بھی کتابیں لکھیں۔ان کی بہترین کتاب ''تذکرہ علماء و مشائخ سرحد'' ہے۔یہ آج تک کسی نے اردو میں نہیں لکھی ہے۔پہلی کتاب ان کی ''نمازِ مقبول'' تھی جس کی پہلی مرتبہ اشاعت ۱۹۵۳ء میں ہوئی ۱۹۵۱ء میرا سن پیدائش ہے۔اس کتاب کو دیکھیں اس

میں حنفی نماز سے متعلق چھوٹے چھوٹے مسائل بھی لکھے گئے ہیں کہ ہم امام کے پیچھے قرأت کیوں نہیں کرتے۔ہم آمین بالجہر کیوں نہیں کہتے۔نماز کا ترجمہ،نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے اور پھر انہوں نے نہ صرف یہ کہ صوبہ سرحد کے پڑھے لکھے لوگوں بلکہ پورے پاکستان اور عالم اسلام کے پڑھے لکھے لوگوں کیلئے ''تذکرہ علماء و مشائخ سرحد'' جلد اول و دوم لکھ کر ایک بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔اس کتاب کی ابتداء حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے۔

حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف کتابوں سے تحقیق کر کے اس پر بہترین مقالہ لکھا ہے جو ریسرچ والوں کیلئے ایک بہترین نمونہ ہے اور ایک بہترین سرمایہ ہے۔پھر یہاں پشاور کے جید علماء ایسے تھے جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے حالات زندگی کسی کو معلوم نہیں تھے، حضرت مولوی جی صاحب نے ان کے بچوں کے پاس جا کر ان کے حالات اکھٹے کئے اور زیور طبع سے آراستہ کئے۔آج بھی وہ کتاب موجود ہے اور لوگ اسے پڑھتے ہیں۔

حضرت مولوی جی ایک علم دوست شخصیت تھے۔کتنے ریسرچ سکالر جنہیں میں لے کر آیا اور مولوی جی صاحب نے ان کی خدمت میں اپنی ساری لائبریری کھول دی اور سب کچھ بتا دیا کہ یہ یہ چیز ہے۔اس لحاظ سے مولوی جی صاحب کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔یہ یاد رکھیں یہ تحقیق جوان بزرگوں نے کی ہیں یہ اس لئے کی ہیں تا کہ لوگوں کو فائدہ ہو اور جب لوگوں کو فائدہ ہوگا اور یہ چیزیں چلتی رہیں گی۔آپ جیسے عقیدتمند موجود ہوں گے تو ایسے بزرگانِ دین کے نام قیامت تک روشن ہوں گے۔یہ مٹنے والے نام نہیں ہیں۔

دوسری بات جو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے ''اَلْـفَـقْـرُ فَـخْـرِیْ'' یعنی فقیری میرا فخر ہے۔آپ دیکھیں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ (فقیر) محمد امیر لکھا۔اتنی محبت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اس فقیری کو انہوں نے پسند کیا اور اپنے نام سے ساتھ فقیر لکھا کرتے۔گیارہویں شریف کیلئے جو خطوط ارسال کرتے تھے نیچے نام لکھا ہوتا، (فقیر) امیر شاہ قادری۔آج کوئی اپنے آپ کو فقیر کہتا ہے تو عار ہے،شرم ہے اگر کوئی کہے کہ یہ فقیر

ہے۔آج کل تو مالداروں کا زمانہ ہے۔بھئی اس کے ساتھ خان لکھو،اس کے ساتھ علامہ لکھو،اس کے ساتھ ڈاکٹر لکھو،اس کے ساتھ اور لقب لکھو،لیکن حضرت مولوی جی کا لقب کیا تھا ـــــ فقیری!فقیر محمد امیر قادری،یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

اور تیسری بات عاجزی اور انکساری جیسا کہ عبدالسلام صاحب سلفی نے کہا یقیناً ہم سب ان کے بچوں کی جگہ تھے۔وہ بچوں کے ساتھ بچے اور بڑوں کے ساتھ بڑے تھے اور بچوں کی بھی اتنی عزت اور احترام کرتے کہ بچہ حیران ہو جاتا۔یہ نیک بندوں کی صفت ہے۔عاجزی اور انکساری نیک بندوں کی صفت ہے اور یہ میں نہیں بلکہ قرآن کہتا ہے

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا(الفرقان: ۶۳)

اللہ کے نیک بندوں کی صفت یہ ہے کہ جب زمین پر چلتے ہیں تو عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں،انکساری کے ساتھ چلتے ہیں اور جو عاجزی کرے،انکساری کرے،اللہ کے ہاں اس کا مرتبہ،اس کا مقام بلند ہوتا ہے۔فرمایا مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ جو اللہ کی رضا کیلئے عاجزی اور انکساری کرے اللہ اس کو ارفع اور اعلیٰ مقام دیتا ہے۔یہ ارفع اور اعلیٰ مقام ہے کہ آج وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور ہم ان کی یادیں منا رہے ہیں اور یہ یادیں منائی جائیں گی،یہ تو ابتداء ہے یہ سلسلہ چلے گا۔

حضرت مولوی جی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بہترین فصاحت اور بلاغت سے نوازا تھا۔قرأت بہت خوبصورت کرتے،جب قرأت کرتے تو آدمی کا دل چاہتا کہ میں اسی کو سنتا جاؤں جب لکھتے تو دل چاہتا کہ لکھتے ہی رہیں۔ان کا لکھا جب پڑھتا تو دل کرتا پڑھتا ہی رہوں۔

درود و سلام کے حوالے سے مولانا عبدالسلام سلفی صاحب نے ایک بات کہی۔یہ بات یاد رکھئے کہ درود ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا جو منکر ہے وہ کافر ہے۔جو درود نہیں پڑھتا اس کے بارے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بددعا کی ہے اور حضور ﷺ نے آمین فرمایا ہے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے ایک سیڑھی پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔جب دوسری پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین جب تیسری پر قدم مبارک

رکھا تو فرمایا آمین۔ خطبہ ارشاد فرمایا اور پھر نیچے تشریف لے آئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! آج تو آپ نے خلافِ معمول تینوں سیڑھیوں پر قدم مبارک رکھا اور فرماتے گئے کہ آمین، پہلے کبھی ایسا نہیں کیا۔ فرمایا کہ ہاں جب میں نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل علیہ السلام آئے، کہا کہ ہلاک ہو وہ شخص جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت نہ کرا لے، حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا آمین۔ ابھی ہم سے رمضان کا مہینہ گزرا اور خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس میں عبادتیں کیں، قرآن کی تلاوت کی، قرآن کی تلاوتوں کو سنا، عمرے کئے، نیک محافل میں گئے، اعتکاف کیا اور جو اس سے محروم رہے تو ایسے محروم لوگوں کیلئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بددعا کی ہے اور حضور ﷺ نے آمین فرمایا ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب میں نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے والدین بوڑھے تھے اور اس نے ان کی خدمت نہ کی میں نے کہا آمین، حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرے تیسری سیڑھی پر قدم رکھنے پر بددعا کی کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا نام لیا اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ پڑھے، میں نے کہا آمین۔ اس پر اپنی معروضات کا اختتام کرتا ہوں۔

وَ مَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

حضرت علامہ سید محمد جواد ہادی مدظلہ العالی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ اللَّعِيْنِ الرَّجِيْمِ --- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ --- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ عَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَ اَصْحَابِهِ الْمُنْتَخَبِيْنَ

صدر محفل، علماء کرام اور معزز سامعین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رب ذوالجلال کا قرآن کریم سورہ احزاب آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد ہے

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ (الاحزاب: ۲۳)

یعنی مومنین میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کئے ہوئے عہدوپیان کو سچا کردکھایا۔ ان میں سے کچھ اپنی ذمہ داری پوری کر کے چلے گئے اور کچھ انتظار میں ہیں۔

اس آیت مجیدہ کے شانِ نزول اور سببِ نزول کے بارے میں مفسرین اور علماء کا کہنا ہے کہ یہ شہدائے بدرواحد کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا کہ یہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اپنے رب سے کئے ہوئے عہدوپیمان کو پورا کیا اور جو لوگ بدرواحد کے موقع پر شہادت سے محروم رہے وہ فتح وشہادت کے انتظار میں تھے اور یہ وہ لوگ تھے کہ ایک لمحہ کیلئے ان کی روش میں، ان کے عمل میں اور ان کے ایمان میں تزلزل اور تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔

اگرچہ یہ آیت شہدائے بدرواحد کے بارے میں نازل ہوئی لیکن اس کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ اس آیت کی تطبیق ہوتی ہے ہر اس شخص پر جو اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہدوپیان پر ثابت قدم رہے۔

میں نے مناسب سمجھا کہ یہ محفل جو کہ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں منعقد ہوئی ہے۔ میں نے خود سے پہلے اظہار خیال کرنے والے بزرگوں سے بڑی مفید اور بہت ہی معلوماتی گفتگو سنی۔ میری اتنی بساط نہیں کہ میں مرحوم کی شخصیت کے بارے میں کچھ زیادہ بتا سکوں۔ میں تو صرف اس عظیم شخصیت کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ میری مثال تو اُس ضعیفہ کی سی ہے کہ جب اسے معلوم ہوا کہ یوسف نبی اللہ کی قیمت لگائی جا رہی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے کیلئے اطرافِ مصر سے بڑے بڑے سرمایہ دار اکٹھے ہوئے تو کچھ لوگوں نے دیکھا کہ ایک ضعیفہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں کھڑی ہے۔ کسی نے پوچھا کہ کیا تمہاری یہ اوقات ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدلو۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو چاہتی ہوں کہ خریدارانِ یوسف میں میرا نام آجائے۔

یہ اتنی عظیم شخصیت، اتنی پیاری شخصیت، اتنے بڑے عالم، اتنی محبت دینے والے کہ ہر شخص کا دل اس محفل میں چاہتا ہوگا کہ وہ اپنے جذبات کا اظہار کرے اور اپنی عقیدت کا اظہار کرے۔ میں صرف

اپنی عقیدت کے اظہار کیلئے حاضر ہوا ہوں۔

میرا مرحوم سے جمعیت سادات صوبہ سرحد کے حوالہ سے تعلق رہا ہے اور اس حوالہ سے میں نے ان کو قریب سے دیکھا۔ آپ میں میں نے ایک تڑپ دیکھی جو میں نے کم لوگوں میں دیکھی۔ ان میں میں نے محبت کا ایک سیلاب دیکھا، ان میں میں نے عشق کا ایک عنوان پایا، اس ضعیف العمری میں وہ محبت، پیار اور عشق کے عروج پر تھے۔ عربی کا ایک محاورہ ہے کہ اَلْمُعَاصَرَۃُ حِجَابٌ کسی شخصیت کا ہم عصر ہونا اس کے ساتھ جینا یہ ایک پردہ ہے اس کے پہچاننے میں۔

ایسے لوگوں کو ان کی موت کے بعد لوگ پہچانتے ہیں اور جوں جوں لوگ انہیں پہچانتے جائیں گے ہر شخص یہ پکارے گا کہ وہ ہمارے ہیں۔ اس محفل میں مختلف مکاتب فکر کے لوگ حاضر ہیں۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ وہ ہمارے ہیں یہاں مجھے پتہ چلا کہ یہاں تو ہر ایک کہہ رہا ہے کہ وہ ہمارے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ سب کیوں نہ کہیں۔ مجھے اس میٹھی میٹھی اور پیاری گفتگو سننے پر جوش ملیح آبادی کا ایک شعر بار بار یاد آ رہا ہے

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

مرحوم سید امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو جتنا عام کیا جائے کم ہے۔ انہوں نے ساری عمر کوشش کی کہ پیار کو بانٹیں، محبت کو عام کریں، نفرتوں کو مٹائیں۔ آج ہماری قوم اس چیز کی تشنہ ہے۔ پیار دینے والے، محبت دینے والے، نفرت ختم کرنے والے لوگوں کی کمی ہے۔ مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آج ہم اس محفل میں ان کی روح کے ساتھ یہ عہد کریں، پیمان کریں کہ ہم ان کے مشن کو اسی طرح جاری رکھیں گے اور ہم نفرتوں کو مٹائیں گے۔

مجھے یہ محفل ایک گلدستہ کی مانند نظر آتی ہے جس میں مختلف مکاتب فکر اکھٹے ہوئے ہیں اور پیار کی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس محفل سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روح خوش ہوگی اور آپ کے جانشین کا یہ فرض بنتا ہے رب ذوالجلال ان کو یہ توفیق دے کہ مرحوم کی طرح اس شہر میں اس ملک میں

محبت کو عام کریں اور ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس مقدس مشن میں ضرور ان کا ساتھ دیں گے۔ اور آج ضرورت بھی ہے اس چیز کی۔

کیا یہ کم بات ہے کہ ان کی برکت سے یہ جو محفل تشکیل پائی ہے اس میں ہم میٹھی میٹھی اور پیاری پیاری باتیں سن رہے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کے بارے میں اس وقت تھوڑا سا بھی حسد یا کینہ اپنے دل میں پاتے ہیں؟ کتنی اپنائیت کا احساس ہے، کتنے پیار کا احساس ہے۔

کیا ملا ہمیں نفرت سے، کیا ملا ہمیں ملا گالم گلوچ سے، سوائے بدنامی اور رسوائی کے۔ کیا پیغام دیا ہم نے دنیا کو اسلام کے بارے میں اور پاکستان کے بارے میں اپنی اس روش سے۔ کس کو کیا ملا، جو قتل ہوا اس کو کیا ملا جو قاتل بنا اس کو کیا ملا۔ میں ایک مقالہ پڑھ رہا تھا ایک شہید کی بہن کا۔ اس نے اپنے بھائی کے قاتل کو پیغام دیا تھا کہ میرا دل تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ تم میرے بھائی کی طرح قتل ہو جاؤ کیونکہ تمہاری بھی ایک بہن ہو گی، تمہاری بھی ایک ماں ہو گی، تم بھی کسی کے باپ ہو گے، کسی کے بیٹے ہو گے، کیا ہوا کہ تمہیں یہ احساس نہیں ہے کہ تمہاری گولی چلانے سے ایک ماں اپنے جوان بیٹے سے محروم ہوتی ہے۔ ایک بہن اپنے جوان بھائی سے محروم ہوتی ہے اور ایک بچہ یتیم ہوتا ہے۔ افسوس ہمیں اس بات کا احساس نہیں!۔

یہ تو ہمارے اسلاف کی سیرت رہی ہے کہ ہم گولی برداشت کرتے ہیں، گالی برداشت کرتے ہیں لیکن اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ نفرت عام ہو۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنی زبان سے اور اپنے خون سے محبت کا پیغام دیں اور یہی مرحوم کا مشن تھا۔ جب بھی ملے انہوں نے پیار و محبت کی بات کی۔ اگر ہم اس محفل میں ان سے پیار کی بناء پر حاضر ہوئے ہیں، اگر ہم اپنے جذبوں میں سچے ہیں تو اپنے ساتھ یہ عہد کریں کہ نہ تو نفرت کی بات کریں گے اور نہ ہی کسی کو نفرت کی بات کرنے کی اجازت دیں گے۔ دیکھیں یہ مذہب ایک طریقہ ہے، ایک راستہ ہے۔ ہر انسان اپنے وسائل، اپنی سوچ اور اپنی اپروچ کے مطابق راستہ اپناتا ہے۔ کسی کے پاس وسائل ہوں گے تو وہ جہاز کے ذریعہ اسلام آباد جائے گا، کسی کی اوقات کارکی ہوتی ہے، کوئی ٹرین کے ذریعہ تو کوئی بس کے ذریعہ۔ جو جہاز کے

ذریعہ جارہا ہے وہ دوسروں کو گالی دینے کا حق قطعاً نہیں رکھتا کہ تم جہاز کے ذریعہ کیوں نہیں جارہے ہو۔ یہ مذاہب راستے ہیں جو ہمارے بزرگوں نے، ہمارے فقہاء نے، ہمارے علماء نے دین اسلام تک پہنچنے کیلئے بتائے ہیں۔ اگر آپ کو اپنا راستہ مجھ سے بہتر یا مجھے میرا راستہ آپ سے بہتر نظر آ رہا ہے تو بھائی یہ سمجھیں کہ یہی بہتر راستہ ہے۔

نماز میں اللہ تعالیٰ کیلئے پڑھتا ہوں آپ کیلئے نہیں کہ آپ یہ کہیں کہ اس طرح سے نہیں اس طرح سے پڑھو۔ آپ میرے لئے تو نہیں پڑھتے کہ میں آپ کو کہوں کہ اس طرح سے نہیں بلکہ اس طرح سے پڑھو۔ ہاں البتہ آپ اگر ایک چیز کو اچھا سمجھ رہے ہیں تو مومن وہ ہے کہ جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے دوسروں کیلئے بھی پسند کرے۔ اور کس طریقے سے؟ گالی سے، زبردستی سے؟ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ پیار سے دلیل سے منطق سے، محبت سے بات کرو۔ اس کی ممانعت نہیں ہے اسلام میں۔ اسلام میں تو لڑائی جھگڑے، خون خرابے اور دنگا فساد کی ممانعت ہے۔ یہاں مستند علماء، فقہاء اور بزرگ بیٹھے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ اسلام کا معیار کیا ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کلمہ شہادت کا جو اقرار کرے اسلام کے محفوظ قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

میرے بھائیو! جب میرے بزرگ مرحوم سے متعلق گفتگو کر رہے تھے میں یقیناً ان کی باتوں سے بہت متاثر ہوا لیکن میری ایک عادت ہے کہ ہر نشست سے ایک عملی نتیجہ اخذ کروں۔ نشستند وگفتند وخوردند وبرخاستند والی بات نہ ہو۔ ہم اس محفل سے یہ نتیجہ کیوں نہ اخذ کریں کہ اس محفل سے ہم یہ برکت کیوں نہ لے کے جائیں کہ اس امت کیلئے اس ملک کیلئے محبت کی ضرورت ہے اور جو محبت کی بات کرے وہ زندہ رہے گا ہمیشہ کیلئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں مرحوم سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کیلئے زندہ رہیں گے۔ ان کی فکر، ان کی سوچ ان کو مرنے نہیں دے گی۔ وہ آج جسمانی طور پر ہمارے درمیان نہیں ہیں لیکن ان کی سوچ، ان کی فکر، ان کا مشن، ان کی روح ہمارے درمیان ہے۔ ایسے لوگ مرا نہیں کرتے۔ تو کیوں نہ ہم اس عظیم شخصیت کے افکار سے یہ درس لیں کہ ہم بھی ایسے بنیں۔ یہاں پر موجود کافی لوگوں نے مرحوم سے معنوی رشتہ کے علاوہ کوئی اور رشتہ نہیں ہے لیکن یقین

جانئے کہ جس کسی نے بھی سنا کہ امیر شاہ گیلانی رحلت فرما گئے ہیں سب متاثر ہوئے کیونکہ ہم نے کبھی نہیں سنا کہ ان کی وجہ سے ماحول کشیدہ ہوا ہو۔نہ ان کے خطبے سے، نہ ان کی تقریر سے، نہ ان کی محفل سے۔جو بھی ان سے ملا جوان کے پاس گیا اس نے نصیحت ہی سنی، رہنمائی پائی، پیار و محبت کی بات سنی تو ایسے شخص کیلئے سب ہی روئیں گے۔

میرے بزرگو! میرے عزیزو! یقین جانئے کہ یہ تجربہ جو ہم کئی سال سے پاکستان میں کر رہے ہیں یہ تجربہ نا کام ہے اس کا کچھ بھی نہیں ملے گا۔کسی بھی مکتب فکر کے متشددین و کار کسی دوسرے مکتب فکر کو ختم نہیں کر سکتے۔افکار نہیں مرتے ہیں لہٰذا قتل و غارت، تشدد اور فساد جھگڑے سے سب بدنام ہو رہے ہیں۔

ہمارے درمیان روشنی کا مینار مرحوم علامہ سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں موجود تھے وہ ہیں اور رہیں گے۔ہم ان سے روشنی کیوں نہ حاصل کریں، ہم ان کی روح کے ساتھ یہ عہد کیوں نہ کریں کہ جو مشن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا، جو پرچم آپ نے تھاما ہم اس پرچم کو زمین پر نہیں گرنے دیں گے۔

میرے عزیزو! میں صرف اپنے جذبات کا اظہار کیلئے حاضر ہوا تھا۔جتنا مجھ سے ممکن ہو سکا میں نے عرض کیا۔رب ذوالجلال سے میری دعا ہے کہ مرحوم کے درجات کو عالی اور معلی فرمائے اور ہم سب کو اپنے نیک لوگوں کی سیرت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔پروردگارا! ہمیں اپنے بزرگوں سے، علماء سے، اپنی عظیم شخصیات سے سیکھنے کی توفیق عطا فرما۔میں اس محفل کے منتظمین کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ ان کی سعی کی وجہ سے ہم مرحوم کے حوالے سے یہاں اکٹھے ہو سکے اور ہم اظہار یکجہتی کر سکے اور دنیا کو بتا سکے کہ یہ جو حالات ہیں یہ عارضی ہیں، یہ ایک ابتلاء ہے امت اسلامیہ کیلئے، ان شاء اللہ لوگ نکل رہے ہیں ابتلاء کے دور سے، بیداری آ رہی ہے، پیار و محبت ہوگا اور ہم سب مل کر اس امت کیلئے اور اس ملک کی ترقی و استحکام کیلئے اور خوشحالی کیلئے کام کریں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

حضرت علامہ صاحبزادہ سید محمد اکرم شاہ صاحب

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم --- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم --- بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (یونس: ۶۴)

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْاَمِیْنُ الْکَرِیْمُ وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰھِدِیْنَ وَالشّٰکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

صدر محفل! جناب مخدومی سلطان آغا صاحب، واجب التکریم علماء کرام، شرکائے محفل میں تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ایک خوبصورت اور دردبھرے شعر سے اپنی گفتگو کا آغاز کرنے لگا ہوں

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے دیس کو ویران کر گیا

اور جہاں تک میں اس عظیم شخصیت کے حوالہ سے بات کروں تو دل چاہتا ہے کہ میں یہ کہہ دوں

ان کا جلوہ، اک تجلی، ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

مولوی جی صاحب قبلہ میرے رہنما بھی تھے، میرے پیشوا بھی تھے اور کم وبیش چالیس سال پہلے پہلی مرتبہ جبکہ میں بہت چھوٹا تھا غالباً میری عمر بارہ یا تیرہ برس کی تھی جب مجھے حضرت کی خدمت میں پہلی مرتبہ اپنے والد گرامی کے ساتھ حاضری کا شرف حاصل ہوا اور اس وقت سے محبتیں کچھ اس طریق سے کھینچ کھینچ کر مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لاتی رہیں کہ میں ان جذبات واحساسات کو محسوس تو کر سکتا ہوں لیکن بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی ایک بزرگ ان کی انکساری کے بارے میں اپنے

تاثرات کا اظہار کر رہے تھے۔ میں اکثر اس بات کا مشاہدہ کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اگر ایک شخص کو تھوڑی سی بھی شد بدھ عربی زبان کی ہو تو وہ بات بات میں عربی محاورے اور عربی گفتگو کرتا ہے۔ اسی طرح کسی کو اگر انگریزی کا ذرا سا بھی کچھ آتا ہو تو وہ انگریزی الفاظ کی بھرمار اپنی گفتگو میں اکثر بیشتر کرتا ہے اور پھر اگر ایک شخص تھوڑا سا بھی پڑھ لے تو وہ اپنے علم کو اس انداز میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ وہ ایک عالم ہے۔

لیکن یہ ایک ایسا مرد درویش تھا، کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ علم کا ایک بحر بے کراں ہونے کے باوجود ان کے منہ سے کبھی کسی نے کوئی بڑائی کی بات سنی ہو۔ ایک بڑا خوبصورت لطیفہ، بڑا عجیب واقعہ لاہور میں پیش آیا۔ میں حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا، ایک صاحب آئے اور انہوں نے آکر حضرت کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور بڑی محبت کے ساتھ کہنے لگے کہ حضرت میں بالکل یقین سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے ولی ہیں۔

اب یہ مشائخ کرام ہیں ان میں سے بھی کچھ ایسے ہیں کہ ہیں کہ ان کو کہہ دیا جائے کہ یہ اللہ کے ولی ہیں تو وہ پھولے نہیں سماتے اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو لوگوں سے یہ کہلواتے نہیں تھکتے کہ جناب حضرت صاحب اللہ کے ولی ہیں، بڑے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔ لیکن جب اس شخص نے حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے جو کہ واقعی ولی کامل تھے یہ جملہ کہا کہ حضرت آپ تو بالکل اللہ کے ولی ہیں تو مولوی جی قبلہ مسکرائے اور مسکرا کر کہنے لگے کہ تم اللہ کے ولی ہو! کہنے لگا نا نا جی میں تو بڑا گناہگار آدمی ہوں پھر کہنے لگے ولی کو تو ولی ہی پہچان سکتا ہے۔ ولی را ولی مے شناسد ۔۔ پھر تم کیسے کہتے ہوں کہ میں ولی ہوں۔ یعنی آپ غور کریں کہ کتنی خوبصورت بات کی حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

میں ایک بڑی عجیب سی بات آپ کے سامنے رکھنے لگا ہوں۔ میں نے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستر خوان پر بڑے بڑوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا ہے اور ایک واقعہ میں ایسا آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگا ہوں کہ میں چونکہ اس گھر کا ایک فرد ہوں اور مجھے اس گھر کے فقر کے بارے میں بات کرنے میں کبھی عار محسوس نہیں ہوتی۔

ایک اتفاق ایسا ہوا کہ مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے تشریف لانا تھا۔ جمعیت العلماء پاکستان کا پروگرام تھا۔ ہمارے کچھ دوستوں نے درخواست کی اور ہم نے مشورہ کیا کہ اس مرتبہ ہم مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف نہیں دینا چاہتے کیونکہ ہمیں پتہ تھا کہ ان دنوں مالی حالات کچھ بڑے ہی عجیب وغریب ہو چکے تھے۔ میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا ہمیشہ یہ دستور تھا، طریقہ تھا کہ میں پہلے حاضر ہوتا اور عرض کرتا کہ حضرت یہ پروگرام ہے۔ میں آیا تو چونکہ یہ بات کہی گئی تھی، یہ مشورہ با ہم ہوا تھا کہ فلاں دوست کے ہاں کھانے کا اہتمام کرنا ہے اور حضرت کو ہم نے تکلیف نہیں دینی۔ میں حاضر ہوا میں نے بڑی انکساری کے ساتھ درخواست کی اور عرض کیا کہ حضرت فلاں دوست نے کہا ہے کہ کھانا میرے ہاں ہوگا۔ آپ کے ہاں تو ہم اکثر آتے رہتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں۔ اس دفعہ اس بیچارے کو موقع دے دیتے ہیں۔ کہنے لگے اب بات اپنی پوری کرلو۔ میں نے بات پوری کیا کرنی تھی، میں نے کہا کہ جی میری بات پوری ہوگئی۔ کہنے لگے نہیں نہیں بات پوری کرو، اگلی بات بھی کرو۔ میں نے کہا کہ جی اگلی بات تو نہیں بات تو یہی ہے کہ کھانا فلاں شخص ہی دے گا۔ کہنے لگے نہیں کھانا تو ادھر ہی ہوگا۔ میں چپ ہو گیا، ختم ہوگئی بات۔ اب میرے دل میں بار بار یہ خیال تھا کہ مولانا آئیں گے تو ساتھ دو اڑھائی سو آدمی ہوں گے اور اتنے لوگوں کو کھانا دینا کوئی معمولی بات تو نہیں۔ میں نے پھر عرض کی کہ حضرت پھر ایسا کرتے ہیں کہ کھانے کا پروگرام باقی لوگوں کا رہنے دیتے ہیں۔ حضرت (نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) آئیں گے تو ہم جو دو چار پانچ ساتھی ہیں، اپنا گھر ہے کھانا کھالیں گے لیکن یہ اہتمام نہیں کرتے۔ اب چونکہ وہ تو ایسے شخص تھے کہ وہ جانتے تھے کہ میں نے پہلی بات کیوں کی اور دوسری بھی اسی حوالے سے کر رہا ہوں پھر مجھے کہنے لگے چلو اللہ خیر کرے گا، بس ٹھیک ہے، پروگرام بنائیں۔

جب ہم پہنچے تو میری حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ اندر کا جو ہال تھا وہ بھی بھرا ہوا تھا اور صحن میں بھی جگہ نہیں تھی۔ میں بڑا حیران ہوا اور سارا واقعہ مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے گوش گزار کیا۔ بوقتِ رخصتی جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور دست بوسی کرنا چاہی تو حضرت نے میرا ہاتھ تھام لیا میرے

کان میں کہنے لگے کہ کھانا شاناہ میں نہیں دیتا یہ غوث پاک رضی اللہ عنہ کا لنگر ہے۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہوگیا کہ دست غیب اور توکل علی اللہ اسی کو کہتے ہیں۔

میں گیارہویں شریف کے موقع پر کئی جگہوں پہ جاتا رہتا ہوں اکثر و بیشتر دوست احباب کے ہاں بڑی بڑی خانقاہوں میں بڑے بڑے بزرگوں کے ہاں جلسے ہوتے ہیں، بہت بڑے بڑے اہتمام ہوتے ہیں لیکن جو فقیری کا انداز گیارہویں شریف میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہوتا ہے اس کا جواب نہیں۔

آپ جتنے لوگ بھی آئے ہیں آج میں آپ سب لوگوں کو یاددہانی کی خاطر یہ بات کرتا ہوں کہ ان کے چہرے کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔ ابھی تلاوت ہورہی تھی لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ تو میرے ذہن میں یہ بات بار بار آرہی تھی کہ میں نے کہا واقعی میں دیکھتا ہوں غور کرتا ہوں کہ یہ بشارت شاہ جیلاں رضی اللہ عنہ کیلئے بھی ہے، یہ بشارت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بھی ہے، یہ بشارت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بھی ہے، یہ بشارت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بھی ہے، یہ بشارت شہنشاہِ سہروردخواجہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کیلئے بھی ہے لیکن جب میں بشارت پانے والے لاکھوں کروڑوں اولیاء اللہ کی جانب دیکھا اور پھر اپنے اس پیشوا اور اس رہنما کے چہرے پر اپنی نظر دوڑائی تو خدا کی قسم ان کا چہرہ دلیل بن چکا تھا کہ جو بشارتیں عطا ہورہی ہیں ان میں حضرت سید محمد امیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود ہیں۔

ایک حدیث میں بھی حضرت سید محمد امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ والے کی پہچان یہ ہے کہ اس کو دیکھو تو خدا یاد آجائے تو میں خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا یا نہیں یاد آتا تھا؟ لوگ حسن و جوانی کو لازم و ملزوم کہتے ہیں، جوانی ڈھل گئی اور حسن کا سورج غروب ہوگیا لیکن خدا کی قسم جن کیلئے بشارتِ الٰہیہ ہوئی، جوانی ڈھل گئی، بڑھاپا آیا، جوں جوں وقت گزرگیا حسن مزید بڑھتا گیا اور حسن کی تابانی یوں بڑھی کہ چہرے کی جانب آنکھ بھر کے دیکھا نہیں جاتا تھا۔ اس کمزوری میں

حسن، یہ کیا تھا۔ چہرے میں جھریاں پڑ جائیں تو چہرہ حسین نہیں لگتا لیکن وہ چہرہ جھریوں کے باوجود حسین کیوں تھا اس لئے کہ انوار و تجلیات الٰہیہ اس چہرے سے نظر آتے تھے۔

ایک دفعہ گاڑی میں ہم دو افراد سفر کر رہے تھے یعنی میں اور مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور یہ واقعہ کوئی آج کا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے۔ مجھے مولانا نے کہا میں نے شاہ صاحب سے الگ کوئی بات کرنی ہے۔ میں یہ بات اس لئے کر رہا ہوں کہ ہم جو لوگ ہیں وابستگانِ اہل اللہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ خدا کی منظوری کی دلیل دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوری ہے۔ جس کو دربار رسالت سے منظوری کی سند مل گئی اس کو خدا کے دربار سے منظوری کی سند مل گئی۔ دلیل کے طور پر کہتا ہوں کہ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس کون سی دلیل تھی منظوری کی۔ وہ منظور نظر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا، علی رضی اللہ عنہ کے پاس کیا دلیل تھی کامیابی کی اس لئے کہ لَحْمُکَ لَحْمِیْ وَ جِسْمُکَ جِسْمِیْ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا تھا۔ جو دربار رسالت میں کامیاب و کامران ہوگیا، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بن گیا وہ خدا کا محبوب بن گیا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ مجھے حضرت مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے اکیلے میں ملنا ہے۔ چنانچہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے حضرت کی ڈیوڑھی کے ساتھ۔ میں تھا، حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ دونوں بزرگ اس وقت اپنے اللہ کے پاس ہیں اور میں یہاں موجود ہوں مجھے بھی جانا ہے۔ وہاں پہنچے تو حضرت مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت آپ نے ترمذی شریف کی کوئی شرح لکھی ہے۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر کوئی خادم جا کر مذکورہ شرح ترمذی شریف لے آیا۔ کتاب لی اور کتاب کو بوسہ دیا اور کتاب کھولی اور پھر بند کی اور حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے ہاتھ کھینچے کہ حضرت یہ کیا کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد بات ختم ہوگئی وہاں مزید کوئی بات نہ ہوئی۔

میں حیران تھا میری مولانا نورانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بڑی لمبی رفاقت ہے، مجھے پتہ ہے کہ وہ بڑے عجیب آدمی تھے۔ ہر آدمی کے آگے جھکنا یا کسی کی دست بوسی کرنا میں نے ان میں بہت

کم دیکھا ہے۔چنانچہ جب واپسی کا سفر ہوا تو میں نے راستے میں مولانا سے پوچھا کہ مولانا یہ بات آج کیا ہوئی کہ آج آپ نے خلافِ معمول ان کی دست بوسی کی۔مولانا تھوڑی دیر بعد رکنے کے بعد بولے کہ مجھے مولانا فضل الرحمٰن مدنی (مولانا نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے سسر) کا مدینہ طیبہ سے ٹیلیفون آیا تھا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ امیر شاہ پشاوری کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور آپ جانتے ہیں مولانا امیر شاہ صاحب پشاوری کو۔کہنے لگے اچھا انہوں نے کوئی شرح لکھی ہے، شمائل شریف کی۔میں نے عرض کی جی لکھی ہوگی۔کہنے لگے مجھے وہ شرح چاہئے اور ساتھ ہی انہوں نے ایک شامی بزرگ کا واقعہ بیان کیا جن کی عمر اس وقت اَسی برس کے لگ بھگ تھی۔انہوں نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ کسی طریقہ سے پتہ کریں کہ پاکستان کے شہر پشاور میں کوئی امیر شاہ رہتا ہے۔مولانا فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شامی بزرگ سے سبب استفسار پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں (مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے کوئی شرح لکھی ہے اور میں (شامی بزرگ رحمۃ اللہ علیہ) نے رات کو خواب میں دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک کتاب تھی جس کا آپ بڑے شوق سے مطالعہ فرما رہے تھے۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون سی کتاب ہے۔فرمایا یہ میرا بڑا پیارا بیٹا ہے، امیر شاہ پشاوری اس نے یہ حدیث کی شرح لکھی ہے۔

میں یہ بات عرض اس لئے نہیں کر رہا ہوں کہ میرا یہ مقصود ہے کہ ان کا درجہ بہت بلند تھا۔جو ان کا درجہ اپنے اللہ کے ہاں تھا وہ بہت بلند تھا۔لیکن جو بات میں عرض کرنا چاہتا تھا وہ یہ ہے کہ جس نے کملی والے کی محبت کا چراغ اپنے سینے اور دل میں روشن کرلیا وہ کامیاب بھی ہو گیا اور کامران بھی ہو گیا اور جس کے سینے میں وہ چراغ جلتا ہوا بجھ رہا ہے وہ خدا کی قسم اپنی موت مر رہا ہے۔موت بے شک ہر ایک کیلئے ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ لیکن یاد رکھیں موت ایک کیلئے ہلاکت اور فنا ہے اور دوسرے کیلئے حیات ابدی کا پیام اور بقا ہے۔فنا کس کیلئے ہے اور بقا کس کیلئے ہے؟ بقا اسی کیلئے ہے جو کوچہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بک گیا اور جس نے اپنی "میں" اور بڑائی کو قائم رکھا فنا ہو گیا۔

آغا جواد ہادی صاحب! آپ محبتوں کی بات فرما رہے تھے، اللہ کی قسم اہل اللہ کے ہاں سے

اولیاء اللہ کے ہاں سے محبت ہی ملتی ہے۔ اللہ کے ولیوں کے ہاں سے محبتوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ وہ بروں سے نفرت نہیں کرتے ہیں برائی سے نفرت کرتے ہیں بروں کو سینے سے لگانا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔ میرے کملی والے صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے کہ وہ بروں کو گلے سے لگاتے تھے اور جو مظہر صفات انبیاء اولیاء ہوتے ہی وہ ولی تب ہی ہوسکتا ہے کہ جس کے دل میں نفرت نہ ہو اور جو محبت کی خوشبو سے معطر ہو۔ گویا جدھر سے گزرے ادھر سے محبت کی خوشبو مہکتی چلی جائے۔

حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں، محبتیں اور ان کی انکساری یاد رہے گی لیکن میرا دل کہتا ہے کہ نوید کے طور پر ایک بات آپ سب کو کہہ دوں یہ کہ جو اللہ والے ایک دفعہ کسی کا ہاتھ پکڑ لیں پھر اسے چھوڑا نہیں کرتے ہیں۔ نہ دنیا میں چھوڑتے ہیں اور نہ آخرت میں چھوڑتے ہیں اور دلیل اس پر قرآن میں موجود ہے کہ اللہ کہ فرشتے بھی ان ہی کیلئے نہیں بلکہ ان کی ذریت کیلئے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور پھر وہ ذریت کون سی ابھی جناب ڈاکٹر عبدالغفور صاحب بڑی خوبصورت بات کر رہے تھے کہ نسبی اولاد اپنی جگہ پر لیکن خدا کی قسم انہیں نسبی اولاد سے زیادہ اپنی روحانی اولاد سے پیار ہوتا ہے اور دلیل یہ ہوتی ہے کہ کبھی بھی اپنی روحانی اولاد پر اپنی نسبی اولاد کو ترجیح نہیں دی۔

اگر اس جہان میں وہ اپنی نسبی اولاد پر روحانی اولاد کو ترجیح دیتے ہیں اس جہان میں نسبی اولاد کیلئے روحانی اولاد کو نہیں چھوڑتے تو میں بڑے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جب ان کے ساتھ الحاق کیلئے ان کی ذریت کو آواز دی جائے گی اور ان کے ساتھ ان کو بھی مغفرت اور بخشش کی نوید سنائی جائے گی تو جہاں سلطان آغا کیلئے، نبی کیلئے، حسنین کیلئے، تاج آغا کیلئے بات ہوگی ان سے پہلے وہ اپنے روحانی غلاموں کا نام لیں گے اور ان شاء اللہ العزیز مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مشن جاری رہے گا۔ محبتوں کے یہ چراغ بجھیں گے نہیں، ان کی روشنی باقی رہنے کیلئے ہے، یہ روشنی ابدی ہے۔ اللہ پاک اس چراغ کو تا دیر تا دیر جگمگا تا رکھے اور اسی کی روشنی سے کائنات اسی طرح منور ہوتی رہے جس طرح سے وہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے روشنی پاتے رہے۔ اللہ پاک مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کو قائم و دائم رکھے۔

در مدح حضرت پیر

سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر فیاض احمد خان کاوش مرحوم
سابق چیئرمین شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج حیدر آباد

اے امیر قادریت، مینارۂ نورانیت — پیکر حسن عمل، سرمایۂ روحانیت
شخصیت ہے آپ کی علمِ طریقت کی کتاب — آپ ہیں گویا دبستانِ شریعت کا نصاب
آپ ہیں علم تصوف کے وہ بحرِ بیکراں — خانقہ میں آپ کی ہے فیض کا دریا رواں
آپ کا سایہ مریدوں پر ہے گویا سائباں — آپ کی محفل میں ہوتا ہے بہاروں کا سماں
آپ ہیں اسرارِ علمِ معرفت کے راز دار — آپ ہیں حسنِ طریقت کا شریعت پر مدار
آپ کی تلقین ہے اک جادۂ منزل نشاں — آپ کی تبلیغ ہے اک دفترِ حسنِ بیاں
بارشِ نورانیت ہم پر یونہی دائم رہے — آپ کی شفقت، محبت تا ابد قائم رہے

غوثِ اعظم کے گلستاں کے گلِ تر آپ ہیں
کاوشِ خستہ کو غم کیا، بندہ پرور آپ ہیں

ہرگز نمیرد آنکہ کہ دلش زندہ شد بہ عشق

مولانا مولوی قاری نصیر الدین
خطیب جامع مسجد ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

قطب الارشاد استاذی مکرم حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے سب سے پہلے اپنے چچا حاجی حافظ خورشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں دیکھا۔ جہاں وہ میلاد شریف کی محفل میں تشریف لائے تھے۔ آپ کا اسم گرامی تو پہلے ہی سن رکھا تھا اس محفل میں مجھے محفل کا آغاز کرنے کیلئے تلاوت کلام پاک کیلئے بلایا گیا۔ وہ میری ابتدائی ملاقات تھی جس میں میں نے ان کی دست بوسی کی اور تلاوت کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے سورۃ توبہ کا وہ رکوع جس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں تشریف فرما تھے کا ذکر ہوا وہ آیات میں نے پڑھی تو آپ بہت زیادہ محظوظ ہوئے اور بارک اللہ جیسے دعائیہ الفاظ سے مجھے نوازا۔ آپ کی شخصیت ایسی عظیم شخصیت تھی کہ اس میں حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حب اہل بیت علیہم السلام، حب صحابہ رضی اللہ عنہم و حب اولیاء کرام کی تمام صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ یہ بھی مجھے یاد ہے کہ جب فرشی گلی کی مسجد میں کوئی پروگرام تھا تو وہاں آپ تشریف لائے اور میں بھی وہاں موجود تھا۔ ایک قاری صاحب نے تلاوت کی اور آخر میں صرف صدق اللہ العظیم پڑھا جس پر آپ نے فرمایا جب بھی تلاوت کر چکو تو صدق اللہ العظیم کے بعد ضرور و صدق رسولہ النبی الکریم بھی پڑھا کرو۔ پھر اپنے آستانے پر تشریف لا کر اس موضوع پر ہمیں کافی اچھی طرح سمجھایا کہ آپ اس طرح آپ کیا کریں۔ یعنی و صدق رسولہ النبی الکریم بھی ضرور پڑھا کریں۔

میرے چچا حافظ خورشید صاحب کے ساتھ آپ بڑے دیرینہ تعلقات تھے۔ چچا محترم بھی بہت زیادہ قدر کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اپنی مسجد میں میلاد شریف اور گیارہویں شریف کے پروگرام میں استاذی مکرم رحمۃ اللہ علیہ کو ہی دعوت دیتے تھے۔ ان تقاریر میں عقیدے کی پختگی پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ میرے چچا کی وفات پر آپ نے فرمایا لوگ دین کے ایک بہت بڑے ستون سے محروم ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کا قدرتی طور پر بہت اشتیاق تھا لیکن کوئی سبب نہیں بن رہا تھا۔ میرے بڑے بھائی حافظ علاؤالدین صاحب قبلہ مولوی جی حضور کے پاس ابتدائی کتب پڑھنے آیا کرتے تھے۔ یہ غالباً ۱۹۸۸ء یا ۱۹۸۹ء کا سال تھا کہ میں نے بھی اپنے بڑے بھائی اور حاجی تنویر احمد صاحب قادری کے ہمراہ قبلہ مولوی جی حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے تو انہوں نے سبق پڑھایا، اس کے بعد یہ بارہ سوا بارہ بجے کا وقت تھا کہ حاجی تنویر صاحب نے میرا تعارف کرایا اور کہا کہ یہ بھی سبق پڑھنا چاہتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور آیا کرو۔ اس طرح قبلہ مولوی جی حضور کے پاس میری پڑھائی کا سلسلہ شروع ہوا۔ ابتدا میں میں نے خلاصہ پڑھا، پھر منیۃ المصلی اور قدوری پڑھی اور پھر یہ سلسلہ کنز، ہدایہ وغیرہ تک پہنچا۔ بیچ میں ہم اگر ضمناً کسی کتاب کا ذکر کرتے تو وہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ بڑے شوق سے پڑھا دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مولوی جی حضور رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت و نظر عنایت سے ہم نے پوری مشکوٰۃ شریف حرف بہ حرف پڑھی۔ انوار غوثیہ جو شمائل شریف پر لکھی گئی ہے وہ تو دو تین مرتبہ پڑھی۔

اسی طرح بخاری شریف کے تینوں پارے جو فارسی سے اردو میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ کئے وہ بھی ہم نے عربی متن اور ترجمہ کے ساتھ پڑھے۔ ''انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم'' بھی پڑھی۔ مجھ پر حضور رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی مہربانی اور شفقت تھی کہ آپ عربی عبارات مجھ سے ہی پڑھوایا کرتے تھے حالانکہ اس درس میں علماء کرام بھی موجود ہوتے۔ ہم نے دو مرتبہ قرآن کریم کا ترجمہ تفسیر کے ساتھ آپ سے پڑھا۔ ایک مرتبہ سعودی عرب سے تمام احادیث قدسیہ پر مشتمل کتاب حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید محمد سبطین قادری گیلانی آپ کیلئے لائے تو وہ بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں پڑھائی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ پڑھنے اور پڑھانے پر بہت زیادہ خوش ہوتے تھے۔ ہم نے جب بھی عرض کی آپ نے فرمایا قاری صاحب جو وقت آپ کے پاس ہو اسی وقت ہم پڑھائیں گے۔ لوگ آپ سے درس کے بارے میں پوچھتے تو آپ شفقت سے فرماتے قاری صاحب کے ساتھ وقت مقرر کرو۔ یہ آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی مہربانی تھی کہ ہم نے درس دن کے دس بجے بھی پڑھا، بارہ بجے بھی پڑھا، دوپہر کے بعد دو بجے سخت گرمیوں جبکہ آرام کے وقت ہوتا تھا مگر آپ ہماری خاطر باہر تشریف لاتے اور سبق پڑھایا کرتے تھے، کبھی شام کو اور کبھی عشاء کو ہم سبق پڑھتے تھے۔ مگر کیا مجال کہ آپ کے ماتھے پر ذرا شکن بھی آئی ہو۔ حتیٰ کہ اکثر اوقات آپ کی طبیعت ناساز بھی ہوتی مگر پھر بھی آپ سبق پڑھانے تشریف لاتے تھے اور کبھی ناغہ نہیں ہوتا۔

ایک دن دوپہر کو میں ذرا لیٹ ہوگیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا میں نے عرض کی کہ کھانا کھاتے ہوئے دیر ہوگئی۔ آپ نے مجھے فرمایا کالج سے سیدھا یہاں آیا کرو اور کھانا یہیں پر کھایا کرو۔ اس کے بعد میں ایلیمنٹری کالج سے سیدھا آستانہ عالیہ پر حاضر ہو جاتا اور پھر دوپہر سے عصر تک درس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھ پر بہت زیادہ شفقت فرماتے تھے۔ جب کبھی آپ سے دعا کیلئے عرض کرتا تو فرماتے حافظ صاحب آپ دعا کریں یعنی انتہائی عاجزی فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ اخلاق اور اوصاف حمیدہ اتنے زیادہ ہیں کہ سب کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ مجھے جب بھی کوئی مشکل مرحلہ پیش آیا تو میں نے آپ سے عرض کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اللہ بہتر کرے گا اور پھر اسی طرح ہوتا کہ وہ مشکل مرحلہ میرے لئے بہت آسان ہو جاتا تھا۔

جب کبھی کوئی دینی مسئلہ پیش آیا تو ہم نے فوراً آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے مدلل طریقے سے جواب دیا اور اکثر ہمیں کتاب بتا دیا کرتے تھے کہ فلاں کتاب کے فلاں باب میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی فرمایا کرتے کہ یہ کتاب فلاں شخص نے لکھی ہے اور فلاں مطبع سے چھپی ہے حالانکہ اس کو چھپے ہوئے کافی عرصہ گزرا ہوتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جب بھی حاضر ہوا تو بڑی شفقت سے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا کرتے تھے۔ یوں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات و کشف کی باتیں میں نے دیکھی لیکن چند ایک نہ بھولنے والے واقعات بھی ہوئے۔ ایک مرتبہ مجھے ایک مدرسہ میں پڑھانے کیلئے بلایا گیا وہاں مجھ سے پہلے بھی ایک سنیئر معلم صاحب موجود تھے لیکن ان کی ریش مبارک نہیں تھی۔ عصر کی نماز وہی پڑھایا کرتے تھے۔ میرا دل ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو نہیں چاہتا تھا لیکن سنیارٹی کی وجہ سے خاموش بھی تھا دو یا تین دن کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں عرض کی یہ مسئلہ ہے آپ خاموش ہو گئے۔ میں نے بھی نہیں دہرایا۔ اسی دن عصر کے وقت ایسی حیران کن تبدیلی ہوئی جو عقل میں نہیں آتی وہ قاری صاحب مصلیٰ پر نہیں گئے اور پہلی صف میں ہی کھڑے رہے اور میں نے نماز پڑھائی۔ نہ کسی نے کوئی بات کی اور نہ ہی کسی نہ پوچھا۔ یہ سب آپ کی توجہ کا نتیجہ تھا۔

ایک اور بات جو میں آج تک نہیں سمجھ سکا وہ یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب ایبٹ آباد تشریف لے گئے آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ اس وقت وہاں پر غالباً بخاری شریف کے دوسرے پارہ کا ترجمہ فرمارہے تھے جمعہ کی نماز مجھے سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ میں پڑھانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ یہ مجھے پتہ نہیں کہ کس طرح وہاں میں پہنچا اور پھر نماز پڑھانے کا یہ سلسلہ ہو گیا پھر جب آپ تشریف لے آتے تو بھی آپ صرف بیان فرماتے اور نماز کیلئے مجھے ہی فرمایا کرتے تھے۔ یہ میرے لئے اتنا بڑا اعزاز ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑا اعزاز اور نہیں ہو سکتا۔ کہاں میں حقیر اور کہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ دو جہاں کے دستگیر۔

ایک دن جمعۃ المبارک کو آپ پہلی صف میں تشریف فرما تھے کہ میں خطبہ پڑھنے کیلئے منبر پر کھڑا ہوا۔ دو یا تین لفظ پڑھنے کے بعد میں بالکل بھول گیا اور ایک سکتہ کا سا عالم ہو گیا۔ مجھے پسینہ آنا شروع ہو گیا آگے مجھے کچھ آتا نہ پیچھے خطبہ کے الفاظ میرے ذہن اور زبان پر آتے کہ فوراً مولوی جی حضور رحمۃ اللہ علیہ نے دایاں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا ''کے ہو گیا ای'' (یعنی تمہیں ہو گیا ہے) اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا چلو جاؤ۔ اس کے فوراً بعد میں نے خود بخود خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ سارا کام بہت مختصر وقت

میں ہوا، بہت کم لوگ ہی سمجھ سکے۔ میں خود نہیں سمجھا لیکن اتنا محسوس ہوا کہ کوئی غیبی مخلوق آ گئی تھی جس نے مجھے بالکل ساکن کر دیا تھا اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے "چلو جاؤ" فرمانے پر وہ واپس چلی گئی۔

قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ وہ بلند پایہ شخصیت تھے کہ ان کی زندگی کے ہر پہلو پر اگر کوئی لکھنا چاہے تو کتابوں کے انبار لگ جائیں گے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف ختم نہ ہوں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر لوگوں کے نکاح یا جنازہ پڑھانے کیلئے مجھے بھیجا کرتے تھے اور کئی بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں نکاح کی محفل میں حاضر ہوا۔ میری ہر جگہ یہی کوشش رہی کہ ہر معاملہ میں ان سے رہنمائی حاصل کروں۔

ایک موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے کہ میں نے نکاح پڑھایا پھر میں نے عرض کی۔ حضور اس میں کوئی غلطی ہو تو فرما دیجئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے ہاں اگر ابتدائی کلمات کے بعد دوبارہ تعوذ پڑھ لیا کرو تو زیادہ بہتر ہے۔

یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی انتہائی شفقت تھی جس کا میں اندازہ نہیں کر سکتا۔ میں جو کچھ بھی سیکھا سب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت اور برکت و مہربانی کا نتیجہ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب حاضر ہوا اکثر آپ کو قرآن حکیم اور احادیث نبوی پر تدبر کرتے ہوئے پایا۔ اکثر مجھ سے قرآن کریم کی آیات پوچھ لیتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم نہیں ہوتی تھیں بلکہ ہماری اصلاح کیلئے فرماتے تھے کہ کون سے پارے میں۔ حتیٰ کہ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ ہسپتال میں تھے تو سخت تکلیف کی حالت میں بھی میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم میں تدبر کرتے ہوئے پایا۔ وہاں بھی اکثر مجھے فرماتے کہ فلاں آیت کس طرح ہے۔ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پارہ بتایا کہ فلاں آیت اسی پارہ میں کس طرح ہے میں نے بہت سی آیات تلاوت کیں مگر جو آپ رحمۃ اللہ علیہ پوچھنا چاہتے تھے وہ میرے ذہن میں نہیں آئی۔ میں جب واپس آ جاتا تو میرے بھائی حافظ علاؤ الدین صاحب بھی عیادت کیلئے جاتے تھے۔ جب وہ پہنچے تو ان سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وہ آیت پڑھ کر سنائی تو فوراً فرمایا بالکل یہی آیت ہے۔ وہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق تھی۔ دوسرے دن میں گیا تو فرمانے لگے حافظ صاحب وہ آیت مل گئی ہے۔ یہ سلسلہ صرف ہم تک ہی محدود نہ تھا بلکہ جو بھی حافظ آپ کو ملنے آتا اس

سے مختلف آیات پوچھتے رہتے تھے۔ کبھی حافظ شیراز صاحب اور کبھی سید روح الحسنین جب آپ سے ملتے تو ان سے بھی پوچھتے تھے۔ یہ لوگ پھر مجھے مسجد میں آکر بتایا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جتنا قرآن کریم پر عمل کرنے والے تھے میں نے ایسا عالم باعمل نہیں دیکھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ حسب معمول جب ہسپتال پہنچا تو آپ شیطان کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے کہ یہ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اس سے ہر وقت پناہ مانگنی چاہئے۔ میں نے فوراً قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی

وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ (الاعراف: ۲۰۰)

تو قربان جاؤں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہر ادا پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً پانچ یا سات دفعہ اونچی آواز میں اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ پڑھا۔ میں نے اپنے بھائی صاحب سے کہا دیکھئے کتنا جلدی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کریم پر عمل فرمایا ہم دن رات پڑھتے ہیں لیکن ایسا عمل نہیں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کشف کے متعلق وہ واقعہ تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں روزانہ صبح نماز پڑھ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کیلئے ہسپتال جایا کرتا تھا۔ ایک دن محترم سلیم بٹ صاحب نے آپ کو ناشتہ کروایا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو دعا دی کہ اللہ آپ کو ایمان نصیب کرے۔ میرا یہ پختہ یقین تھا اور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جس کیلئے دعا فرمائی وہ یقیناً پوری ہوتی ہے۔ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش آپ میرے لئے بھی یہ دعا فرمائیں۔

دوسرے دن میں معمول کے مطابق صبح آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو میرا یہ معمول تھا کہ آپ کے پاس پہنچ کر کبھی خاموشی سے اور کبھی بلند آواز میں تلاوت کلام پاک کیا کرتا تھا۔ اس دن میں نے تلاوت کی۔ مجھے یاد ہے کہ میں سورہ رحمٰن شریف کی تلاوت کی تھی۔ تلاوت کے فوراً بعد فرمایا حافظ صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو ایمان نصیب کرے --- آمین!۔ وہ دن میرے لئے انتہائی خوشی کا دن تھا۔ جو مجھے کبھی نہیں بھولے گا۔

شہر میں تو کئی جگہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مختلف تقاریب میں جانے کا اتفاق ہوتا رہتا تھا لیکن لمبے اور یادگار سفر پر ایک ہی دفعہ جانے کا اتفاق ہوا اور وہ سفر تھا جہلم کا۔ جمعہ کا دن تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے

ساتھ جمعہ کی نماز حضرت سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ میں پڑھی اور پھر وہیں سے جہلم کیلئے میں، آپ کے صاحبزادے سید محمد حسنین قادری گیلانی المعروف سید آغا صاحب، حاجی سجاد صاحب اور چوتھے غالباً سید محمد یاسر صاحب بخاری تھے۔ہم لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جہلم گئے سفر بڑا خوشگوار گزرا۔اٹک حضرت جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب پہنچے تو گاڑی میں دعا فرمائی۔پھر میں نے پوچھا کہ لوگ کہتے کہ سخی سلطان صاحب مجذوب تھے۔فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔پھر میں نے پوچھا کہ یہ کب گزرے ہیں تو آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔دوسرے دن نکاح کا پروگرام تھا آپ نے فرمایا حافظ صاحب آپ ایک رکوع تلاوت کریں تو اس کے بعد نکاح پڑھیں گے۔تلاوت کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک دن پہلے ہی فرمادیا تھا۔میرے دل میں آیا یہ بھی سیکھنے کا موقع ہے چلو پوچھو لیتے ہیں کہ کون سا رکوع تلاوت کروں تا کہ آئندہ خوشیوں کے موقع پر وہی آیات تلاوت کیا کرونگا۔

اس سفر کا جو اہم واقعہ ہے میں نے دیکھا کہ وہ یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ رات کو جہاں آرام فرما رہے تھے اسی کمرے میں ہم کو بھی آرام کرنے کا موقع نصیب ہوا۔اس کمرے میں ہم شہر کے کافی آدمی تھے۔صبح سویرے اذان سے پہلے صبح صادق سے پہلے آپ اپنے بستر سے اٹھ گئے چونکہ ظاہراً آپ کی آنکھوں میں روشنی کم تھی آپ بڑے احتیاط سے دروازے کی طرف جا رہے تھے۔سب لوگ اس کمرے میں گہری نیند سو رہے تھے کہ میری قسمت نے انگڑائی لی اور میں اٹھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وضو بنانا ہے۔میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑا اور باتھ روم تک لایا وضو بنانے کے بعد دوبارہ اپنے بستر پر تشریف لائے میں بھی تجسس میں تھا کہ دیکھوں آپ ابھی کیا کرتے ہیں۔اس وقت صبح کی نماز میں پورے دو گھنٹے باقی تھے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر کے نیچے رکھا اور دو گھنٹے اسی طرح گزار دیئے۔اس دوران آپ کچھ پڑھتے رہے لیکن دھیمی آواز میں۔اس طرح کرنا بھی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، شریعت کی پابندی کرنا صرف آپ ہی کا حصہ تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دوسرا سفر آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سید غلام الحسنین صاحب قادری گیلانی المعروف ننھی آغا کی شادی پر مردان کا ہم نے کیا تھا۔وہ سفر ہم آپ کے ساتھ

گاڑی میں تو نہ کر سکے مگر قافلہ ایک ہی تھا۔ نکاح کے وقت خصوصی طور پر مجھے اور میرے بھائی حافظ علاؤالدین صاحب اور مفتی سید حسین فرید گیلانی صاحب کو بلا کر بٹھایا اور پھر نکاح پڑھایا۔ وہ لمحے بھی بھولنے کے قابل نہیں جو شفقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہم پر فرمائی کیونکہ ہم دوسرے مہمانوں کے ساتھ باہر بیٹھ گئے تھے مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اندر بلایا اور اپنے پاس بٹھایا اور پھر بڑے مشفقانہ انداز میں ہم تینوں کو ہدیہ عنایت فرمایا۔ آپ کی فیاضی علمی اور مالی دونوں لحاظ سے اپنی مثال آپ تھی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ظاہری وصال کے بعد جو کمی میں محسوس کرتا ہوں وہ شاید کوئی اور نہ کر سکے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے پر ایک عالم صاحب جو مہرا شریف اٹک سے تشریف لائے تھا انہوں بڑی عجیب رمز والی بات بتائی جس سے دل کو بڑی ڈھارس ہوئی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت قمر الدین سیالوی رحمت اللہ علیہ کو خواجہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کیلئے کہا گیا۔ سارا تونسہ شریف بھر گیا لوگ مکانوں کی چھتوں پر گلی کوچوں میں ہر جگہ صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے کیونکہ یہ منادی کر دی گئی تھی کہ خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ جنازہ پڑھائیں گے۔

لیکن جب خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہنچے تو آپ نے انکار کر دیا۔ بہت اصرار کیا گیا مگر آپ نے انکار کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے انکار پر جنازہ کسی اور نے پڑھایا پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں کس طرح ایسے لوگوں کی امامت کرا سکتا ہوں جو امام کے خلاف کریں کیونکہ جو میں نے کرنا تھا میرے مقتدیوں نے اس کے خلاف کرنا تھا۔ عرض کی گئی حضرت وہ کیسے؟ فرمایا میرے پیر و مرشد تو حیات ہیں میں نے تو جنازہ کی نماز میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا کے بعد مَیِّتِنَا نہیں کہنا تھا جبکہ ساری قوم میرے خلاف کرتی تو میں کیسے ان کی امامت کرتا۔ وہ عالم صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے بابو جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی جی حضور کے جنازہ میں بھی بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے یہ لفظ نہیں پڑھا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اب بھی ہمارے اندر موجود ہیں۔ مگر ہماری آنکھ ان کو دیکھنے سے قاصر ہے۔

خدا یا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

آہ! آقا سید محمد امیر شاہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

ابوالاثر آفاق ظفر کیفی میروی قادری

کیسی کیسی ہستیاں تھیں نابغۂ روز گار
عابد و زاہد مجاہد، متقی پرہیزگار
آہ صد افسوس کس کس کو کروں اب یاد میں
صائم الدہر ان میں کتنے لوگ تھے شب زندہ دار

وقت بدلتے دیر نہیں لگتی زمانہ اپنی رفتار میں نہایت سبک انداز سے رواں دواں ہے۔وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کون کس حال میں ہے۔وہ اپنے خالق کے حکم کے تحت بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔کسی کا لحاظ بھی تو نہیں کرتا جبکہ اس زمانے میں پنپنے والا ابن آدم ابتدائے آفرنیش سے ہی زندگی اور موت سے کھیل رہا ہے۔قادر مطلق نے اپنی پہچان کیلئے ہی تخلیق کائنات کی اور اس تخلیق کو روشناس کروانے کیلئے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی تخلیق اپنے نور سے کی۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء: ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلئے (ترجمہ از کنزالایمان)

جہاں جہاں میری ربوبیت ہے اور تمام عالم میرے ہی زیر نگیں ہیں، میری ہی تخلیق ہے۔سب میرے ہی محتاج ہیں وہاں اب ہم نے آپ کو تمام عالم کیلئے (عالمین کیلئے) رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔اب کل کائنات کو میری رحمت آپ ﷺ ہی کے وسیلہ سے ملے گی۔آپ ﷺ ہی ہمارا پرتو رحمت ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (سباء: ۲۸)

ترجمہ: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

خوشخبری دیتا اور ڈرسنا تا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے (ترجمہ از کنز الایمان)

یعنی اے رسول ﷺ ہم نے آپ کو جملہ بنی نوع انسان کیلئے بھیجا ہے، ان کے نیک اعمال پر ان کو خوشخبری سنانے والا اور ان کے بداعمال پر ان کو ڈرانے والا۔ لیکن اکثر لوگ آپ کی اس فطرت کریمانہ کو نہیں سمجھتے۔ نکتہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں جب تک فہم رسالت نہ ملے اللہ کیسے ملے گا؟ آپ ﷺ کی فطرت کریمانہ اسی راز کی ترجمان ہے۔

سورہ ذاریات میں ارشاد رب العزت ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰرِيٰت: ۵۶)

ترجمہ: اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

پھر پوری کائنات میں بسنے والوں نے دیکھ لیا کہ اس کے محبوب نبی ﷺ نے اپنے دور حیات پاکیزہ میں کن کن صعوبتوں کا سامنا کیا اور خوبصورت انداز سے اپنے اخلاق کریمانہ سے بنی نوع انسان کو درس انسانیت عطا فرمایا۔

پیارے محبوب ﷺ نے نہایت تکالیف اٹھائیں مگر زبان شکوہ کبھی نہیں کھولی۔ ہمیشہ اس امت مرحومہ کی خیر خواہی فرمائی اور راتوں کو جاگ جاگ کر اور رو رو کر اپنے رب العزت سے اس امت کی بخشش کی التجائیں کیں۔ پیارے نبی ﷺ نے حجت الوداع میں جو تاریخ ساز خطبہ ارشاد فرمایا اس میں اسی بات کی وضاحت بھی فرمائی کہ اے مسلمانوں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں یاد رکھو کہ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے تھامے رکھا تو تم فلاح پا جاؤ گے اور ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دیا تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور وہ یہ چیزیں ہیں: ایک قرآن کریم اور دوسری میری اہل بیت۔

چنانچہ ان حقائق کی روشنی میں امت مرحومہ نے عمل کیا تو وہ بکھرنے سے بچ گئیں جبکہ ہر دور میں تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جس کسی نے بھی ان ارشادات سے روگردانی کی وہ ذلیل وخوار ہوا۔ جبکہ مبارک ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے ہر دور میں اس ارشادِ گرامی کو مشعل راہ بنائے رکھا۔ حضور پُرنور نبی رحمت للعالمین ﷺ کی اتباع، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کی، صحابہ کی تابعین

اوران کی تبع تابعین نے اور پھر جو صالحین اور اولیائے کرام کے دامن مطہرہ کو تھام کر اپنی منزل مقصود کے حصول کیلئے خاموشی سے آگے بڑھتے گئے وہ کامیابی سے ہمکنار ہو گئے۔

انہیں نابغہ روزگار ہستیوں میں دور حاضر کی ایک عظیم روحانی شخصیت، خانوادہ رسول کے چشم و چراغ، واقف علوم معرفت و شریعت و طریقت حضرت العلامہ الشیخ الحاج سید محمد امیر شاہ الگیلانی القادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

آپ حسنی سید ہیں اور سیدنا الشیخ الشاخ سیدنا عبدالقادر محی الدین گیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ رحمت اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی تا دم مرگ کتاب وسنت کی روشنی میں گزاری۔ نہایت سادگی اور عجز وانکساری سے مخلوق خدا کو اپنے علم وعمل اور اخلاق و کردار کریمانہ سے درس بندگی دیا ہے۔

مخلوق کی خدمت ہی ہے دراصل عبادت
اللہ کسی چیز کا محتاج نہیں ہے

آپ ایک عالم باعمل تھے۔ ابتدائے زندگی سے لے کر آخری ایام حیات تک اللہ کے دین کا ڈنکا بجاتے رہے۔ آپ کی زندگی کے اگر کسی پہلو کا بھی مطالعہ کریں تو ہمیں ہر پہلو سے رشد وہدایت ہی کی خوشبو آئے گی۔ آپ ایک بلند پایہ مفسر قرآن، محقق، شاعر، سخن فہم، محدث، فقیہ، واعظ، خطیب، مدرس، مصنف، سیاست دان، راہبر و راہنما، ناصح، حق گو، حق پرست، حق شناس، مسکین طبع، متین و فرزانہ، متقی و پرہیز گار، شیخ طریقت، راہبر شریعت، متوکل، دست کشا، کارساز، روشن خیال، وسیع الذہن، فکر رسا، ہمدرد، ہمراز، انسان دوست، سخی، خوش فہم، خوش لباس، خوش خوراک، خوشیاں بکھیرنے والا، غموں اور دردوں کو سمیٹنے والا، روتے ہوؤں کو ہنسانے والا، نجات دہندہ یعنی کہ اپنی مثال آپ تھے۔

منفرد شخصیت کے مالک جن کا اسم گرامی زبان زد خاص وعام تھا اور ہر غریب وامیر بادشاہ وفقیر جوان وپیر، مرد وزن آپ کو مولوی جی کہہ کر پکارتا تھا۔ جب کبھی بھی اور جہاں کسی کی زبان سے مولوی

جی کی ندا آئی وہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لبیک کہا۔ ہر آنے والے کی پوری سرگزشت گوشِ ہوش سے سماعت فرماتے اور نہایت فکر وتحمل سے نپا تلا جواب دہن مبارک سے ارشاد فرماتے جو سامع کو دل پسند ہوتا اور وہ آپ کی آراء کو سینے سے لگائے شاداں وفرحاں رخصت ہوتا۔

آپ نے کبھی کسی کی دل آزاری نہیں فرمائی۔ اگر جہاں کہیں آپ نے محسوس کیا کہ بات یا مطالبہ بساط سے باہر ہے تو وہ خموشی اختیار فرماتے اور صرف یہ الفاظ دہراتے کہ اللہ خیر کرے گا اور فوراً دعا کیلئے دست مبارک دراز فرماتے تھے۔

آپ بڑے مہمان نواز اور وسیع دسترخوان کے مالک تھے۔ ہر تینوں وقت آپ کی خانقاہ میں دسترخوان مہمانوں سے مزین نظر آتا تھا۔ حفظ مراتب کے پیش نظر مہمانوں کو مزید کھانے کی طرف رغبت بھی دلاتے۔

راقم الحروف کو آپ کی صحبت کا فیض عرصہ چالیس برس سے حاصل ہے۔ لڑکپن سے لے کر تادم زیست آپ کے نیاز حاصل ہوتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے آپ جیسی شفیق اور خوگر محبت شخصیت شاذ ہی دیکھی۔ اگر حاضر ہونے میں تاخیر ہوجاتی تو ویسے ہی قدم چپکے سے آپ کی خانقاہ کی جانب اٹھ جاتے اور پھر گھنٹوں آپ کی صحبت فیض اثر سے کاسۂ فکر وذہن کو لبریز کرتا۔ دنیا کے یا ذاتی کام بھول جاتے اور آپ کی شائستہ کلامی سے سماعت کو تروتازگی فراہم کرتا۔

اکثر اوقات تو ایسے بھی ہوا کہ دوپہر کا کھانا آپ کے ہمراہ آپ کے اصرار پر کھانا پڑ جاتا۔ آپ خاکسار کو آفاق صاحب کہہ کر پکارتے جبکہ میں دل میں شرمندہ ہوجاتا کہ میں ایک کم علم انسان اتنی پُرکشش اور پُرکیف انسان کے آگے کیا حیثیت رکھتا ہوں۔ راقم کو چونکہ شعر وادب سے لگاؤ ہے اور لکھنے اور پڑھنے کا شغف بھی ہے اسی لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر گفتگو خاکسار کے ساتھ شعر وادب کے حوالہ سے فرماتے۔ کئی مرتبہ آپ کے حکم کے تحت کوئی قصیدہ یا منقبت یا نعت لکھ کر پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی جو میرے لئے باعث فخر بھی تھا۔

گزشتہ برس کی بات ہے کہ اپنے پندرہ روزہ "الحسن" کی اشاعت خاص، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

نمبر کی اشاعت کے موقع پر واجب الاحترام حضرت سلطان آغہ صاحب مدظلہٗ کے ذریعہ یہ پیغام ملا کہ حضرت مولوی جی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ آفاق صاحب سے کہو کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر نظم لکھیں اور فوراً "الحسن" کیلئے ارسال کریں۔

یہ خبر مجھے گجہار میں ملی جب سلطان آغا صاحب نے مجھے دیکھ کر گاڑی سے اتر کر مجھے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا حکم پہنچایا۔ میرے لئے تو یہ مژدہ جانفزا تھا، میں نے بخوشی قبول کیا مگر اس کے بعد فکر لاحق ہوئی کہ میری علمی کم مائیگی اور اتنی عظیم ہستی پہ کیسے ممکن ہوگا۔ بہر کیف اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور قرطاس قلم سے مربوط ہوا۔ حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چہرہ اقدس کو پیش نظر رکھا اور فکر کی جولانگاہ میں آ گیا۔ اللہ کریم نے بحرمت سید خیر البشر مہربانی فرمائی اور پندرہ اشعار کی نظم بعنوان "امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ" تحریر ہوگئی۔ دوسرے دن میں نے خود جا کر "الحسن" کے انچارج کو دے دی جو بعد میں اسی نمبر میں چھپ گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کی مجھ غریب پر عنایت تھی ورنہ

کجا آفاق نا چیز اور کجا آفاق کی شہرت
خدائے پاک کا صدقہ ہے اس کی مہربانی ہے

بچپن میں سنا کرتے تھے کہ یکہ توت کے علاقے میں باریوں والے سید رہتے ہیں جو بڑے صاحب تاثیر سید ہیں۔ ان کی نظر کرم سے سب شفایاب ہوتے ہیں۔ جب ہوش سنبھالا تو یہ بچپن والا اشتیاق کشاں کشاں در حبیب پر لے گیا۔ اسی دن سے یہ سلسلہ آمد و رفت جاری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

"باریوں والے سید" اس اصطلاح کا حاصل ہے کہ آپ کی خانقاہ اور دولت کدہ برلب سڑک تھا۔ یکہ توت کا علاقہ جس کی اغلباً وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں ایک توت کا درخت تھا جو ایک ہی تھا۔ جبکہ دوسرے قسم کے درخت بھی برلب سڑک لگے ہوئے تھے۔ چونکہ توت کا ایک ہی درخت تھا لہٰذا ہندکو زبان میں اس علاقے کا نام یکہ توت پڑ گیا جو آج تک ویسے کا ویسا ہے۔

حضرت مولوی جی صاحب کا در دولت اس سڑک سے کافی بلند تھے۔ نیز سڑک کی طرف کا جو

خانقاہ کا حصہ تھا اسی میں پرانی طرز کی کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں۔ کھڑکی کو ہندکو زبان یعنی پشوری زبان میں باری کہتے ہیں۔ اسی لئے معزز خانوادے کا نام اندرا بار ی والے سید پڑ گیا۔ جبکہ اسی گھرانے کی علمی اور روحانی حقیقت مسلم الثبوت ہے کہ اس خانوادے کی روحانی کیفیات میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ آج کل کے اس دور میں بھی صاحبان ثروت اور تعلیم یافتہ طبقہ مرض میں شفاء اور حصول تعلیم میں کامیابی کیلئے اسی خانوادے سے خصوصاً حضرت مولوی جی نوراللہ مرقدہ سے رجوع کر رہا ہے۔ صرف اہل پشاور ہی نہیں بلکہ پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے علاوہ کشمیر اور افغانستان بھی حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہو رہا تھا۔

ملک کے طول وعرض سے مشائخ علماء کرام دینی اور سیاسی سکالرز بھی حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا نیاز حاصل کرنے کو اپنی سعادت تصور کرتے۔ آپ چونکہ سلسلہ عالیہ قادریہ گیلانیہ کے روحانی پیشوا تھے اسی لئے روزانہ کئی ایک محبان غوث الثقلین رضی اللہ عنہ آپ کے در اقدس پر حاضری دیتے ہیں۔ آپ چونکہ عالم ومفسر، شیخ ومحدث بھی تھے اسی لئے عرصہ بیس برس مسلسل آپ بعد از نماز عشاء اپنی خانقاہ میں تشنگان معرفت کو درس دیتے رہے۔ درس قرآن مجید کی پر کیف محفل میں بھی راقم کو کئی مرتبہ شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

میرے دیکھنے میں آیا کہ پشاور کی مقتدر ہستیاں جن میں آل سادات بھی شامل تھے آپ کے حاشیہ نشین تھے۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درس قرآن مجید دینے کا انداز ہی نرالہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تاریخ، جغرافیہ وغیرہ کی روشنی میں سیاق وسباق کے ساتھ ہر آیت قرآنی کی تفسیر فرماتے تا کہ کسی کو کوئی شک وشبہ نہ رہے اور طالب تفسیر قرآن پوری معلومات کے ساتھ قرآن کریم کے حقائق کو سمجھ جائے۔ اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ درس حدیث شریف بھی پوری فراست باطنی کے ساتھ دیتے تھے۔

آپ کے صحبت یافتہ طالب علم جنہوں نے آپ سے تعلیم حاصل کی کبھی اور کسی بھی دور میں اپنے راستے سے ڈگمگا نہیں سکتے۔ ایسے موقع پر حضرت سید محمد نورالحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا صاحب مدظلہ (سجادہ نشین) نے آپ کے کچھ دروس کی ٹیپ تیار کیں جن میں سے بعض نہایت

احتیاط کے ساتھ زیب قرطاس کر کے شائع کئے گئے ہیں۔

ان دروس کے علاوہ مذہبی خیالات کی حامل مختلف موضوعات پر آپ کی گراں قدر تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں اور دیگر کتب بھی زیور طبع سے آراستہ ہونے کا انتظار کر رہی ہیں۔ آپ کے دروس پندرہ روزہ "الحسن" میں ماہانہ اقساط میں شائع ہو رہے ہیں۔

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار موجود دور کے عظیم ترین مشائخ عظام میں ہوتا ہے۔ تصوف پر آپ کو پورا عبور حاصل تھا۔ آپ ایک صاحب نظر اور صاحب دل شخصیت تھے۔ اعلیٰ درجے کے مردم شناس اور چشم بصیرت سے برآنے والے کی کیفیات معلوم کر لیتے تھے۔ نیز آپ صاحب کشف بھی تھے۔ ایک واقعہ جو میرے ساتھ بنفس نفیس پیش آیا وہ میں رقم کرتا ہوں۔

یہ ۱۹۸۸ء کا واقعہ ہے میرے بڑے فرزند قائد ظفر کیفی نے میٹرک کا سالانہ امتحان دینا تھا اور وہ نہایت فکر مند تھا اور مجھ سے بار بار دعا کیلئے کہہ رہا تھا جس دن اس کا پہلا پرچہ تھا میں نے رات کو اس سے کہا کہ بیٹا میری دعائیں تو شامل حال ہیں تمہارے مگر میں چاہتا ہوں کہ تم کل صبح میرے ہمراہ چلو میں حضرت مولوی جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تمہارے لئے خصوصی دعا کراؤں گا۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ بابا آپ وہاں جا کر مجھے کہیں گے کہ بوٹ اتارو اور اندر بیٹھ جاؤ تو مجھے دیر ہو جائے گی میں نہیں جاتا آپ خود چل کر میرے لئے دعا کروالیں۔ جواباً میں نے کہا کہ بیٹا یہ تو ہو سکتا ہے مگر تمہارا خود سے وہاں جانا اور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نیاز حاصل کرنا مزید کامیابی سے تمہیں ہمکنار کرے گا۔ چنانچہ میرے بیٹے نے میری بات تسلیم کر لی اور دوسرے دن امتحان گاہ میں جانے سے پہلے ہم لوگ رکشہ میں بیٹھ کر مولوی جی مدظلہ کی خانقاہ مبارکہ پر حاضر ہو گئے۔ جب ہم لوگ رکشہ سے اتر کر اندر خانقاہ میں داخل ہوئے تو یہ دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور حیرت اور استعجاب سے میرا چہرہ کچھ عجیب تاثر دے رہا تھا۔ وہ اس لئے کہ حضرت صاحب قبلہ بالکل تیار جوتے پہنے ہوئے سر اقدس پر قراقلی جناح کیپ سجائے ہوئے باہر ڈیوڑھی میں کھڑے تھے۔ یوں محسوس ہوا کہ جیسے میرا ہی انتظار فرما رہے ہیں اور ساتھ بڑے پلنگ پر حضرت صاحب کے برادر خورد جنت آشیانی قبلہ سید

اختر حسین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ باچا گل صاحب حسب عادت چوکڑی لگائے تشریف فرما ہیں۔ میں نے اور میرے بیٹے نے بڑھ کر ہدیہ سلام ہر دو حضرات کو پیش کیا۔ اچانک باچا گل صاحب مجھ سے حسب عادت مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے کہ آفاق اچھا کیا جو بروقت آگئے ورنہ ابھی مولوی جی صاحب باہر تشریف لے جارہے تھے۔ حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں دیکھ کر نہایت خوبصورتی سے مسکرائے اور فرمایا کہ آفاق صاحب خیریت!۔ میں نے جھک کر عرض کی کہ حضرت یہ میرا بیٹا ہے اور آج اس کا میٹرک کا امتحان ہے، میں دعا کیلئے حاضر خدمت ہوا ہوں آپ اس کی کامیابی کیلئے دعا فرمائیں۔ حضرت مولوی جی مدظلہ نے وہی کھڑے کھڑے دعا فرمائی اور ہمیں رخصت کیا۔ جب ہم لوگ خانقاہ سے باہر آئے تو رکشہ میں بیٹھ کر میں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت دیکھی۔ وہ مجھ سے کہنے لگا کہ بابا کون سی کرامت؟ میں نے کہا کہ تم رات ہی سے کہہ رہے تھے کہ آپ وہاں مجھے جوتے اتارنے کو کہیں گے اور پھر بیٹھ جائیں گے تو تم نے دیکھ لیا کہ نہ تو تمہیں جوتے اتارنے پڑے اور نہ ہی مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں روکا بلکہ صرف ہمارے لئے دعا فرمائی اور ڈیوڑھی ہی سے رخصت کر دیا اور خود بھی کہیں جانے کیلئے تیار تھے۔ جب کہ مجھے معلوم ہے کہ اس وقت آپ نے کہیں جانا نہیں وہ صرف ہمارے انتظار میں تھے۔ میری اس بات کو میرے بیٹے نے بغور سنا اور مان گیا۔ الحمد للہ کہ اس میٹرک کے امتحان میں قائد ظفر فرسٹ ڈویژن سے کامیاب ہوا۔

برسبیل تذکرہ یہ بات آگئی جبکہ کئی ایک کرامات اور کشف ایسے ہیں جو حضرت صاحب سے خرق عادت کے طور پر ہو جاتے تھے صرف سمجھنے والے ہی سمجھ جاتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ باطن کے ماہر صرف حضور کے خانوادے کے متبرک لوگ ہیں یا اولیاء کرام جنہوں نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل پشاور اور گرد و نواح کے لوگ اکثر اوقات آپ کی صحبت میں بیٹھتا اور آپ سے مذہبی سیاسی اور ادبی سوال کر کے آپ سے استفادہ حاصل کرتے تھے اور اپنے ذہنوں کو جلا بخشتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے بعد قرآن اور میری اہل بیت کا دامن تھامے رکھنا فلاح پا جاؤ گے۔ چنانچہ یہ ثابت ہوا کہ حضرت مولوی جی صاحب نور اللہ مرقدہ خالصتاً حسنی حسینی سید ہیں اسی لئے آپ کی صورت کا حسن، آپ کی سیرت کا حسن، آپ کا لب ولہجہ، اخلاق حسنہ، خوش گفتاری، سخن فہمی، بذلہ سنجی، فطانت، گفتار کی نزاکت، کلام ظرافت، الفاظ کی بلاغت وفصاحت، مزاج میں انکساری ولطافت یہ سب کچھ آپ کی سیادت پر دال ہیں۔

سید ہمہ بود کہ ہویدا شود از او
خلق محمد و کرم مرتضیٰ علی

پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے مشائخ عظام اکثر آپ کے نیاز حاصل کرنے آپ کے در دولت پر حاضر ہوتے تھے۔ وضاحت کیلئے چند اسمائے گرامی ضبط تحریر کر رہا ہوں۔ سرحد اور پشاور کے تو تمام مشائخ آتے ہے گاہے خانقاہ پر حاضر ہوتے تھے جبکہ پنجاب سے دربار عالیہ میرا شریف کے سجادہ نشین جناب صاحبزادہ فخر احمد میروی مدظلہ، مکھڈ شریف سے سید تنویر الحسن گیلانی صاحب مدظلہ، گڑھی شریف سے حضرت سید اعظم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان سے خواجہ حضرت خان محمد صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ سرفراز صاحب تونسوی، ڈیرہ اسماعیل خان سے جناب خالد رضا زکوڑی صاحب، گولڑہ شریف سے بھی صاحبزادہ گان لالہ جی، کراچی سے حضرت شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ، میانوالی سے حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ حفاظ کرام، علماء کرام، مشاہیر اہل قلم، دانشور اور سیاست دان بھی آپ کے نیاز حاصل کرنے حاضر ہوتے تھے۔

آپ اردو زبان نہایت شستہ انداز سے بولتے تھے۔ آپ کی تمام تقاریر اور واعظ اردو زبان ہی میں ہوتے تھے۔ علاقائی زبانوں پر بھی آپ کو پورا عبور حاصل تھا۔ عربی، فارسی بھی بولتے تھے۔ اکثر اوقات ایران اور افغانستان سے سرکاری وفود جب خیر سگالی کے دورے پر پاکستان آتے تو آپ کے در دولت پر حاضر ہونا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ پشاور میں مجھے آپ کے ساتھ سیاسی خیر سگالی دورے پر جانے کا اتفاق ہوا اور وہ دورہ آپ کا افغانستان کے صدر مولانا مجددی صاحب کیلئے مختص کیا گیا تھا۔اس دورے میں سجادہ نشین سید محمد نورالحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا مدظلہ کے علاوہ تقریباً تیس اصحاب نے شمولیت کی۔

وہاں بھی آپ نے اتحاد بین المسلمین پر زور دیا اور ان لوگوں کو محبت اور صلح وآشتی کا پیغام دیا۔آپ اتحاد بین المسلمین کے سچے داعی تھے۔مذہبی تفرقہ بازی سے آپ کو نفرت تھی آپ ہر آنے والے کو اپنے سینے سے لگا لیتے اور نہایت شستہ الفاظ اور تحمل مزاجی سے اپنا مطمع نظر پیش فرماتے۔

اسی بات سے اندازہ لگائیں کہ آپ نے اغلباً ستر عیسوی کی دہائی تھی کہ پشاور شہر میں ایک شیعہ عالم کا انتقال ہوگیا۔جن کا نام نامی اسم گرامی سید صفدر حسین المشہدی تھا۔ان کے جنازہ میں نہ صرف شرکت کی بلکہ نمازِ جنازہ حنفی طریقہ کے مطابق خود پڑھائی۔اہل پشاور بخوبی اس بات سے واقف ہیں۔اہل تشیع اور علماء کرام گاہے گاہے آپ کے نیاز حاصل کرنے اور آپ سے مستفیض ہونے خانقاہ پر حاضری دیتے رہتے۔

سطور بالا میں جو قرآنی آیات اور حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم زینت قرطاس کی گئی ہیں ہم ان کی روشنی میں حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیں تو صاف ظاہر ہے کہ آپ ہر لحاظ سے پرتو رسالت ثابت ہوتے ہیں۔آپ کی زندگی کا ہر پہلو عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں رچا بسا ہوا تھا۔آپ کی سادہ مزاجی، سادہ رہن سہن، سادہ پوشاک اور حقائق پر مبنی گفتگو آپ کے مؤمن ہونے کی زندۂ جاوید حقیقت ہے اور ان تمام صفات کا مظاہرہ آپ کے انتقال کے بعد تمام اہل پشاور نے کیا۔جب آپ کے انتقال کی خبر وحشت اثر ہر طرف پھیلی اور لوگوں کا ہجوم رات ہی سے یکہ توت میں آپ کی خانقاہ میں جمع ہونے لگا۔پھر دوسرے دن جب آپ کا جنازہ بعد از نماز ظہر اٹھایا گیا تو ہزاروں شیدائیوں کا ہجوم بتا رہا تھا کہ آج پشاور شہر کی ایک عظیم شخصیت دنیا سے رخصت ہوگئی۔کوچۂ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ یکہ توت سے لے کر حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ میراں سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس تک تل دھرنے کی جگہ

نہیں تھی۔ذکر الٰہی کا ورد اور قدم قدم جنازہ کا چلنا آپ کی مقبولیت اور اہل پشاور کی آپ سے عقیدت ومحبت کی آئینہ دار تھی۔ماہ رمضان کا پاکیزہ مہینہ تھا اور تمام غمگساران روزہ سے بھی تھے۔ہر لب پر ایک ہی صدا تھی کہ پشاور یتیم ہوگیا ہمرد کامل رخصت ہوگیا۔

سب نے رکھے ہاتھ دل پر میں نے دل کو ہاتھ پر
ان کی محفل سے یکایک اٹھ کے چلنا دیکھئے

بوقت عصر چار بجے وزیر باغ پشاور میں آپ کا تابوت کندھوں سے اتارا گیا۔اس تاریخی باغ میں ہزاروں کے مجمع نے نماز جنازہ کیلئے صفیں درست کیں۔اور آخر کار آپ کے فرزند ارجمند سجادہ نشین سلطان آغا مدظلہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس طرح ایک پرکشش روحانی شخصیت کو تقریباً پانچ بج کر تیس منٹ شام سید حسن بادشاہ میراں سرکار کے احاطہ میں سپرد خاک کردیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

اشک آنکھوں سے رواں تھے دل سبھی کے بے قرار
ہر زباں پر مولوی جی، مولوی جی کی پکار
جب لحد میں آپ کے تابوت کو رکھا گیا!
مرد و زن، پیرو جواں سب رو رہے تھے زار زار
یا الٰہی! مغفرت فرما تو اس انسان کی
عمر بھر کی اس نے خدمت سنت و قرآن کی

میرے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

ونگ کمانڈر (ریٹائرڈ) اقبال

اپنے مرشد کریم صاحبزادہ محمد یحییٰ (کربوغہ شریف) کی فرقت کا زخم جگر پر لئے میں مختلف مذہبی مکتبہ ہائے فکر کے لوگوں سے وقتاً فوقتاً ملتا رہا اور مذہبی کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا، اس امید پر کہ شاید اپنے مرشد کریم رحمۃ اللہ علیہ کے بچھڑنے کا کبھی پرانا نہ ہونے والا غم کسی طریقے سے ختم ہو۔ اس عمل میں پاکستان کی سرزمین سے لے کر جنوبی افریقہ تک کی حدود کو چھوا لیکن وہ غم تھا جو کہ پرانا ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

۱۹۹۰ء کی بات ہے جس میں اس اور اس جیسے بے شمار غموں سے نڈھال سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھے حضور رحمۃ اللہ علیہ کے دربار سے بہت کچھ ملا۔ سروس کے سلسلے میں میرا تبادلہ پشاور ہوا جو کہ میرے چند پسندیدہ شہروں میں سے ایک تھا۔ یہاں آ کر کسی نے ایک ورد کے حوالے سے مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم جناب حضور مولوی جی رحمت اللہ علیہ کا ذکر کیا لیکن جگہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے سے مختلف بتائی۔

میں اللہ کا نام لے کر حضور رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش میں نکلا اور یکہ توت پہنچا۔ یکہ توت پہنچ کر میں نام حضور رحمۃ اللہ علیہ کے لے رہا تھا اور جگہ مختلف بتا رہا تھا۔ جب حضور رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے کے قریب پہنچا تو گلی کے نکڑ پر ایک صاحب سے مذکورہ ورد اور حضور رحمۃ اللہ علیہ دونوں کا حوالہ دے کر حضور رحمۃ اللہ علیہ کی بابت دریافت کرنے لگا۔ اس صاحب نے فرمایا کہ "جس ورد اور جس جگہ کی بات کر رہے ہو ان کا تو مجھے علم نہیں لیکن جن صاحب کی بات کر رہے ہو اس کی خانقاہ اس گلی میں ہے"۔ میں نے مولوی جی سے ملنے کا فیصلہ کیا اور ورد اور جگہ کا حوالہ میرے ذہن سے اتر گیا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس تگ و دو کے دوران میرے مرشد کریم رحمۃ اللہ علیہ کا خیال مجھے برابر آتا رہا اور یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ جب حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کی سیڑھیاں چڑھ کر دروازے

میں کھڑا ہوا تو دائیں جانب قبلے کی سمت ستون سے ٹیک لگائے ایک کمزور سے شخص کو ارادتمندوں کے حلقے میں جلوہ افروز دیکھتے ہی اپنے مرشد کریم صاحبزادہ محمد یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ کے غم کا زخم میرے سینے سے ایسا جاتا رہا جسے کبھی لگا ہی نہ تھا۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کافی شفقت سے ملے، گفتگو ہوئی اور کچھ دیر ان کے ہاں رہ کر میں واپس چلا آیا۔ یہ حضور رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات تھی اور ایک ایسے سلسلے کی کڑی جو دین و دنیا ہر دو حوالوں سے فلاح ہی کی طرف گامزن محسوس ہوتی تھی۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ شاید ہی کوئی ایسا مکتبہ فکر ہو جس کی قد آور شخصیات سے میری بالواسطہ یا بلاواسطہ ملاقات نہ ہوئی ہو یا جن کا لٹریچر میری نظروں سے نہ گزرا ہو۔ ساتھ ہی ساتھ میں روحانیت کی پرخار وادیوں میں بھی کافی سرگردانی کرتا رہا تھا۔ چنانچہ یہ سب عوامل مل کر میرے ذہن میں مختلف شکوک وشبہات کا باعث بنتے رہے تھے۔ لہٰذا میری کوشش ہوتی تھی کہ ہفتہ میں کم از کم جناب حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ملاقات ضرور ہو۔ دیدار کے علاوہ حرص کی حد تک میری یہ خواہش ہوتی تھی کہ ایک ہی بیٹھک میں میرے سارے شکوک وشبہات رفع ہوں۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا ایک طریقہ تھا، آہستہ آہستہ مجھے اپنے سوالوں کے جوابات ملنے لگے۔

حضور رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں خواص وعوام دونوں حاضر رہتے تھے لیکن میری نگاہ کا مرکز صرف حضور رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ہی رہا کرتے تھے۔ حیرانگی کی بات یہ ہے کہ دل ہی دل میں مجھے بھی یہ محسوس ہوتا رہتا تھا کہ ان کی نگاہ مبارک کا مرکز بھی میں ہی ہوں۔ لیکن شاید ہر ملنے والے کے ذہن میں یہ خیال ابھرتا تھا اس لئے کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک سے مساوی پیار، محبت اور شفقت سے ملا کرتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ حلقہ میں بیٹھے ہوئے ان کے سینہ مبارک پر میں نے تصور میں اسم ذات اور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کندہ کئے۔ میں حلقے میں عین سامنے مگر دور بیٹھا ہوا تھا۔ مولوی جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ مسکراتے ہوئے ساتھ بیٹھے ہوئے صاحب سے فرمانے لگے کہ "یہ سامنے بیٹھا ہوا شخص میری چٹکیاں لے رہا ہے۔"

میں حضور رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی مجلسوں میں بھی حاضر ہوتا رہا جن میں قرآن اور احادیث کے درس ہوا

کرتے تھے۔ میں نے ان کو ایک شفیق اور مہربان استاد کے روپ میں دیکھا جو کہ علم کا سمندر ہونے کے باوجود ہمیشہ مجلس میں عاجزی کا پیکر نظر آتے تھے۔ ابتدائی سالوں میں چونکہ میں ذکر کا اہتمام بہت زیادہ اور تندہی سے کیا کرتا تھا اس لئے حضور رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں میری حاضری بھی متواتر اور اکثر ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ اسی نسبت سے وہ توجہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ تصوف کے رموز جاننے والے توجہ دینے کے عمل کو جانتے ہیں۔ مجھے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی بھی سامنے بٹھا کر ایک مخصوص طریقے سے توجہ نہ دی لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس کے باوجود بھی ان کی توجہ کا اثر گھنٹوں بلکہ بعض دفعہ دن بھر جاری رہتا تھا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ توجہ کا اتنا طویل اثر صرف اخص الخواص ہی کے لئے پھرتے ہیں اور بے شک مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سلطان الفقراء کہلائے جا سکتے ہیں۔

جب میرے ذکر میں کمی آنے لگی اور دنیاداری غالب ہونے لگی تو مولوی جی کی مجلس میں میری حاضری بھی کم ہونے لگی۔ ایسے میں مجھ پر ایک کیفیت طاری رہنے لگی کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں بیٹھنا گویا گستاخی کے مترادف ہے اس لئے کئی کئی مہینے غائب رہتا تھا۔ اپنے گناہوں کی زیادتی کی سوچ مجھ پر غالب رہتی تھی اور یہ سوچ کر کہ

جا کے بیٹھا نہ کرائے بت تو مسلمانوں میں

میرے قدم اٹھنے کے باوجود رک جاتے تھے۔ اس کے باوجود جب بھی حضور رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش ہوا تو ان کے ملنے کے عمل میں میں نے اشتیاق کبھی کم نہ پایا۔ ہاں ایک دفعہ انہیں میرے بیٹے نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "آپ کا والد تو مغرور ہو گیا ہے"۔ میں جب بھی حاضر ہوتا تو حضور رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ چاہنے کیلئے با آواز بلند کہتا کہ "حضور آپ کا غلام حاضر ہے"۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ جواب میں فرماتے "نہیں، میرا دوست" میری خواہش ہوتی تھی کہ وہ مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمائیں۔ لیکن یہ خواہش کافی عرصے تک پوری نہ ہوئی البتہ ان کی حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں وہ یہ الفاظ کہنا چھوڑ کر میری حاضری پر سکوت فرمایا کرتے تھے۔ دل ہی دل میں ایک خوشی سی محسوس ہوتی تھی کہ شاید حضور رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اپنی غلامی میں قبول فرما لیا ہے۔ ہر ملاقات ایک نئے پیغام کا ذریعہ ثابت ہوتی

رہی اور مجھے میرے جملہ سوالوں کے جوابات ملنے لگے۔

ان کی مجلس میں دنیادار اور دین دار برابر حاضر ہوا کرتے تھے اور کبھی کبھی مجلس میں جگہ کی تنگی محسوس کرتے ہوئے میں ان کے پہلو مبارک سے ذرا سرک کر دوسروں کیلئے جگہ بنا لیا کرتا تھا۔ ایسے میں حضور رحمۃ اللہ علیہ مسکرا کر منع فرماتے تھے اور دنیاداروں کی طرف اشارہ کر کے سرگوشی میں فرماتے تھے کہ "ان (دنیاداروں) کیلئے نہ اٹھا کرو، یہ دنیا کیلئے آتے ہیں"۔ اس ہدایت سے میری ایک بہت بڑی مشکل انہوں نے آسان فرمائی وہ یہ کہ کبھی کبھار ریٹائرڈ گورنرز اور وزراء تک کے عہدوں کے لوگ ان کی زیارت کیلئے آیا کرتے تھے اور میں پروٹوکول کے تقاضوں سے مجبور ہو جاتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ مولوی جی کے ہوتے ہوئے میں نے شاید ہی کسی کی طرف بہ نظر غائر دیکھا ہو۔ یہاں تک کہ بعض اوقات میں ان کے صاحبزادگان کو بھی نظر انداز کر جاتا تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کی مجلس میں مجھے ان کے سوا کوئی اور نظر ہی نہ آتا تھا۔

میں نے حضور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی ہر مشکل سامنے رکھی اور انہوں نے ہر موقع پر میری رہنمائی فرمائی۔ ہاتھ اٹھائے بغیر میرے لئے دعا فرمائی۔ مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ میری سفارش کر رہے ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ میرے بعض غدود میں کئی سالوں سے متواتر درد کے ساتھ ساتھ سوجن بھی تھی۔ ایک موقع پر ڈاکٹروں نے بایوپسی کرنے کی تجویز دی۔ میں نے حضور رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ لیا تو فرمانے لگے کہ "نہیں، ابھی نہیں" بعد میں مزید تحقیقات سے پتہ چلا کہ دراصل میرا مسئلہ غدود کا نہیں، جیسا کہ ڈاکٹروں کا خیال تھا۔

حضور رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایسے بے شمار مناظر دیکھنے کو ملے کہ غم سے نڈھال اور پریشان حال لوگ اپنے دامن خوشیوں سے بھر کر واپس جاتے۔ جب بھی ان کی مجلس سے اٹھنے کا میں نے ارادہ کیا اور ان کے احترام کی وجہ سے میں اٹھ نہ سکا تو حضور رحمۃ اللہ علیہ بڑی شفقت سے از خود فرماتے کہ "اب تم جاتے ہو؟" اور یوں میری مشکل آسان ہو جاتی۔

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے ہمیشہ ایک ایسا انسان پایا جو بلا تمیز مذہب وملت سب پر برابر

شفیق اور مہربان تھے۔ یہ شان خداوندی ہے اور صرف اخص الخواص کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ مجھے اپنے بارے میں ان کی دی ہوئی ایک دعا اچھی طرح یاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ تجھے اپنا وصال نصیب کرے"۔ تصوف کی کتابوں میں میں نے یہ لفظ کئی بار پڑھا لیکن اس کا مفہوم صرف اس وقت سمجھ میں آیا جب حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے ادا ہوا۔ میں حضور رحمۃ اللہ علیہ سے اردو میں گفتگو کیا کرتا تھا اور ان کی زبان مبارک سے بڑی شستہ اردو سن کر ملاقات کا رنگ ہی اور ہو جاتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ اپنے والد مرحوم کے بعد اگر میں کسی سے محبت کرتا تھا تو وہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انہوں نے مجھے برابر کی محبت دی۔ میں اکثر و بیشتر کہا کرتا ہوں کہ مجھے اس دنیا میں چند ہی انسانوں نے سمجھا جن میں میرا والد محترم مرحوم و مغفور اور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جناب سلطان آغا نے روشنی والے گیسوں کی ایک دکان سجائی ہوئی ہے اور میں نے ایک گیس اٹھالی۔ بغیر اجازت اٹھانے کے عمل سے مجھے ایک قسم کی ندامت ہونے لگی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ خیال آیا کہ کیا ہوا کہ اگر ایک گیس اٹھالی۔ سلطان آغا کی تو پوری دکان بھری پڑی ہے۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے جب میں نے اس خواب کا ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ "سلسلہ قادریہ سے ان شاء اللہ تمہیں فیض ملے گا۔"

میں نے ایک دفعہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پشتو زبان کے نامور صوفی شاعر حضرت عبدالرحمٰن بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل کلام پڑھا

سر ځما سامان ځما زار شه تر جانان ځما
زار شه تر جانان ځما سر ځما سامان ځما
زیان ځما نقصان ځما واره د یار هجر دے
واره د یار هجر دے زیان ځما نقصان ځما
مشک ځما زعفران ځما ستا د کوحے خوارے دی
ستا د کوحے خوارے دی مشک ځما زعفران ځما

کل ځما ریحان ځما ستا رخسار او زلفے دی
ستا رخسار او زلفے دی کل ځما ریحان ځما
فکر ځما توان ځما ستا په غم کښے نه رسی
ستا په غم کښے نه رسی فکر ځما توان ځما
آه ځما فغان ځما هیڅ په تا اثر نه کړه
هیڅ په تا اثر نه کړه آه ځما فغان ځما
زړه ځما چشمان ځما بے تا هیڅ حال نه لری
بے تا هیڅ حال نه لری زړه ځما چشمان ځما
دا پیران شیخان ځما ستا په غم کښے نه رسی
ستا په غم کښے نه رسی دا پیران شیخان ځما
باغ ځما بوستان ځما بے تا میوه نه نیسی
بے تا میوه نه نیسی باغ ځما بوستان ځما
وصل هم هجران ځما اے رحمانه خیر دے
اے رحمانه خیر دے وصل هم هجران ځما

کلام سن کر حضور رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ پھر تو جب بھی مجھے ان کی یاد ستاتی میں یہ کلام پڑھ کر قرار حاصل کرتا۔

وہ نہ شیعہ، نہ دیوبندی، نہ بریلوی، نہ اہل حدیث تھے اور نہ ہی غیر مقلد بلکہ اس دین امین کے پاسدار اور علم بردار جوان کے نانا اور ہادیٔ برحق رسول خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری پیغام کی صورت میں لائے تھے۔

علالت سے پہلے آخری ملاقات میرے لئے ایک غنیمت سے کم نہیں۔ کافی بڑی مجلس میں ایک صاحب گلاب کے پھولوں کا ہار لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور پھولوں کا ہار

اپنی داہنی ران مبارک پر رکھا۔ کافی دیر گفتگو ہوتی رہی۔ جب حضور رحمۃ اللہ علیہ مجلس سے روانہ ہونے لگے تو پھولوں کا ہار تحفتاً مجھے عنایت فرمایا۔ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے چلے جانے کے بعد ایک حاضر مجلس کہنے لگے کہ "نصیب کی بات ہے پھول تمہاری ہی قسمت میں لکھے ہوئے تھے"۔ یہ گویا حضور رحمۃ اللہ علیہ کا ناچیز کیلئے آخری تحفہ تھا۔

علالت کے دوران میں اپنے بیٹوں کے ہمراہ دو دفعہ حاضر ہوا۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اور میرے ایک بیٹے کو ان کی قدم بوسی اور پیر مبارک آنکھوں سے لگانے کی توفیق دی۔ یہ میری ان سے آخری ملاقات تھی۔ میں سوچا کرتا تھا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے اعمال لکھنے والے فرشتے تو بس خوبیاں ہی خوبیاں لکھ رہے ہیں اور قبر میں منکر نکیر حضور رحمۃ اللہ علیہ سے کیا سوال و جواب کریں گے۔ ہاں وہ منکر نکیر بھی خوش نصیب ہیں جو قبر میں حضور رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیوں کے پاس آئیں۔

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی شدید علالت کے بعد مجھ پر یہ خیال ہمیشہ حاوی رہتا تھا کہ اگر آپ کا وصال میری زندگی میں ہوا تو مجھ پر کیا بیتے گی اس کا ذکر میں نے حضور رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سلطان آغا سے کیا بھی تھا۔ مجھ پر یہ سوچ بھی غالب رہتی تھی کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کرنے والا مجھ جیسا گناہگار اللہ کے دربار میں ان کیلئے کس نسبت سے دعا کر سکتا ہے۔ گویا مجھ پر ایک قسم کی شرمندگی حاوی ہو جاتی تھی۔ مجھے یہ خیال بھی رہتا تھا کہ پشاور میں ہوتے ہوئے حضور رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا ایک ضروری امر رہے گا۔ اپنی یہ مروت اور شرمندگی میں کیسے نبھاؤں گا؟

اللہ کا کرنا کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت میں پشاور میں ہی نہیں تھا اور بہ امر مجبوری اسلام آباد گیا ہوا تھا۔ اسلام آباد میں مجھے ان کے وصال کی خبر پہنچی لیکن اللہ تعالیٰ نے جو حی و قیوم ہے، بڑی ثابت قدمی نصیب فرمائی۔ مجھے بے شک یہ افسوس ساری زندگی رہے گا کہ ان کی علالت سے پہلے انتہائی خواہش کے باوجود بھی میں ملاقات کیلئے حاضر نہ ہو سکا۔

اسلام آباد سے واپسی پر میں سیدھا ان کی قبر مبارکہ پر حاضر ہوا۔ ان کی قبر مبارکہ مختلف پھولوں سے خصوصاً گلاب کے ہاروں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ جی میں آیا حضور رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک سے گلاب

کے کئی ہار اٹھا کر اپنے گلے میں ڈال لوں لیکن دنیا والوں کا لحاظ کرتے ہوئے میں ایسا نہ کر سکا۔ یہ ہار مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف میرا قرض رہے اور حضور رحمۃ اللہ علیہ کسی کا قرض چکانے میں دیر نہیں فرماتے۔ اس لئے مجھے پکارنے دیجئے کہ "حضور! میرے حصے کے گلاب میرے حوالے کر دیجئے"۔ زندگی کے بقایا دن انہی گلاب کے پھولوں کی امید پر جناب سلطان آغہ سجادہ نشین مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ان کے دوسرے صاحبزادگان اور برادران سلسلہ کی راہنمائی میں ان شاء اللہ مزے سے گزریں گے۔

میرا ایمان ہے کہ موت زندگی ہی کی ایک شکل ہے۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں پردہ پوشی کرتی ہیں، فنا نہیں ہوتیں۔ بقول ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبحِ دوام زندگی

ایک اور جگہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں او کدی نئیں مردے
کامل مرداں دے در آکے تک لے ڈیوے بلدے
ولی اللہ دے مردے ناہیں کردے پردہ پوشی
کی ہویا جے دنیا اتوں لو گئے نام خاموشی

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ پردہ پوشی فرما چکے ہیں۔ ان کی قبر میرے لئے ان کی خانقاہ مبارکہ سے کم نہیں۔ اگر اللہ نے توفیق دی تو ان کی خانقاہ مبارکہ میں ہونی والی اسرار و رموز کی گفتگو اب ان کی قبر مبارک پر ہوا کرے گی۔ مجھے یقین ہے کہ جیسا انہوں نے دنیا میں ہم گناہگاروں کی رہنمائی فرمائی اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہم معتقدین ان کا دامن مبارک ہاتھ میں تھام کر درخواست کریں گے اور مولوی جی رحمت اللہ علیہ جیسا کہ دنیا میں انہوں نے کسی کو نہیں ٹھکرایا، آخرت میں بھی ہمیں سینے سے لگا کر اللہ کے حضور شفاعت فرمائیں گے ---ان شاء اللہ!

شب وصال کو روشن سحر سے لکھوں گا

محمد افضل چشتی

شب وصال کو روشن سحر سے لکھوں گا
ولی کا ذکر میں خونِ جگر سے لکھوں گا

ملال چہرے پہ دیکھا، نہ شکوہ ہونٹوں پر
میں تیری صفت یہی دیدہ تر سے لکھوں گا

نبی کے پیاروں کے پیاروں کا تو ثناء گر تھا
میں غوثیت تیری غوثِ امر سے لکھوں گا

شفاء ملی ہے تیرے در پہ جو مریض آیا
میں فیضیاب ہوا تیرے در سے، لکھوں گا

نہ جانے کتنی کتابوں کا تو مصنف ہے
میں تجھ کو عالمِ دیں اس ہنر سے لکھوں گا

پڑھا گیا مجھے قرآن جس قرینے سے
تشہیر اس کی میں اپنے ہی گھر سے لکھوں گا

جہانِ فانی سے رخصت ہوا ہی کرتے ہیں
سدا حیات تجھے اس سفر سے لکھوں گا

خوشا نصیب کہ افضلؔ نے تیری صحبت میں
جو علم پایا ہے اس کے اثر سے لکھوں گا

دہر میں اک چراغ تھا نہ رہا

اقبال ریاض

پیر طریقت حضرت سید محمد امیر شاہ (مولوی جی) قادری گیلانی بھی رخصت ہو گئے۔گزشتہ چند ماہ میں وہ مختلف عوارض میں مبتلا کئی بار ہسپتال میں داخل ہوئے اور پھر اپنے آستانہ میں بھی زیر علاج رہے اس امید وبیم میں توقع تھی کہ شاید ہزاروں دعاؤں کے طفیل قدرت انہیں کچھ عرصہ اور زندہ رہنے کی مہلت عطا کر دے گی لیکن رب کائنات کی مرضی ہر چیز پر حاوی ہے۔

موت کا ایک دن معین وہ بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اس دنیا فانی سے تو آپ رخصت ہو گئے لیکن لوگوں کے دلوں سے رخصت نہیں ہوئے اور ہمیشہ زندہ ہی رہیں گے بقول شاعر

جہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدی نئیں مردے
کامل مرداں دے در آکے تک لے ڈیوے بجے بلدے

جمعرات کو انہیں شام کے وقت وزیر باغ کے قریب واقع حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔جنازہ میں ہر طبقہ اور ہر شعبہ زندگی کے لوگوں نے شرکت کی۔الحاج سید محمد امیر شاہ قادری (مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ) پیکر جمال وجلال، بذلہ سنج اور بڑی ادب نواز شخصیت ہونے کے علاوہ حیران کن حد تک بالغ نظر بھی تھے۔

لیکن اتنی بلندی اتنی قدرومنزلت کے باوجود ان کی شخصیت میں عجز وانکساری کی روایتی سادگی اور وضع داری کا پیارا امتزاج موجود تھا۔

دین حق سے انہیں پیار تھا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں والہانہ محبت تھی۔انہوں نے تین بار حج اور تین عمرے کئے۔ایک بار وہ حج کے موقع پر دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے پشاور کے ممتاز سماجی کارکن عبدالروف سیمابؔ کے مطابق مولوی جی انہیں رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے

روبرو کھڑے نظر آئے ،ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔دعا مانگتے ہوئے ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

تیری معراج کہ تو عرش بریں تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب حضرت ابو البرکات سید حسن بادشاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جا ملتا ہے۔آپ کے آستانہ پر ہر روز آپ کی دعاؤں کے طالب بندوں کا ایک ہجوم نظر آتا تھا۔

اگرچہ آپ کی نظر انتہائی کمزور تھی لیکن یادداشت حیران کن حد تک اچھی تھی۔نام بتانے یا بات کرنے پر فوراً پہچان لیتے اور حال احوال یوں پوچھتے جیسے برسوں سے جانتے ہوں۔ان کے عقیدت مندوں میں عام لوگ ہی شامل نہیں تھے بلکہ کئی بڑے افسر،علماء اور کئی دیگر شخصیتیں بھی آپ کے حلقہ میں شامل تھیں۔ان کی دعاؤں اور پندونصائح سے بہت سوں کو زندگی سنوارنے کا موقع ملا اور کئی ایک بگڑے بن گئے۔قرآن مجید کا درس آپ کا روزمرہ کا معمول تھا جس سے سینکڑوں بندگان خدا کو مستفید ہونے کا موقع ملا۔شاعر نے ٹھیک ہی تو کہا تھا۔

تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات ہر شعبہ زندگی میں اتنی نمایاں ہیں کہ میرے جیسے عاجز انسان کیلئے یہ مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔آپ کا گھرانا علم وعرفان کے سرچشمے کی حیثیت رکھتا ہے۔قیام پاکستان سے قبل مجلس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر اہتمام جس کی بنیاد مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی حافظ سید محمد زمان شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی ۱۶ برس تک عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے جلوس نکلتے رہے۔جبکہ بعد ازاں یہ جلوس ''ادارہ تبلیغ الاسلام'' کے زیر اہتمام شروع ہوئے جنہیں مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا تعاون اور آشیرباد حاصل رہی۔

۱۹۳۶ء میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سرحد میں پہلی بار تشریف آوری اسی گھرانے کے سربراہ آغا سید حافظ محمد زمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخلصانہ مساعی اور کوششوں کی مرہون منت ہے جس میں سر سید سرحد صاحبزادہ عبدالقیوم خان کا تعاون حاصل رہا۔ مولوی جی سید محمد امیر شاہ قادری کا گھرانہ تحریک پاکستان کا بھی مرکز رہا ہے۔ جبکہ پشاور میں خواتین کا بڑا جلوس اسی آستانے سے برآمد ہوا۔ تحریک کے دوران صدائے پاکستان ریڈیو (خفیہ ریڈیو) بھی اسی آستانے سے خبریں نشر کرتا رہا۔ جبکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ نشریات کی ابتداء مولوی جی نے کی تھیں اور تلاش بسیار کے باوجود اس ریڈیو کا کھوج نہیں لگایا جا سکا تھا۔

مولوی جی اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے آپ کے آستانے پر ہر فرقے اور طبقے کے افراد آتے جو دعا کے طالب ہوتے تھے آپ گندھارا ہندکو بورڈ کے سرپرست ہونے کے علاوہ سرحد میں سادات کی تنظیم جمعیت سادات سرحد کے بھی سربراہ اور سرپرست تھے جبکہ سادات عظام کے ہر خاندان اور بزرگ کا آپ کو بھرپور اعتماد حاصل رہا۔ آپ نے کئی ایک گھرانوں میں رنجشیں بھی ختم کرائیں۔

سید محمد امیر شاہ مولوی جی کو جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل اور تنظیم میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ وہ اگرچہ جمعیت کی صوبائی تنظیم کے سربراہ تھے۔ لیکن حضرت شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی عموماً آپ سے مشاورت کرتے رہتے تھے۔ ایک موقع پر ایسا بھی ہوا کہ مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی میں اختلافات پیدا ہو گئے اور جمعیت دو حصوں میں بٹ گئی، آخر معاملہ مولوی جی کے روبرو پیش ہوا تو ان کی صلح جوئی صلاحیت اور تدبر کام آیا اور ملت کے یہ دونوں رہنما باہم گلے مل گئے اور جمعیت علماء پاکستان پھر متحد ہو گئی۔ دین و وطن اور معاشرے کی خدمت کے ساتھ انہیں پشاور سے بھی بڑی محبت تھی اور شہر کا ذکر آتے ہی تاریخ کی کئی داستانیں اور واقعات ان کی زبان پر آجاتے تھے۔

آپ کی صحافتی خدمات بھی بڑی قابل قدر رہی ہیں۔ پشاور سے پہلا دینی جریدہ ''الحسن'' آپ

ہی نے شائع کرنا شروع کیا جو پہلے ماہنامہ کی صورت میں ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا اور پھر کچھ تعطل کے بعد ۱۹۷۲ء سے پندرہ روزہ کی صورت میں شائع ہورہا ہے۔اگرچہ سرزمین کے ہر حصے میں اللہ والے اور دین ومذہب کے متوالے موجود ہیں۔

مگر اس سے قبل کسی نے بھی اسلام کے پاسبانوں،بزرگوں،اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندوں کی خدمات اور ان کے کارناموں کو اس طرح اجاگر نہیں کیا اور نہ ہی ان کی سادہ اور غریب داستاں کی اس طرح نقاب کشائی کی ہے جس کا فخر مولوی جی کو حاصل ہوا ہے۔

آپ کے کتب خانہ میں تقریباً چھ ہزار کتابیں موجود ہیں جن میں پیغمبر اسلام اور مقام نبوت کے علاوہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ ،امام اعظم ابوحنیفہ،خلفائے راشدہ،علماء ومشائخ،حفاظ عظام، تجلیات غوثیہ،کرامات اولیاء اور دیگر دینی ادبی تاریخی وغیرہ کتابیں شامل ہیں۔جن میں قرآن پاک کے نادر نسخوں کے علاوہ ڈیڑھ سو کے قریب قلمی کتابیں ہیں جن میں فارسی ترجمے کے قرآن پاک بھی شامل ہیں۔

مولوی جی ایک مصنف،ایک فقیہہ اور ایک بڑے عالم ہونے کے علاوہ خطیب،مبلغ،مقرر اور ایک صاحب کردار انسان تھے۔وہ مجھ عاجز کے رہبر بھی تھے اور محسن بھی ان کی قومی،ملی،ملکی ادبی اور اصلاحی خدمات اتنی نمایاں ہیں کہ ان جیسی روحانی اور عظیم شخصیت کبھی کبھار ہی پیدا ہوتی ہے نامور ڈرامہ نگار اور ادیب باسط سلیم کے مطابق

چراغ راہ حقیقت، امیر شہ بگذشت
امیر شہر طریقت، امیر شہ بگذشت
امین دولت دیں محمد عربی
غواص قلزم حکمت، امیر شہ بگذشت

خلق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکر

سیدی مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

علاءالدین عدیم

سنیئر صحافی روزنامہ ''مشرق،، پشاور

ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ کا دوسرا عشرہ شروع ہوتے ہی قبلہ عالم سیدنا، استاذنا، مرشدنا حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی المعروف مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے کیلئے رخت سفر باندھ لیا۔ جب تک وہ ہم میں موجود تھے ان کا سایہ شفقت تو یقیناً ہم سب پر تھا ہی روحانی اعتبار سے ان کے مرتبہ و مقام کو بہت کم ہی لوگ جان پائے۔

مقام غوثیت وقطبیت پر فائز ہونے کے ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے پیکر تھے کہ ان کے دروازے کبھی کسی کیلئے بند نہ ہوئے۔ ہر کہ ومہ، خواص وعوام، ادنیٰ واعلیٰ کیلئے ان کے فیض صحبت، شفقت ومودت سے سیراب اور بہرہ ور ہونا کچھ مشکل نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر اپنے نانا پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے احیاء اور سیدنا محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مشن کو جاری رکھنے کا کام کیا۔

جامع شریعت وطریقت تھے اس لئے ہر دو لحاظ سے کامل واکمل شخصیت کے مالک تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں بینائی حد درجہ کم ہو چکی تھی مگر درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور تحریر وتقریر کا سلسلہ اس انداز سے مسلسل جاری رکھا کہ اس میں کوئی فرق نہ آنے پایا اور لوگوں کو حیرت ہوتی تھی کہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کس طرح یہ سب کچھ کر پاتے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیفات وتالیفات کے سلسلہ میں صحت کتابت اور اپنے اعلیٰ ونفیس ذوق کی

بدولت ان کی عمدہ طباعت اور جلد بندی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں اپنی کچھ تصنیفات میں سے مسودات اور کتابت شدہ مواد کی پروف ریڈنگ کا شرف بھی مجھ عاجز کو عطا فرمایا۔

۱۹۷۶ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زبردست و بے مثل کتاب ''انوار غوثیہ شرح شمائل نبویہ'' کا پہلا ایڈیشن چھپ کر آیا تو نہ صرف اپنے دست مبارک سے مجھے عطا فرمایا بلکہ عرض حال کے عنوان سے اس پر جو پیش لفظ رقم فرمایا تھا اس کے چوتھے پیراگراف میں کمال شفقت اور مہربانی کرتے ہوئے تحریر فرمایا

''جناب علاؤالدین عدیم صاحب ایم اے نے نہایت ہی محنت اور کاوش سے تصحیح کی خدمت سرانجام دی فجزاہ اللہ احسن الجزاء''

بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر ان کے یہ الفاظ قبول ہو جائیں تو شاید یہی میری نجات اخروی کیلئے کافی ہوں گے۔ اللہ جل جلالہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پاک کو اعلیٰ علیین میں رفع درجات عطاء فرمائے۔ یہ احقر جب کبھی بھی قدم بوسی کیلئے خدمت میں حاضر ہوا، قطعی بے حیثیت، بے علم اور عمر میں بدرجہا کمتر ہونے کے باوجود اس عاجز پر بھی دست شفقت و رحمت دراز فرمانے سے گریز نہ کیا۔ اور جب سے میں نے طریقت کے دائرہ میں داخل ہو کر سلسلہ قادریہ جلویہ میں حضرت قبلہ ام پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری جلوی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست مبارکہ پر بیعت کر لی تو اس وقت سے میرے حضرت صاحب سے تعلق کی بناء پر مجھ عاجز پر خاص توجہ اور شفقت فرمانے لگے تھے۔

جہاں تک مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانہ سے وابستگی کا سوال ہے یہ تعلق والد مرحوم حاجی فضل محمود اور برادر بزرگ حافظ نور محمد کے وقت سے تھا جو کہ حضرت عالی مقام قبلہ مکرم جناب آغا حافظ سید محمد زمان شاہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز (والد ماجد حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں اور بعد میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور یہاں ہونے والی تقریبات میں شمولیت کیلئے حاضر ہوتے رہا کرتے تھے۔ وہ میری ابتدائی تعلیم سکول کے زمانہ کا دور تھا۔

میٹرک تک پہنچتے پہنچتے لکھنے لکھانے کا شوق ہو چلا تھا۔شروع شروع میں جوش کے تخلص کے ساتھ شعر و شاعری اور افسانہ نگاری کی طرف رجحان رہا۔مگر گریجوایشن کے بعد جب روزنامہ "شہباز" میں ملازمت اختیار کی تو ان دنوں میرا ایک قطعہ اور دو مضمون اس اخبار میں شائع ہوئے جو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ میرا تعلق کا نقطہ آغاز ثابت ہوئے۔وہ قطعہ اب پورا یاد نہیں صرف دو مصرعے یاد رہ گئے جو کچھ اس طرح تھے

نگاہوں میں حیا باقی نہیں ہے
خداوندا وفا باقی نہیں ہے

اور ان دو مضامین میں سے ایک حضرت پیر بابا سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اور دوسرا پشاور کے علاقہ بھانہ ماڑی میں ایک جید مقامی عالم دین کے نجی کتب خانہ سے متعلق تھا۔میں ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو میرے قطعہ پر دل کھول کر داد دی اور اپنی زبان مبارک سے دہرا دہرا کر میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔بعد میں ان دونوں مضامین پر بھی بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور شاباش دی۔

اس کے بعد سے میرا ایک ذہنی اور قلبی تعلق آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ قائم ہو گیا اور گاہے بگاہے حاضری کا شرف حاصل ہوتا تھا۔یہاں تک کہ ایک مرتبہ میں کسی ٹریننگ کے سلسلہ میں لاہور گیا تو وہاں مختصر قیام کے دوران میں نے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط ارسال کیا تھا جس میں بتایا کہ میں سرکار عالی حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر سلام کیلئے حاضر ہوا ہوں تو واپسی پر حاضر ہوا تو مجھے گلے سے لگا لیا اور بہت محبت و شفقت کا اظہار فرمایا۔

اس دور میں میرا تعلق بزرگان کرام کے ساتھ تو صرف عقیدت و احترام ہی کا تھا کبھی کسی ہستی کے ساتھ باضابطہ رسمی تعلق اور وابستگی کا خیال نہ آیا مگر یہ جناب مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا فیضانِ صحبت ہی تھا کہ جنوری ۱۹۸۰ء میں مجھے سلسلہ قادریہ جلویہ قطبیہ میں بیعت ہونے کا شرف بھی حاصل ہو گیا۔

جناب سیدی مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا میرے مرشد گرامی پروفیسر ڈاکٹر محمد عطاء اللہ جلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خصوصی قلبی و روحانی تعلق تھا۔میں جب بھی سلام کیلئے حاضر ہوتا تو خاص طور پر مجھ سے ان کا

حال دریافت فرماتے۔قبلہ ام نے جب اپنی رہائش گاہ واقع لیبارٹری روڈ پشاور یونیورسٹی میں بڑی گیارہویں شریف کی تقریب منعقد کی تو مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو ایک مریدین کے ساتھ خاص طور پر اس میں شرکت فرمائی۔ان دنوں مرحوم کی صحت اچھی تھی اور بینائی کی کمزوری کا بھی کوئی مسئلہ نہ تھا۔

مولوی جی صاحب ۱۱ ربیع الثانی کو جو تقریب ہر سال اپنے یہاں منعقد فرماتے کرتے تھے تو قبلہ ڈاکٹر صاحب اگر پشاور میں ہوتے تو اس میں ضرور شرکت فرماتے۔

ان ہر دو ہستیوں کی جب کبھی باہم نجی ملاقات ہوتی تو بظاہر دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا گویا عام گفتگو فرما رہے ہیں مگر دراصل یہ بات چیت اور کلام رمز و کنایہ میں ہوتی جسے آپ دونوں خود ہی سمجھ سکتے تھے۔

ایسے موقعوں پر مجھے کئی مرتبہ خیال ہوا کہ کاش میرے پاس ٹیپ ریکارڈ ہوتا اور میں گفتگو کو ریکارڈ کرسکتا۔میں جب کبھی پشاور یا اسلام آباد میں قبلہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بطور خاص دریافت فرماتے۔

عجب امر یہ ہے کہ ان ہر دو بزرگ ہستیوں رحمہم اللہ تعالیٰ کا انتقال اور وصال بھی رمضان کے مبارک مہینہ میں ہی ہوا۔میں رمضان کی دو تاریخ کو روضہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قبلہ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے سلام خدمت اقدس میں پیش کر رہا تھا تو ادھر اسلام آباد میں اللہ جل جلالہ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔

اس کے بعد جب میں قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو یاد فرمایا تو میں نے عرض کیا تھا۔حضور ان کے چلے جانے سے ہم یتیم ہو گئے۔آپ رحمت اللہ علیہ نے سرد آہ بھر کر بہت غم کا اظہار فرمایا تھا۔آج سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کس سے کہوں ہم تو یتیم در یتیم ہو گئے!!

قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

حیدر جاوید سید

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا

"وہ کہاں ہے جس کی دید کو ترستے ہیں

من اس پار پریت لگاتا کیوں ہے

پیار کی دھونی جیسے اس پار دیپ جلتا ہو"

قبلہ مولوی جی صاحب حضرت سید امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے چند مختصر ملاقاتوں کی یاد تازہ ہوتے ہی شاہ لطیف کا یہ شعر ذہن ودل کے کواڑوں کا دستک دینے لگا۔ شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ نے ہی تو کہا تھا۔

"کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دکھ عجیب رس دیتا ہے

اس رس میں ڈھارس ہے لیکن

تن کے سنگھار پر تیرا بس ہے نہ میرا"

قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ دنیا سرائے سے رخصت ہوئے، دنیا سرائے سے، وہ ہمیشہ رہنے کے لائق تھی نہ ہے۔ طلب دنیا تو اندھے کرتے ہیں، عقل کے اندھے، وہ جن کا من نور علم سے منور ہوتا ہے وہ طلب دنیا کا روگ نہیں پالتے۔ شاہ لطیف کے بقول

"پریت انہیں گھائل بھی کردے تو وہ اپنے حال پر شاکر رہتے ہیں منزل کتنی بھی دور ہو وہ ستانے کا شوق پالنے کی بجائے قدم قدم چلتے رہتے ہیں، وہی ہمیشہ مسرور دکھائی دیتے ہیں"

سید مکرم بھی ایسے ہی چند لوگوں میں سے ایک تھے۔ نور علم سے منور من والے اجلے اجلے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ، ہمارے عہد میں ایسے لوگ نایاب ہوتے جا رہے ہیں۔

میں کوئی تعزیتی کالم ہرگز نہیں لکھنا چاہتا۔ بھلا آدمی خود سے تعزیت کرنے کے ہنر سے کب واقف ہوا ہے۔ ان سموں تو مجھے پہلی یادآوری کی یاد ستا رہی ہے۔

یہ سال ۱۹۹۶ء کا ذکر ہے۔محب مکرم سید محمد انور شاہ قادری نے قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی یادآوری سے آگاہ کرتے ہوئے دریافت کیا تھا آپ کب چل رہے ہیں۔عرض کیا جب قبلہ کو سہولت ہو میں قدم بوسی کیلئے حاضر ہو جاؤں گا۔

ایک دو دنوں بعد قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔کمال محبت سے اپنی پاس بٹھاتے ہوئے فرمانے لگے، یہ سیاسی کالم لکھتے لکھتے اچانک صوفیائے کرام کے اقوال کی روشنی میں کالم لکھنے کی کیا سوجھی؟ عرض کیا،قبلہ آپ ہی کے جد امجد باب العلم سید ابوالحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ نے فرمایا تھا ''علم کا حق یہ ہے کہ جو حاصل کرو لوگوں تک پہنچانے میں بخیلی نہ کرو''۔

جواب سن کر آپ کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی، لگ بھگ نصف گھنٹے کی اس ملاقات میں آپ نے مطالعہ ترک نہ کرنے اور صوفیائے کرام کے اقوال کی روشنی میں لکھے جانے والے ہفتہ وار کالم کا سلسلہ جاری رکھنے کی تلقین کی، پچھلے سات آٹھ سالوں سے دوران کوشش یہی رہی کہ ان سے وعدہ کا پاس رہے۔

۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۱ء کے دوران اپنے قیام پشاور کے برسوں میں متعدد مرتبہ یاد کئے جانے پر قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ان ملاقاتوں میں انہوں نے ہمیشہ کوئی نہ کوئی کتاب ضرور عنایت کی۔قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ خطیب، عالم باعمل،صوفی منش انسان اور ہر حال میں شکر کرنے والے تھے۔ گیلانی سادات کے اس آفتاب سے فیض پانے والے بے حساب ہیں،ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور انسان دوست تھے۔قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سرائے سے رخصت ہوئے،دنیا سے بھلا مستقل رہنے کی کوئی جگہ ہے۔شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

''جن کے من میں وہ بستا ہو وہ دنیا میں بسنے پر اس سے ملاقات کو ترجیح دیتے ہیں''

قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت سے کلی طور پر آگاہ تھے کہ موت سانسوں کی ڈور اس وقت تک نہیں کٹتی جب تک خالق اپنے بندہ سے اس کے حصہ کا کام نہ لے لے۔مولوی جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنے حصہ کا کام کر کے جا چکے۔انہوں نے نور علم سے جو پایا اس فیض کو دوسروں تک پہنچانے میں

کوئی کسر نہ چھوڑی۔

درس وتدریس اور تصانیف پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ عملی طور پر بھی محبت واخوت کے بڑھاوے کیلئے موثر اقدامات کئے۔ رنگ ونسل کے امتیاز اور مسلکی منافرت کو سماج کیلئے زہر قاتل قرار دینے والے مولوی جی عمر بھر انسان کو محبت کا درس دیتے اور خود اس پر عمل کرتے رہے۔

مجھے یاد ہے جب میاں نواز شریف کے دورہ بنگلہ دیش کے موقع پر میں نے "ہمیں ہمارے شہید واپس کر دو" کے عنوان سے کالم لکھا تھا تو مولوی جی کے پیامبر انور شاہ اس دن 'مشرق' کے دفتر آئے اور ان کا پیغام دیتے ہوئے کہا مولوی جی کہہ رہے ہیں آپ کے کالم نے ہمارے جذبات کی ترجمانی کر دی ہے۔

"کرچی کرچی کراچی" والے کالم پر آپ کا تبصرہ تھا کالم میں ذا کری پڑھ لی۔ آدمی جو محسوس کرتا ہے اسی کا اظہار کرتا ہے۔ قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اب ہمارے اور آپ کے درمیان نہیں رہے۔ اس عہد نفساں میں انسانوں سے محبت کرنے والا ایک اور روشن ضمیر منوں مٹی کی چادر اوڑھے سو گیا اور آپ میں اور ہم سب انہیں یاد کرتے رہیں گے لیکن یاد کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ ان کی طرح محبتوں کو فروغ دیں، انسانوں سے پیار کریں، سب سے بڑھ کر یہ کہ طلب دنیا کے مرض سے بچے رہیں۔

حق تعالیٰ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ کی مغفرت فرمائے، جوار رحمت اور قرب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں جگہ دے --- آمین!

شاہ لطیف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا

"جو درد سے انجان ہیں وہ گھائل کا درد نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کیسے تڑپتا ہے بصورت بسمل سسکتا ہے، جگ دکھلاوا تو نہیں کرنا مجھے میں کیوں نیر بہاؤں، میرے من میں میت ہے یہی پریت کی ریت ہے"

(بشکریہ روزنامہ مشرق ۱۰ نومبر ۲۰۰۴ء)

مولوی جی مولوی جی

زیڈ آئی اطہر اعوان

عشق خیر الورا مولوی جی مولوی جی
رحمت حق نما مولوی جی مولوی جی

ہے پشاور دے رحمتاں رحمتاں
رحمت مصطفیٰ مولوی جی مولوی جی

میرے سرکار غوث الورا دے امین
ڈاڈی رکھدین سخا مولوی جی مولوی جی

اہل بیت نبی دے دلارے رئین
نور بدر الدجیٰ مولوی جی مولوی جی

ہر کوئی جسدی توصیف کر دا ریا یے
ہے اوئی با خدا مولوی جی مولوی جی

عشق و مستی دے اُوجاں تے پونچے رئین
شان رکھدین جدا مولوی جی مولوی جی

پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

حاجی محمد صدیق
صدر مرکزی میلاد کمیٹی مردان

وہ آئے بزم میں، اتنا تو میر نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

رہبر شریعت پیر طریقت حضرت علامہ مولوی سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی ایثار و محبت کا پیکر تھے۔ ہر دیکھنے والی آنکھ محسوس کرتی تھی کہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ ان سے ہی محبت کرتے ہیں خاندان نبوت کے یہ مرد کامل اپنے جد امجد کے نقش قدم پر سختی سے گامزن تھے۔ اہل پشاور کہتے ہیں کہ مولوی جی کی رحلت سے پشاور یتیم ہو گیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ حضرت کی وفات سے پورا صوبہ سرحد ایک مشفق و مہربان قائد و رہنما اور کامل انسان سے محروم ہو گیا۔ ان کی نظر رحمت نے پورے پاکستان کو سیراب کئے رکھا۔ جہاں بھی گئے اور جو بھی آیا پورا پورا فیضیاب ہوا ان کی نظر کرم سے تشنگان علم و معرفت نے اپنی جھولیاں بھریں۔ سخاوت اس قدر کہ جو قدم بوسی کیلئے حاضر ہوا۔ خالی ہاتھ نہ گیا۔ نماز فجر سے لیکر رات گئے تک لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔ اس ضیف العمری میں بھی کبھی کوئی شکوہ شکایت زبان پر نہ لاتے۔ آنے والوں کی خاطر تواضع سے انتہائی خوشی محسوس کرتے۔ اکثر آنے والے حیرت زدہ ہوتے کہ راستے میں جو کچھ سوچا تھا کہ مولوی جی صاحب کے گھر میں اپنی پسندیدہ فلاں چیز کھائیں گے۔ حاضری کے وقت وہی چیز سامنے پا کر ششدر ہو جاتے۔

مولوی جی کی سخاوت ضرب المثل تھی۔ سوال کرنے والے کو ایسے جواب سے نوازتے تھے کہ وہ پوری طرح مطمئن ہو جاتا۔ حیران رہ جاتے کہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم و فضل کے سامنے کوئی نہ ٹک سکتا تھا۔ دوست تو دوست مخالفین میں بھی جرأت نہ تھی کہ وہ شکایت زبان پر لاتے۔ حسن کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی عقیدت و محبت تھی کہ پوری زندگی ان کی پیروی میں بسر

کی۔اور حضور ﷺ کے یوم ولادت باسعادت کو انتہائی عقیدت واحترام سے مناتے۔ بلکہ اپنے مریدین کو بھی یہی تلقین کرتے۔ان کے دم غنیمت سے مردان میں ۱۹۷۵ء سے جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے اور جلوس نکالنے کا آغاز ہوا۔ان کی نظر کرم سے مردان میں میلاد کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی اور اس کام کیلئے آپ نے میرا انتخاب فرمایا چنانچہ یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

پانچ سال تک بمعہ مریدین و نعت خوان تشریف لاتے رہے۔ یہ ان کے لگائے ہوئے پودے کے ثمرات ہیں کہ آج مردان اور اس کے قرب وجوار میں بڑے اہتمام سے جشن عید میلاد النبی ﷺ منایا جاتا ہے اور دن بدن اس میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس طرح اب یہ سلسلہ کاٹلنگ، درگئی، سخاکوٹ، بٹ خیلہ، تھانہ، سوات پیر بابا تک پھیل گیا ہے اور ہر سال یہاں بھی جشن عید میلاد النبی ﷺ منایا جا رہا ہے۔مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی مردان اور مردان والوں سے بہت محبت تھی۔آپ نے مردان کے ایک بہت ہی مذہبی گھرانے کے سربراہ اور روحانی شخصیت میاں عبدالرؤف حضروی عرف باجی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں شادی کی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اپنے تین بیٹوں کے رشتے مردان سے کئے۔ لہٰذا مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پشاور کی طرح مردان سے بھی پورا بندھن تھا۔مردان کے لوگوں کو بھی مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سے اتنی محبت ہے جتنی زندہ دلان پشاور کو ہے۔مردان میں مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے سینکڑوں مرید تھے ان کی وفات کی خبر حسرت آیات مردان والوں پر بجلی کی طرح گری اور سننے والے سکتہ میں رہ گئے۔حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ صوبہ سرحد کی واحد ایک ایسی روحانی شخصیت تھی کہ کوئی شخص بھی ان سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا وہ تا قیامت پر نہیں ہو سکے گا اللہ تعالیٰ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات عالیہ بلند فرمائے اور ان کے جد امجد کے طفیل ہماری مغفرت فرمادے (آمین) آپ کی درگاہ فیض بار میں سجادہ نشین سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی کو ان کے نقش قدم پر ثابت قدم فرما کر ان کا فیض جاری وساری رکھے (آمین)

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

امینِ علم لدنی

سید ہدایت اللہ شاہ بخاری
انجینئرنگ سپروائزر (ریٹائرڈ) ٹیلیفون اینڈ ٹیلیگراف ڈیپارٹمنٹ

میں نے ناظرہ قرآن مجید حضرت حافظ غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ (امام مسجد حاجیان علاقہ گنج پشاور شہر) سے پڑھ لیا تو اس کے بعد میرے والد صاحب مجھے ساتھ لے کر قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور آپ سے درخواست کی کہ اسے ترجمہ سے قرآن مجید پڑھائیں۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ترجمہ سے قرآن مجید پڑھانا شروع کر دیا۔ پہلے پارے کا پورا چوتھائی حصہ ترجمہ میں نے یاد کر لیا۔ اس کے بعد کسی وجہ سے آپ کو کشمیر جانا پڑا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ بعد میں میرے والد صاحب نے مجھے اپنے پھوپھا آغا جی جان سید احمد شاہ بخاری کے پاس بٹھا دیا اور بقیہ تمام قرآن مجید کا ترجمہ تقریباً دو دفعہ میں نے ان سے پڑھا۔ یہ غالباً ۱۹۴۵ء کے بعد کا وقت ہوگا۔

بعد میں ۱۹۵۵ء میں میرے چھوٹے بھائی سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے مجھے بتایا کہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھا درس قرآن مجید دیتے ہیں۔ میں نے یہ تعریف سن کر آپ کے درس قرآن مجید میں شامل ہونا شروع کر دیا اور یہ سلسلہ ستمبر ۱۹۶۱ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد میں ملازمت کی غرض سے پاکستان ٹیلیفون اینڈ ٹیلیگراف ڈیپارٹمنٹ میں ہری پور ٹریننگ کیلئے چلا گیا۔ یہ پانچ چھ سال کا عرصہ میں آپ کے بہت قریب رہا۔ میرا زیادہ تر وقت آپ کی جگہ پر بسر ہوتا تھا۔

پہلے آپ اپنے گھر کے سامنے والی گلی کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے اور پھر بعد میں کتابوں کی ضرورت کی وجہ سے آپ نے اپنے گھر ہی میں یہ انتظام شروع کر دیا۔ ہم مغرب کی نماز کے بعد درس میں شامل ہو جایا کرتے تھے اور عشاء کی نماز کے بعد اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ آپ کے درس کا یہ معمول تھا کہ ایک رکوع قرآن مجید کی تلاوت آپ سب سے سنا کرتے تھے، کوئی غلطی کرتا تو آپ صحیح کر دیتے تھے۔ سب کی تلاوت کے بعد آپ اس رکوع کا ترجمہ و تفسیر سمجھا دیا کرتے تھے۔

آپ اپنے دروس میں بہت عمدہ اشعار بھی سنایا کرتے تھے۔ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل شعر میں نے پہلی مرتبہ آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا

این کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لایزال است و قدیم

الحمد کے معنی آپ نے یہ بتائے تھے کہ الف لام استغراق کا یعنی تمام سب تعریف اللہ کیلئے ہے۔ ایک دفعہ آپ نے بتایا تھا کہ ہر کام کی علتِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی طرف جاتی ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کی تفسیر آپ نے یہ سمجھائی تھی کہ اولیاء کرام اور ملائکہ کی معیت میں ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں اور آپ سے مدد مانگتے ہیں۔ سورہ بقرہ کی آیت

وَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ (البقرہ: ۱۶۳)

ترجمہ: اور تمہارا معبود، معبود ہے اکیلا۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

آپ نے بتایا تھا اس آیت میں اسم اعظم ہے۔

"فضائل ذکر" جو مولانا ذکریا کی تصنیف ہے اس کے آخر میں یہ تحریر درج ہے کہ حضرت پیران پیر سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نام اللہ اسم اعظم ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ اسم اعظم ہے۔ قبلہ مولوی جی صاحب کی ایک کتاب جو آپ نے اپنے سلسلہ اور بزرگوں کے متعلق لکھی ہے اس میں آپ نے لکھا ہے کہ عالم لاہوت میں اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی ذاتی نام ہے اور نہ صفاتی نام ہے اس ذات کو ذات بحت کہتے ہیں۔

وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ قُلِ الۡعَفۡوَ (البقرۃ: ۲۱۹)

اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں اے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم آپ بتا دیجئے جو کچھ تمہاری ضروریات سے زائد ہے وہ ضرور تمندوں میں تقسیم کر دیجئے۔ عفو کی تفسیر آپ نے یہ سمجھائی تھی۔

سورہ قمر کی آیت وَ كُلُّ صَغِيرٍ وَّ كَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ (القمر: ۵۳)

مستطر کے معنی آپ نے مجھے یہ سمجھائے تھے کہ سب چھوٹی یا بڑی بات ریکارڈ کی جارہی ہے۔

کبھی کبھی آپ یہ فقرہ دہراتے تھے۔ اَلْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا یعنی قرآن مجید بعض در بعض اپنی تفسیر خود بیان کرتا ہے۔ یہ بھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید میں تین قسم کی تذکیر ہے۔ تذکیر نصیحت کو کہتے ہیں۔ تَذْكِيرٌ بِاَيَّامِ اللهِ --- تَذْكِيرٌ بِآلاءِ اللهِ --- تَذْكِيرٌ بِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ یعنی اللہ کے ایام کے ساتھ نصیحت۔ اللہ کی نعمتوں کے ساتھ نصیحت اور تذکیر اس کے ساتھ جو بعد از موت انسان کو درپیش آتا ہے۔

قرآن مجید ایک مجسم اور مستند تاریخ انسانیت ہے اور قرآن مجید کا موضوع بھی انسانیت ہے۔

سورہ زمر کی آیت

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (الزمر: ۴۶)

ترجمہ: تم عرض کرو اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے نہاں اور عیاں کے جاننے والے تو اپنے بندوں میں فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے۔ (ترجمہ از کنزالایمان)

اس آیت کے بارے میں آپ نے سمجھایا تھا کہ جس قسم کے بھی اختلافات ہوں یہ آیت پڑھ کر دعا کرنے سے تمام اختلافات رفع ہوجاتے ہیں۔

لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (یونس: ۸۱)

بظاہر تو اس آیت کے معنی ہیں یعنی (اللہ تعالیٰ) مفسدین کے عمل کی اصلاح نہیں کرتا۔ آپ نے یہ معنی بتائے تھے کہ مفسدین کے عمل کو اللہ بننے ہی نہیں دیتا یعنی پورا ہی نہیں ہونے دیتا۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ہم کھینچ نکالیں گے۔ اس لفظ کی تفسیر سمجھاتے ہوئے آپ نے بتایا کہ جن لوگوں کے اعمال خام ہوں یا پورے نہ ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ پر اپنی بات منوائیں یا ایسی کوشش کریں ایسے لوگوں کو مستدرجین کہا جاتا ہے، وہ حقیقی فقرا یا اولی نہیں ہوتے۔

آپ طریقت مبنی بر شریعت کے قائل تھے۔ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ جس ولی کی صحبت میں انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے وہ ولی کامل ہے۔نیز فرمایا کہ اگر کوئی شخص ہوا میں چارزانو بیٹھا ہوا ہو لیکن اگر ایک مستحب عمل بھی ترک کرتا ہو اس کی پیروی نہ کریں بلکہ اسے شیطان جانیں۔آپ کے نزدیک دین کے معنی نظریہ حیات تھا۔

انبیاء و رسل کے بارے میں آپ نے سمجھایا تھا کہ رسول سبھی ہیں لیکن انبیاء سبھی نہیں ہیں۔ انبیاء وہ ہیں جنہوں نے غیب کی خبریں بتائی تھیں جبکہ حروف مقطعات کے بارے میں آپ نے بتایا تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ مجھ پر حروف مقطعات کے معانی منکشف ہوئے ہیں لیکن میں اس لئے نہیں بتانا چاہتا کہ حضور علیہ السلام نے ان کے معانی نہیں بتائے۔

قرآن مجید کی آیات کی شان نزول کی جو تاریخ بتائی جاتی ہے اس بارے میں آپ نے سمجھایا تھا کہ صرف شان نزول والے معنی پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے۔شان نزول معانی کو اچھا سمجھانے کیلئے بیان کی جاتی ہے۔علاوہ ازیں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اگر کسی آیت کریمہ کے مفہوم میں اشکال وارد ہو تو اس کے سیاق و سباق کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔

قرآن مجید کے درمیانی پاروں میں ایک آیت ہے جس میں صرف ایمان کا ذکر ہے، عمل کا ذکر نہیں اکثر مقامات پر ایمان کے ساتھ عمل صالح کی تلقین ہے۔مذکورہ آیت کے بارے میں آپ نے بتایا تھا کہ اس آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء نے ایمان کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا ہے۔قرآن مجید کی ایک آیت سے بھی جو بات ثابت ہو جائے وہ صحیح ہے۔ہر درس کے ختم ہونے کے بعد مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود یہ عربی فقرہ پڑھا کرتے تھے۔اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا---وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی اور اس بات پر اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے۔

ورق تمام ہوا اور قصیدہ باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے

بحیثیت ایک عظیم انسان

پروفیسر ایس ایم فیاض

اس سال ماہ رمضان اہالیان پشاور پر بہت زیادہ بھاری گزرا کیونکہ پشاور شہر کے باسیوں سے ایک عظیم انسان جدا ہوئے۔اہلیان پشاور کے سروں سے ان کا سایہ اٹھ گیا۔ان کی اچانک موت کو عظیم سانحہ کے طور پر دکھ درد کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

ان کے مرید اور عقیدتمند پوری دنیا میں بسے ہوئے ہیں اور مولوی جی کی جدائی پر دنیا کے کونے کونے سے پیغامات موصول ہوئے۔وہ واقعی ایک عظیم انسان تھے،انہوں نے دین کی بہت زیادہ خدمت کی اور کئی دینی اور اسلامی کتابوں کے مصنف تھے۔آخری سانس تک درس قرآن کریم دیتے رہے۔

۱۲ اکتوبر بدھ کی شب ان کی موت کی خبر سن کر ہر کوئی غم سے نڈھال ہو گیا۔شہر پر اس دن غم کے بادل چھائے تھے۔بچے،بوڑھے،جوان،مرد اور عورتیں زار قطار رونے لگے ان کے جنازے پر لوگوں اور عقیدتمندوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ہر مکتبہ فکر کے لوگ ان کے جنازے میں جوق در جوق دوڑ دوڑ کر شامل ہو رہے تھے۔پورا شہر غم والم کا منظر پیش کر رہا تھا۔قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے جانے سے شہر پشاور یتیم ہو گیا۔ان کے آستانے پر روزانہ سینکڑوں ہزاروں لوگ حاضر دیا کرتے تھے اور یہاں سے فیض اور نور حاصل کرتے تھے۔وہ کئی علمی وادبی تنظیموں کے روح رواں تھے اور علم وادب کے ایک روشن مینار تھے۔بڑے بڑے پروفیسران کے پاس آیا کرتے تھے اور یہاں سے رشد و ہدایت لیتے تھے اور سیکھتے تھے۔میں نے بذات خود کئی موقعوں پر اس قابل قدر انسان سے بہت کچھ سیکھا۔وہ ایک یونیورسٹی کی مانند تھے۔ان کے پاس دینی،دنیاوی اور سیاسی علوم کا ایک عظیم خزانہ تھا۔ہر سیاسی فکر اور فرقہ کے لوگ بھی ان کے پاس آیا کرتے تھے اور ان کی بے انتہا قدر کرتے تھے۔

وہ سادات گھرانے کے چشم وچراغ تھے اور شہر بھر کے سادات کو منظم کرنے میں انہوں نے اہم

کردار ادا کیا۔ان کا لہجہ انتہائی میٹھا اور نرم تھا، ہر کسی کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ انسان ایک دفعہ ان سے مل کر ان کا عقیدتمند بن جاتا تھا۔وہ حق اور سچ کے علمبردار تھے، وہ دلوں پر حکمرانی کرتے تھے، ہر دل کی دھڑکن تھے، انتہائی سخی اور فیاض انسان تھے، خلق خدا سے محبت کرنے والے ولی تھے۔کوئی سوالی بھی ان کے آستانہ و دربار سے کبھی بھی خالی ہاتھ یا خالی پیٹ نہیں گیا، ان کا دسترخوان ہر وقت رزق الٰہی سے بھرا رہتا تھا ان کے پاس جو کچھ آتا، تقسیم کر دیا کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ہزاروں اور لاکھوں خوبیوں سے نوازا تھا۔بڑے دل و کشادہ ذہن کے مالک تھے۔ان جیسی ہستیاں لاکھوں اور کروڑوں میں ایک ہی پیدا ہوتی ہے اور جب ان کی رحلت ہو جاتی ہے تو شہر کے شہر اجڑ جاتے ہیں اور یتیموں، بیواؤں، بے کسوں اور مظلوموں کی دنیا ویران ہو جاتی ہے۔مولوی جیؒ کی جدائی ناقابل برداشت بنتی جا رہی ہیں۔اس سال عیدالفطر کا بھی مزہ نہیں آیا۔عید غم واندوہ کے سایوں میں گزر گئی۔

سارا دن عوام، مریدین اور عقیدتمندوں کے گروہ ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور ان کے آستانہ پر بھی آتے رہے۔اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دیں اور ان کے لواحقین اور عقیدتمندوں کو صبر و تحمل عطا فرماویں۔

قدرت نے مولوی جیؒ کو بہت قابل قدر واحترام والی اولاد سے نوازا ہے یقیناً باز کے گھونسلے میں باز پیدا ہوتے ہیں اور اس گھونسلے سے باز ہی اڑتے ہیں۔ان کے صاحبزادہ سید محمد نورالحسنین قادری گیلانی کو مولوی جیؒ کا جانشین و سجادہ نشین مقرر کیا گیا ہے۔ان کے تمام بیٹوں کے چہروں میں محترم والد صاحب کا عکس نظر آتا ہے۔

بڑے عالم فاضل بیٹے ہیں، علم و دانش کے سرچشمے ہیں۔ہمیں یقین محکم ہے کہ محترم سید نورالحسنین (سلطان آغا) والد محترم کے نقش قدم پر چلیں گے اور دین اسلام کے ساتھ ملک خداداد پاکستان اور علم و ادب اور بے کسوں کی مدد کرتے رہیں گے اور ان کے سروں پر دست شفقت رکھیں گے۔خدا ان سب کا حامی ناصر ہو—— آمین!

اہل پشاور کے دلوں کی دھڑکن حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم محمد انیس
واسع دواخانہ یونیورسٹی روڈ پشاور

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

مولوی جی پشاور کی وہ بزرگ ہستی تھی جن کی ذات والا صفات ایک ادارے کا درجہ رکھتی تھی۔ ایک ایسا ادارہ جس پر اہل پشاور کو نہ صرف ناز تھا، بلکہ فخر تھا اور ان کی موجودگی سے اہل پشاور کے اخلاقی، مذہبی، روحانی اور سماجی مسائل کا مناسب اور دلآویز حل ہر وقت موجود تھا۔

وہ ایک فقیر منش انسان تھے جن کا دربار اور جن کے دروازے ہر غریب اور امیر کیلئے بلا امتیاز کھلے رہتے تھے اور جن کا دسترخوان اور جن کی محبت بھری کشادہ بانہیں ہر ایک کے استقبال میں ہر وقت منتظر رہتی تھیں۔

مگر كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے مصداق ہر انسان کو اس جہان فانی سے رخصت ہو کر حیات جاودانی کا سفر کرنا ہے مگر یہ گنج ہائے گرانمایہ خدا جانے خاک کے اندر کیا پاجاتے ہیں کہ اپنی زمین کو خاک اڑانے کیلئے ہمیشہ چھوڑ جاتے ہیں۔ بھول جاتے ہیں اور اپنا جہان دگر آباد کر لیتے ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

کاش کوئی تو لوٹ کر آتا اس جہان نور کے رنگ و بو، آہنگ و خوشبو صوت و سماعت رنگینی و لطافت حور و خوباں اور روضہ و رضوان کی کچھ کیفیت تو بتاتا۔ لیکن آہ ثم آہ یہ حسرت حسرت ہی رہے

گی، یہ تمنا تمنا ہی رہے گی۔لہٰذا ہم مولوی جیؒ کو لا نہیں سکتے، پا نہیں سکتے، بلا نہیں سکتے تو ان کے علم و حلم خلق و عشق رسول ﷺ فقر و نیاز تحریر و تقریر، کلام و بیان تبلیغ و تعلیم، عدل و انصاف، حق گوئی و حیا کی اور عجز و مہمان نوازی کو یاد تو کر سکتے ہیں۔ان کے جلائے ہوئے چراغ کی لو کو روشن تو رکھ سکتے ہیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں۔

والد مرحوم حکیم مفتی عبدالواسع ندوی مولوی جی کے ہم عصر تھے اور دونوں میں قدر مشترک دین کی محبت تھی اس لئے ان دونوں نے دوستی میں بھی ایک دوسرے کا احترام اور تعلق خاطر کو ملحوظ رکھا۔والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ آدمی جب مکمل انسان بن جائے تو پھر وہ اشرف المخلوقات کے درجہ پر پہنچ کر خلیفۃ اللہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے اور میری نظر میں پشاور میں مولوی جی کے علاوہ اور کوئی شخصیت اس مقام پر پہنچ نہیں پائی۔مولوی جی بھی ان لوگوں میں سے تھے جو خلیفۃ اللہ کے مقام پر پہنچ کر بھی عجز و انکسار کا ایسا نمونہ تھے جو قرون اولیٰ کے مسلمان کا خاصہ تھا۔

مولوی جی سے والد صاحب کی ایک ملاقات کے دوران میں بھی موجود تھا دونوں قرآن کی زبان میں حال دل بیان کر رہے تھے اور انتہائی کیف و سرور کی حالت میں لطف اندوز ہو رہے تھے مجھے افسوس ہے کہ وہ تمام گفتگو میرے حافظہ میں محفوظ نہ رہ سکی، اتنا یاد ہے کہ والد صاحب نے پوچھا كَيْفَ حَالُ الْقُلُوْبِ جواب آیا يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ اور اس طرح یہ محفل تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہی۔رخصتی سے قبل والد صاحب میری طرف اشارہ کر فرمایا کہ عزیزم کیلئے دعا فرمائیں تو مولوی جی نے با آواز بلند فرمایا۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ صلے رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ (۴۰) رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراهيم: ۴۱)

والد کی وفات کے بعد مولوی جی صاحب درد شقیقہ کے تمام مریض میرے پاس بھیجا کرتے تھے اور مجھے یقین ہے کہ ان کی دعاؤں اور برکات سے تمام مریض صحت یاب ہوتے تھے مگر وہ ہمیشہ اپنے مریدوں سے فرماتے کہ حکیم صاحب کے دست شفاء سے آپ کو آرام آ گیا (باقی صفحہ ۲۵۱ پر)

قطعہ تاریخ وصال

از سید عارف محمود مجہور رضوی

"داغ ہجر امیر دین وملت" = ۲۰۰۴ء

"آہ مولانا سید محمد امیر شاہ صاحب قادری الگیلانی" = ۱۴۲۵ھ

علم وعمل کے شرع و طریقت کے دوستو!
تھے ایک کج کلاہ محمد امیر شاہ
آئی ندا یہ غیب سے مجہور بر محل
کہ "زیب خانقاہ محمد امیر شاہ"

۱۴۲۵ھ

دارِ فنا سے سوئے عدم آج چل دیئے
باقی تھی جن کے دم سے تصوف کی عز و جاہ
مجہور کہہ دے مولوی جی کا سن وصال
فوراً "نسیم خلد سید امیر شاہ"

۱۴۲۵ھ

مولوی جی کی رخصتی

ڈاکٹر ظہور احمد اعوان

پشاور کے معروف دینی و علمی شخصیت مولوی سید امیر شاہ المعروف بہ مولوی جی صاحب پچاسی برس کی پاک زندگی گزارنے کے بعد راہی ملک عدم ہو گئے۔ جہاں سب نے جانا ہے، جہاں جا کر کوئی نہیں آیا ہے۔ صرف باتیں اور افسانے رہ جاتے ہیں اور نیک لوگوں کے نیک کام بصدقہ جاریہ کی صورت میں۔

ہاں نیک اولاد بھی صدقہ جاریہ کی ایک انسانی صورت ہے۔ علم ہو تو چراغ سے چراغ جلتا رہتا ہے۔ مولوی جی صاحب نے ساری زندگی محبت، سلوک اور راہ تصوف وہدایت میں گزاری۔ ان کا شخصی احترام کئی حوالوں سے تھا۔ ورنہ صرف صاحب طریقت اللہ والے ایک درویش تھے اس کے ساتھ صاحب علم وبصیرت بھی تھے۔

ساری زندگی لکھنے، پڑھنے اور ترسیل رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ جہاں ان کے لاکھوں مرید تھے وہاں ہزاروں شاگرد اور تشنگان علم بھی تھے۔ مگر ان کی سب سے بڑی خصوصیت ان کا حلم وانکسار تھا۔ انسانی سطح پر وہ ایک بڑے انسان تھے۔ ان کے چہرے اور باتوں سے محبت واخلاص کے پھول جھڑتے تھے۔

وہ کافی عرصہ سے علیل تھے، حد درجہ نحیف ونزار مگر اپنے فرائض منصبی ومذہبی میں ہمہ وقت مستعد اور چاق وچوبند۔ ان کے علمی کمالات اور فتوحات کی ایک دنیا معترف ہے۔ ان کی کئی کتابوں کو علمی و ادبی انعام مل چکے ہیں۔ ان کے ہاں سے ایک دینی رسالہ "الحسن" بھی شائع ہوتا ہے۔ وہ سماجی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ ان کی سرپرستی کئی ادبی وثقافتی تنظیموں کو حاصل تھی۔ پشاور میں گزشتہ دس برسوں سے قائم متحرک وفعال ہندکو ادارے گندھارا ہندکو بورڈ کے وہ سرپرست اعلیٰ بھی تھے۔ وہ پرانے بزرگوں کی نشانی تھے۔ ان کی صورت سے قدیم شرفاء اور بزرگان تصوف کی روشنی

پھوٹتی تھی۔مجھ پر بڑی شفقت ومہربانی کرتے تھے۔مجھے اپنی کتابیں اور رسالے بھیجا کرتے تھے۔ آخری عمر میں نقاہت وعلالت کی وجہ سے علمی وادبی محافل میں کم کم ہی جاتے تھے۔جاتے بھی تو چند لمحوں کیلئے بطور تبرک۔

میں نے ہر فرقے اور مسلک کے لوگوں کو ان کا احترام کرتے دیکھا ہے۔میری ان سے ملاقاتیں ادبی محفلوں میں ہی ہوتی تھیں۔ایک مرتبہ گندھارا بورڈ کی ایک تقریب میں بطور مہمان خصوصی تشریف فرما تھے۔میں بورڈ کے چیئرمین کی حیثیت سے ساتھ بیٹھا تھا۔میرا جی چاہتا تھا کہ ان سے کچھ باتیں کروں۔مگر احترام اور رعب عقیدت مانع تھا۔میں سوچتا تھا کہ اتنی بڑی ہستی سے کیسے ہم کلام ہوں پھر سوچا کہ وہ مجھے کیا جانتے ہوں گے۔مگر میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب انہوں نے خود ہی میرے حق میں چند دعائیہ کلمات کہے۔جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میری قلم گھسائی سے کسی حد تک آگاہ ہیں میں نے اسے اپنی زندگی کا ایک بڑا اعزاز جانا کہ ایسی برگزیدہ ہستی میرے ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے آگاہ ہے اور سراہتے بھی ہیں۔

ہماری آخری ملاقات اسی برس اپریل کے مہینے میں ہوئی۔گندھارا بورڈ کا ایک بہت بڑا اجلاس انہوں نے اپنے دولت کدے پر بلایا تھا۔ہمارے ڈاکٹر امجد بھی امریکہ سے آئے ہوئے تھے۔ میرے اصرار پر وہ بھی اسی محفل میں شریک ہوئے۔مولوی جی صاحب نے بڑی شفقت وعنایت سے اس طویل محفل کی صدارت کی۔اس کے بعد کوئی سو ایک لوگوں کی باقاعدہ ضیافت کا اہتمام بھی کر ڈالا۔ ہمارے پروگرام میں دعوت کا کوئی ذکر نہ تھا مگر مولوی جی صاحب نے فرمایا کہ دوپہر کا وقت ہے میں آپ کو ویسے ہی جانے نہیں دوں گا۔حیرت ہوئی کہ کس طرح ایک سو آدمیوں کیلئے کھانا کہاں سے نکل آیا، پر تکلف اور بھرپور دعوت تھی۔

اس دن کئی گھنٹے ان کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ارشادات سننے کا موقع ملا۔ان کے برخوردار بھی بہت اچھے اور محبت کرنے والے ہیں۔نہ صرف پشاور شہر میں مولوی جی صاحب کے عقیدتمندوں کی کثیر تعداد موجود ہے بلکہ پورے صوبہ سرحد اور پاکستان میں ان کی بیعت اور ان سے عقیدت رکھنے

والے ہزاروں لاکھوں مرید موجود ہیں۔

ان کی وفات کی خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ،قدم قدم پر پوسٹر لگ گئے، ہر دل سوگوار ہو گیا، ہر آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے۔ حالانکہ سب کو معلوم تھا کہ حضرت کافی کمزور و علیل ہو گئے ہیں اور ان کے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔اس کے باوجود ہر شخص ان کے مقدس وجود کو قدرت کی نعمت وعطا سمجھ ان کے سایہ عاطفت کی موجودگی و برقراری کا ہمہ وقت آرزومند تھا۔ان کی شمع حیات کے اس جہان فانی سے جہان ابدی کی طرف منتقلی کے ساتھ ہی گویا شہر پر رنج والم کی ایک چادر سی تن گئی ،لوگ سڑکوں پر نکل آئے، مرید دھاڑیں مار کر رونے اور ذکر کرنے لگے۔

ہر طرف سے لا الہ الا اللہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں ۔بدھ کی رات کو تقریباً دس بجے وہ فوت ہوئے ۔اگلے دن دو بجے ان کا جنازہ مگر صبح سے ہی سڑکیں محبت کرنے والے غمزدگان سے اٹ گئیں اور بارہ بجے تو سڑکوں پر چلنا محال ہو گیا تھا۔لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے تھے۔چوک منڈی بیری سے یکہ توت دروازے تک اور یکہ توت سے وزیر باغ تک قطار اندر قطار ماتم گسار سوگوار شکستہ قدموں کے ساتھ رواں تھے۔انسانی سروں کی ایک فصل تھی جو سر اسر لہلہا رہی تھی ۔سب ایک رشتے میں بندھے تھے ۔سلوک ، محبت عقیدت اور احترام و پیار کے اٹوٹ بے لوث رضا کارو بیش بہا جذبوں کے رشتے میں کچے دھاگے میں بندھے ایک دوسرے سے گلے مل کر رو رہے تھے۔

ایک دوسرے کو دلاسہ اور پرسہ دے رہے تھے پھولوں کی پتیاں اور عرق گلاب کے چھینٹے سروں پر نچھاور کئے جا رہے تھے ۔کلمہ شہادت کی بلند آوازیں ، ذکر کی بے پناہ دل پگھلانے والی صدائیں ۔ایسا لگتا تھا لوگ عبادت کرنے جا رہے ہیں واقعی یہ عبادت ہی تھی ایسی ہستیاں روز پیدا نہیں ہوتیں۔ مولوی جی صاحب ہر مسلک وفرقہ کے لوگوں کیلئے ایک پیار بھری غیر متنازعہ شخصیت تھے ۔بڑے بڑے لاینحل تنازعوں اور قضیوں میں جب مولوی جی صاحب کو بٹھایا جاتا تو وہ اپنی صلح کل اور سدا بہار میٹھی باتوں سے انہیں سلجھا کر زخمی دلوں پر محبت و مروت کے پھاہے رکھ دیا کرتے تھے۔اس لئے آج ہر آنکھ حیران تھی کہ اس نے کچھ کھو دیا ہے۔

پشاور شہر کے باسی ہزاروں کی تعداد میں گلیوں اور محلوں میں سیلاب کی طرح امڈ آئے تھے۔ اس ایک دن میں نے پشاور شہر کے اپنے ان ہزاروں لوگوں کو نصف صدی کے بعد ایک جگہ پر دیکھا اور ان میں نوے فیصد اندروں شہر کے رہنے والے لوگ تھے۔ خاص پشوری، تاجر، دکاندار، بڑے بڑے سرکاری افسر، پروفیسر، دانشور، غریب چھابڑی فروش، سبزی فروش، غرض تمام طبقاتی امتیازات مٹ گئے تھے، سب اولاد آدم تھے، سب انسان تھے اور اس نبی پاک ﷺ کے امتی تھے جن کے ایک فرزند کی سواری اپنی آخری منزل کو رواں تھی۔

مولوی جی صاحب کی زندگی کا مشن بھی یہی تھا کہ اہل اسلام کو تمام مسلکی و مذہبی اختلافات سے ہٹا کر دین اسلام کی ایک خوبصورت لڑی میں پرو دیں۔ امیر، فقیر، وزیر سب ایک ہیں اور ایک ہو جائیں۔ کم از کم آج اس جنازے میں ایسا ہو چکا تھا۔ کسی وزیر کو بیٹھنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی، ہر شخص گم سم کھڑا تھا۔ پشاور کا دل آج گریاں تھا کہ وہ اپنے اس عہد کے سب سے نیک بزرگ ادیب خطیب صاحب فکر ونظر بیٹے کو اپنے محبوب کے گھر بھیج رہا تھا۔ مولوی جی صاحب نے تو بلندیوں کی طرف ہی جانا تھا۔ عقیدتمندوں کا رونا تھا کہ وہ یتیموں میں رہ گئے تھے۔ اب کون ہوگا جو ان کو مادی و معاشرتی و سماجی ذلتوں سے نکالے گا۔ یہی رنج والم تھا جو ہر دل میں ترازو تھا۔

بقیہ: اہل پشاور کے دلوں کی دھڑکن

ہے یہ ان کے خلوص و محبت کا وہ درجہ تھا جو کہ کم ہی لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔

گیارہویں شریف کے موقع پر اہتمام کے ساتھ دعوت نامہ بھجواتے۔ میں حاضری ضرور دیتا تھا، وہ محبت سے اپنے پاس بٹھاتے، مجھے گلے لگاتے اور پھر رخصت کرتے۔ انہیں معلوم تھا کہ ذیابیطس کی وجہ سے میں ماحضر تناول کرنے سے معذور ہوں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہو گئیں

ملک صادق حسین

تیرہ رمضان المبارک کی رات اگر کسی کا یکہ توت کی طرف آنے والی سڑکوں سے گزر ہوا ہوتو وہ میری اس بات کا برملا اقرار کرے گا کہ سرکلر روڈ منڈی بیری روڈ، لکڑ منڈی روڈ گنج سے یکہ توت کی طرف آنے والا روڈ اور ارد گرد ہر طرف ایک شور ایک ہنگامہ لوگوں کی چیخ وپکار اور سسکیوں میں ڈوبی ہوئی آواز میں مرد عورتیں بچے رو رو کر کہہ رہے تھے کہ مولوی جی ہم سے جدا ہو گئے وہ ہستی ہم سے جدا ہوگئی جو رحمت خداوندی تھی، آج ہم یتیم ہو گئے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے ایک جم غفیر تھا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ہر ایک آستانہ عالیہ مبارکہ پر پہنچ رہا تھا کیونکہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصال کی خبر نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پورے نشریاتی ادارے اس خبر کو بار بار نشر کر رہے تھے۔

تمام اخبارات کے نمائندے اور ریڈیو ٹی وی کے اہلکار پہنچ رہے تھے۔ آستانہ عالیہ کے اندر باہر کہیں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ لوگ جوق در جوق آرہے تھے۔ کوئی ذکر کلمہ طیبہ کر رہا تھا، کوئی کلمہ شہادت پڑھ رہا تھا تو کوئی نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عقیدت ومحبت اور آنکھوں سے رواں آنسوؤں میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔

آخر کار دن کے دو بجے کا وقت آ گیا یعنی مولوی جی سرکار کا آخری سفر ۱۳ رمضان المبارک ۲۸ اکتوبر بوقت دن دو بجے سال عیسوی ۲۰۰۴ یہ وہ وقت تھا جب ٹھنڈے بادلوں کا سایہ ہمیں کڑی دھوپ میں چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے عرش بریں کے سائے میں چلا گیا۔ تاریخ کے صفحات پر رقم ہے کہ پشاور میں بڑے بڑے امراء، رئیسوں، خانزادوں، صاحب طریقت اور بادشاہوں کے جنازے اٹھے جن میں لوگوں کی شرکت دیکھنے میں آئی۔ ان میں مشہور شخصیتوں کے جنازے مثلاً سیٹھی کریم بخش کا جنازہ، سیٹھی عبدالغفور کا جنازہ، قاری عبدالسلام طورہ قل بائے کا جنازہ اور حضرت سید جمال

الدین افغانی کا جنازہ (جس کا جسد خاکی جب کابل لے جایا گیا تو پشاور میں نماز جنازہ پڑھائی گئی) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا جنازہ، میاں غلام صمدانی آسیہ والے کا جنازہ اور اسی طرح کئی اور مشہور اور معروف ہستیوں کے جنازے اپنی مثال ہیں مگر آئندہ پشاور کی تاریخ لکھنے والے تاریخ دان جب شخصیتوں کے حوالے سے بات کریں گے تو حضرت قبلہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سنہرے حروف میں کریں گے اور آپ کے جنازہ کا ذکر وہ ان الفاظ میں ضرور کریں گے کہ آج تک ایسا یادگار جنازہ پشاور میں نہیں دیکھا گیا۔

میں اس چھوٹے سے مضمون میں اس تاریخی جنازے کا سماں نہیں باندھ سکتا جس پر آنے والا مؤرخ پورا باب لکھے گا البتہ چند ایک جھلکیاں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

تابوت مبارک جب آستانہ مبارکہ سے اٹھایا گیا تو ہر طرف لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ ہر آدمی ایک دوسرے سے پیوست کھڑا تھا۔ یکہ توت شریف سے لے کر خانقاہ حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ تک ہجوم کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ ہر زبان سے کلمہ طیبہ کا ورد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جاری تھا۔ ہر آدمی روزے کی حالت میں تھا۔

ایک اندازے کے مطابق جنازے میں ستر تا اسی ہزار کا ہجوم تھا ان میں اہل پشاور، صوبہ سرحد کے اطراف کے لوگ بیرون صوبہ سرحد، پیران طریقت، وزراء، علماء دین، اسکالرز، اہل سادات غرض ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والوں کا جم غفیر تھا۔ پھولوں کی ایسی بارش ہو رہی تھی جیسے آسمان سے فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے گل پاشی کر رہے ہوں۔ لوگوں کی آنکھوں نے دیکھا کہ حضور مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا تابوت شریف لوگوں کے سروں پر تیر رہا تھا، لوگوں کے سروں سے اوپر اوپر جا رہا تھا۔ تابوت مبارک کبھی آگے جاتا کبھی پیچھے جاتا اور کبھی دائیں بائیں، لوگ دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ یہ منظر جنازے میں شریک ہر آنکھ نے دیکھا اور سفر طے کرتا ہوا سرکار کا قافلہ وزیر باغ پہنچا مگر وہاں یہ عالم تھا کہ جنازے سے زیادہ مخلوق وہاں کھڑی جنازے کا انتظار کر رہی تھی آپ کے صاحبزادے سجادہ نشین حضرت سید محمد نورالحسنین صاحب قادری گیلانی المعروف سلطان آغا نے نماز جنازہ

پڑھائی ۔دعا کے بعد چہرۂ اقدس کے دیدار کیلئے دنیا اُمڈ آئی مگر کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ آگے ہو کر دیدار سے مشرف ہو ۔بڑی مشکل سے دوبارہ تابوت مبارک اٹھایا گیا اور کلمہ طیبہ کے ذکر ساتھ آنسوؤں میں تر چہرے اپنے آقا اپنے مرشد اپنے درد کے درمان کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے آخری منزل کی طرف گامزن ہوئے۔

زیارت حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ پہنچ کر آخری دیدار کیلئے جسد مبارک کو رکھا گیا۔ ہزاروں لوگوں نے اس غوث زماں کا دیدار کر کے اپنے اوپر جہنم کی آگ حرام کی ۔تابوت شریف میں ایک سفید رنگ کا گلاب پڑا تھا جسے دیکھ کر ایک دم زبان سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام جاری ہو جاتا تھا۔آخر کار عین اس وقت جب آفتاب اپنے دن بھر کے سفر سے اختتام پر مغرب میں غروب ہو رہا تھا تو آفتاب ولائیت بھی اپنی آخری آرام گاہ میں ہمارے جیسوں کی نظروں سے پردہ فرمارہے تھے ۔ہر شخص حسرت وغم اور آبدیدہ آنکھوں سے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کو دیکھ رہا تھا، کسی میں یہ غم برداشت کرنے کی سکت نہ تھی ۔

دربار عالیہ حضرت ابوالبرکات حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخی تالاب کے کنارے کبھی یہاں حضرت سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ اس تالاب میں اپنی انگلی مار کر کبھی دودھ کا اور کبھی شربت کا بنا دیتے تھے اور تمام مریدین روزہ افطار کر لیتے ۔مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مریدین کو بھی یہاں بلا کر اپنے جد امجد کی سنت کو دہرایا ۔جن لوگوں نے تالاب کے پانی سے اپنا روزہ افطار کیا انہوں نے ایسا خوش ذائقہ کبھی نہ پایا ہوگا۔

اسی سوچ میں گم صم میں روضہ اقدس کے پاس بیٹھا ماضی میں کھو گیا ۔ٹھیک آج سے چالیس برس پہلے جس دن میں مولوی جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور درود تاج کی اجازت مانگی تو آپ نے بڑے پیار اور شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا آؤ میرے پاس پہلے میں تجھے درود تاج پڑھاتا ہوں پھر تم سے سنوں گا جب تمہیں یاد ہو گیا تو تمہیں اجازت بھی دے دوں گا ۔مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ کی ان باتوں میں اتنا پیار تھا، اتنی مٹھاس تھی، اتنی اپنائیت تھی کہ میں مغلوب ہو کر اپنی

ساری زندگی کی ڈور مولوی جی سرکار کے دست مبارک میں دے دی۔وہ دن اور آج کا دن اس آستانہ عالیہ کا میں غلام بن گیا۔

یہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باقاعدہ قرآن وحدیث شریف کا درس دیتے تھے۔میں نے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن پڑھا اس کے ساتھ ترجمہ اور حدیث مبارکہ بھی پڑھنے کا شرف ہوا۔یہ بھی میری بہت بڑی خوش قسمتی ہے جب سرکار نے پہلی مرتبہ سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں مریدوں کو بیعت کرنے کا سلسلہ شروع کیا تو میں ان چند خوش نصیب لوگوں میں شامل تھا جو سب سے پہلے بیعت ہوئے۔

ذکر واذکار کے ساتھ درس قرآن کا سلسلہ بھی جاری تھا روانہ بعد از نماز مغرب مولوی جی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ ہمیں درس قرآن شریف دیتے ساتھ ساتھ ترجمہ بھی سکھاتے۔وہ درس کیا تھا،علم ومعرفت کا سمندر تھا۔ایسے ایسے جواہرات ساحل پر آجاتے تھے کہ بڑے بڑے ذی شعور عالم فاضل محقق اسکالرز جو درس میں شامل ہوتے تھے سن کر واہ واہ سبحان اللہ کہہ کر مولوی جی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے علم کی داد دیتے تھے۔آپ درس سے فارغ ہو کر نماز عشاء پڑھاتے،اس کے بعد سب کو کھانا کھلاتے اور پھر رخصت فرماتے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس وقت بھی کسی کا دل جانے کو نہیں چاہتا تھا۔

اس کے علاوہ جب گیارہویں شریف کا مہینہ آجاتا تو آپ بڑے اہتمام سے گیارہویں شریف کا انتظام کرتے۔گیارہویں شریف کے دعوت نامے پورے صوبہ سرحد اور پاکستان کے دیگر علاقوں میں ارسال کرتے تھے۔آپ کا حافظہ مبارک اتنا مضبوط تھا کہ ہر عقیدتمند کا نام یاد تھا۔اگر کوئی کسی جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کر جاتا تو آپ کو یہ بھی یاد ہوتا۔اگر کوئی فوت ہو جاتا تو اس کے بیٹوں کے نام تک آپ کو یاد ہوتے۔ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کے نام پتے یاد رکھنا صرف مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فراست کا کمال تھا۔

یکم ربیع الثانی سے لے کر ۱۱ ربیع الثانی تک روزانہ صبح ختم غوثیہ پڑھا جاتا ہر ایک کو شیر چائے

اور روغنی (روٹی) پیش کی جاتی۔ بڑی گیارہویں کے دن صبح ۹ بجے سے لنگر مبارک کھول دیا جاتا، ہزاروں کی تعداد میں لوگ عقیدت و محبت سے آتے۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے پیار سے مصافحہ کرتے اور لنگر شریف کھلاتے۔ آپ کا حکم تھا کہ آنے والے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مہمان میں کسی کو خفا نہیں کرنا۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور جاری تا قیامت رہے گا۔۔۔ ان شاء اللہ!

اس مبارک مہینے میں لوگ اپنے گھروں میں بھی ختم غوثیہ کا اہتمام بڑی عقیدت سے کرتے ہیں لوگ آتے اور ختم شریف کا کہتے جبکہ ایک دن میں کئی کئی ختم ہوتے لیکن حضور نے کسی کا دل خفا نہیں کیا بلکہ ہنس کر فرماتے ضرور آئیں گے۔ ان دنوں ہم صبح کی نماز پڑھ کر مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ختم شریف پر نکل جاتے تھے۔ ایک گھر سے دوسرے گھر ہوتے ہوتے رات کے بارہ بج جاتے تھے لیکن مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ماتھے پر شکن، کوئی تھکاوٹ کے آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ وہی تبسمی چہرہ جیسے شبنم سے نکھرا ہوا گلاب ہو۔

آپ نماز جمعہ میں باقاعدہ خطابت بھی فرماتے تھے۔ سبزی منڈی کی جامع مسجد مہربانیہ میں آپ جمعہ کے دن جب تقریر کرتے تو مسجد کی اوپر نیچے تمام چھتیں بھری ہوئی ہوتیں۔ لوگ ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی اسرار و رموز، معرفت الٰہی اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی باتیں سننے کیلئے وقت سے پہلے پہنچ جاتے تھے تا کہ جگہ کا مسئلہ نہ ہو۔

آپ کسی حاکم وقت کی پرواہ نہیں کرتے تھے بلکہ جو سچی بات ہوتی اس کا برملا اظہار کرتے تھے۔ صدر جنرل محمد ایوب خان نے اپنے دور اقتدار میں ایک قانون نافذ کیا تھا جسے عائلی قوانین کہتے تھے جو کہ عورتوں کے متعلق تھے۔ لیکن یہ قوانین اسلام کے قانون سے متصادم تھے۔ مارشل لاء کا دور تھا کسی کو زبان کھولنے کی جرأت نہیں تھی لیکن مولوی جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے کھلے الفاظ میں اس کی مخالفت کی۔

آپ نے حج بیت اللہ شریف اور حضور پُر نور احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی حاضری کی سعادت بھی کئی بار حاصل کی۔ اس کے علاوہ آپ کو سیر و سیاحت کا بھی شوق تھا چنانچہ آپ

ہندوستان، افغانستان، ایران، شام، بحرین، عراق، نجف اشرف، کربلا معلی اور بغداد شریف میں حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر بھی حاضر ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ لندن اور امریکہ بھی تشریف لے گئے۔

اندرون ملک مجھ فقیر کو بھی حضور کے ساتھ سفر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ ایک مرتبہ حضور کے ساتھ لاہور جانے کا اتفاق ہوا۔ آپ اپنے جدامجد محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ صبح اٹھ کر صوفی رفیق صاحب کو کچھ رقم دی اور فرمایا جاؤ گوشت، سبزی، گھی سب کچھ لاؤ اور پکاؤ۔ دوپہر کا وقت ہوا تو بہت سارے لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے صوفی رفیق صاحب کو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ چونکہ کھانا کم اور لوگ زیادہ تھے اس لئے صوفی رفیق صاحب پس و پیش سے کام لینے لگا، آپ نے فرمایا رفیق کیا سوچ رہے ہو، دستر خوان بچھا دو یہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا لنگر ہے۔ سب نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا لیکن کھانا کم نہ ہوا۔

ایک مرتبہ ہم مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ایبٹ آباد جا رہے تھے راستے میں اٹک خورد کے مقام پر چائے کیلئے ٹھہرے۔ جب دریا کی طرف ہم لوگوں نے دیکھا تو ایک آدمی کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ سب نے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کیا آپ نے فوراً دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ آپ کے ڈرائیور جاوید احمد اور اس کے بھائی بھٹو نے دریا میں چھلانگ لگائی اور اس آدمی کو زندہ باہر نکال لیا۔

ایک مرتبہ ہم مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ راولپنڈی سے پشاور آ رہے تھے کہ بٹیاں یا برہان کے قریب مولوی جی صاحب کی گاڑی کا حادثہ ہو گیا مولوی جی صاحب سخت زخمی ہو گئے۔ سر اور بازوں پر کافی چوٹیں آئیں، خون تیزی سے بہنے لگا لیکن حضور کی زبان پر کوئی آہ کوئی کراہ نہیں تھی بلکہ آپ کی زبان مبارک سے اللہ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر جاری تھا۔

ایک مرتبہ آپ یکہ توت شریف سے باہر نئی مسجد (مسجد یا رسول اللہ) کی افتتاحی تقریب میں شریک ہوئے۔ میں بھی ساتھ تھا وہاں ایک شخص نے بڑے پرتپاک طریقے سے آپ کی قدم بوسی کی

لیکن وہ آدمی مسجد کی انتظامی کمیٹی کا نہ تھا کوئی قبائلی پٹھان معلوم ہوتا تھا جسے ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ جب رخصت ہو گئے تو اس شخص نے کہا میں علاقہ غیر کھجوری باڑہ کا رہنے والا ہوں، قتل کے جرم میں مجھ پر پھانسی کا حکم ہو گیا، تمام اپیلیں نامنظور ہو چکی تھیں کہ کسی طرح میری والدہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئیں اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ مسکرائے اور میری والدہ کو کہا جاؤ اللہ خیر کرے گا۔ وہی بات ہوئی پھانسی کے آخری دن مجھے باعزت رہائی مل گئی۔

آپ اپنے معمول کے مطابق صبح اپنے حجرہ مبارک میں تشریف آتے اور آئے ہوئے لوگوں کی دکھ فریاد سنتے۔ روتی ہوئی آنکھوں کو ہنسا دیتے، دکھے دلوں کو قرار دیتے، ہر کوئی مولوی جی صاحب سے مل کر خوش جاتا۔

آپ کے اخلاق بڑے عظیم تھے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ کی کون کون سی بات بیان کی جائے۔ آپ تو اعلیٰ اخلاق کا ایسا نمونہ تھے جس کی مثال موجودہ دور میں ناممکن ہے۔ آپ جب راستے پر چلتے کوئی بچہ سامنے آجاتا آپ اسے ضرور پیار کرتے تھے۔ ہر گزرنے والے کو سلام کرتے۔

ایک مرتبہ میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا کہ گلی میں خاکروب کے جھاڑو دینے کی وجہ سے کافی دھول ہو چکی تھی۔ ہر آدمی خاکروب سے دور ہو کر جا رہا تھا۔ جب سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس خاکروب کے پاس پہنچے تو اس کا حال احوال معلوم کیا اور خاکروب کو گلے سے لگا لیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران رہے کہ کہاں ایک خاکروب اور کہاں وقت کا ایک غوث۔

ایک مرتبہ میں عید کے دوسرے دن حضور سے ملنے آستانہ عالیہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوا تو اس وقت اتفاق سے مولوی جی صاحب کے پاس گل محمد خان صاحب (گل لوہے والے) بیٹھے تھے، آگے چائے مٹھائی اور فروٹ پڑا تھا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ آگے جا کر مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملوں۔ ویسے بھی ایک دن پہلے عید مل چکا تھا۔ میں ایک کونے میں دور بیٹھ گیا جب آپ کی نگاہِ کرم میری طرف اٹھی تو فوراً آواز دی ملک صادق دور کیوں بیٹھے ہو ادھر آؤ!۔

اپنے لئے چائے ڈالو اور مٹھائی کھاؤ اور گل محمد خان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے دیکھو ملک صاحب آ کر پھر ہم سے دور جا بیٹھے ہیں وہ بھی مسکرانے لگے۔ آپ کی کون کونسی محبت اور پیار کو دیا کیا جائے اس کیلئے ایک مضمون نا کافی ہے۔

ان میں اعلیٰ درجے کا صبر وضبط اور قوتِ برداشت تھی۔ ایک مرتبہ ہم مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گجبہار کے علاقے میں کسی گھر میں ختم غوثیہ پڑھ رہے تھے۔

ختم شریف میں دو ملاں جو کہ کسی دوسرے مسلک سے تعلق رکھتے تھے بھی بیٹھے تھے۔ ہم جب کلمات پڑھتے تو وہ مذاق اڑاتے کبھی پاؤں پھیلا دیتے۔ ہم سب لوگوں کو ان کی ان حرکتوں پر سخت غصہ آرہا تھا مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ہم نے سوچا ختم شریف کے اختتام پر ان دونوں کو پکڑتے ہیں اور ان کی حرکتوں کا جواب دیتے ہیں۔

لیکن مولوی جی صاحب کی فراست دیکھئے جب ختم پڑھ لیا گیا تو حضور نے ان کو اپنے پاس بلا کر بڑی شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، اپنے پاس بٹھا کر فرمایا مولانا صاحب مجھ گناہگار کیلئے دعا فرمائیں۔ اب ان ملاؤں کی حالت دیکھنے کے قابل تھی، ان کی نظریں زمین پر لگی ہوئی تھی، زبان گنگ ہو چکی تھی، بدن پر لرزا طاری تھا۔ اتنے میں دستر خوان لگ گیا مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے پلیٹوں میں کھانا ڈالا اور بڑے پیار ومحبت کے ساتھ ان کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔

حضور کی محبت بھری نگاہوں نے ان کی دل کی دنیا بدل دی تھی آگے بڑھ کر مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو اپنے گلے لگایا اور اتنی محبت دی کہ جب جانے لگے تو دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اسلامی کتب جمع کرنے کا بھی بہت شوق تھا اس لئے آپ کے کتب خانہ میں دنیا بھر کے علماء کرام کی لکھی ہوئی نادر اور نایاب کتابیں موجود ہیں آپ کے کتب خانے میں مصر، ایران، عراق، سعودی عرب، افغانستان، ہندوستان، سمرقند، بخارا ہر جگہ کے

علماء کرام کی کتابیں ملتی ہیں۔

آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے خود بھی کئی کتابیں اور رسائل لکھے ان میں چند ایک مشہور یہ ہے، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد (حصہ اول و حصہ دوم)، تذکرہ حفاظِ پشاور، انوارِ غوثیہ شرح شمائل نبوی، تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم، خوارق عادات، نمازِ مقبول، جنازے کے ساتھ ذکر جہر کرنا، صلوٰۃِ غوثیہ۔

اس کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں آپ کے مقالے اسلامی موضوعات پر ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کی زینت بن چکے ہیں اور تقریباً نصف صدی سے آپ کا مشہور پندرہ روزہ رسالہ "الحسن" مختلف اوقات میں شائع ہوتا رہا اور ماشا اللہ اب بھی جاری ہے اور اہل سنت والجماعت کا مکمل ترجمان ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مولوی جی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات کا احاطہ کرنا بڑا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جسے لوگ غوث وقت، ولی برحق، شیخ المشائخ، راہبر طریقت، امیر شریعت کہتے ہیں وہ اپنے آپ کو فقیر کہتے تھے اور فقیری بھی وہ جو اندر چھپی ہوئی تھی۔

میں نے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت پاک میں چالیس سال گزارے لیکن کبھی بھی ان کی زبان مبارک سے ایسی بات نہیں سنی جس سے آپ نے اپنے مرتبہ کا اظہار کیا ہو۔ تمام عمر اپنے مقام و درجے کو چھپائے رکھا۔ عام فہم باتیں اور عام لباس پہنتے تھے۔ سادگی آپ کی طبیعت میں رچی بسی تھی آپ نے تمام عمر سفید لباس زیب تن فرمایا۔

میرا ایمان ہے کہ مولوی جی حضور رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کل کی طرح آج بھی اور تا قیامت جاری رہیں گے۔ مولوی جی کی محبت ہمارے دلوں میں ہمیشہ کیلئے قائم رہے گی اور ہماری محبت مولوی جی سرکار کی اولاد پاک کے ساتھ بھی وہی رہے گی جو کہ مولوی جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی۔ دعا ہے کہ میرے مرشد کا آستانہ مبارک تا قیامت شاد و آباد رہے اور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چراغ اپنی روشنی بکھرتا رہے۔---آمین ثم آمین!

مولوی جی سرکار دے حضور

صابر حسین امداد

تصوف دی بستی دا یک شہنشاہ جڑے در تے مل دی ہر یک نوں پناہ
جیہڑا علم دی روشنی دا وے مینار جڑے کہری نکلو نا جناں دی راہ

اکھیاں دے وچہ جس دے مستی خمارے قدماں دے وچہ جس دے ویکھو بہارے
محبت دی دولت جیہے ساری ونڈی جیہے پیار ونڈ، جیہے پھل کھلارے

جڑے کول بدلے دے وچہ پھل وفادے جڑے دل دی نگری دے وچہ سچ ارادے
ازی یک نظر نل، مکھڑے تے لالی ازے یک کرم نل، جلوے حیاء دے

اوہ عاشق اے رب دا، محبت دے قصے سناوے انہاں نوں، جیہڑے بہت لے
ازے در تے جمع نیں طالب ہزاراں محبت دی چلی دے وچہ جیہڑے پھے

ازے در تے جا کے نہ کجھ منہ سی بولو
اوہ بولے تا تسبیح محمد دی رولو
ازے در تے انسان، جنات جمع
کہ جتین ایہہ جنگ سرے نفساں دے کولو

مولوی جی پیامبر تصوف

اور عاشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ڈاکٹر نور حکیم جیلانی

تاجدار ولایت، عالم باعمل، پیکر اخلاص وصدق وصفا، خود شناس وخدا شناس، آفتاب علوم معرفت، بندہ پرور وبندہ نواز، رہبر شریعت، پیر طریقت، واقف اسرار معرفت حضرت علامہ محمد سید امیر شاہ قادری گیلانی المعروف مولوی جی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کا سننا تھا کہ جیسے پاؤں سے زمین نکل چلی ہو، جیسے سر سے آسمان ہٹ گیا ہو، جیسے ہم یتیم ہو گئے ہوں یا، جیسے کسی نے ہمیں صحراو دشت وبیاباں میں تنہا و پیاسا چھوڑ دیا ہو یا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم ایک عظیم نابغہ روزگار سے محروم ہو چکے ہیں۔

مولوی جی کیا تھے؟ ان کا کیا مقام تھا؟ وہ کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے مجھے کچھ بھی پتہ نہ تھا لیکن جب پہلی بار ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم محبت کرنے والے پیامبر تصوف اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ ان کی محفل سے اٹھنے کو دل نہیں کرتا تھا۔تصوف کا نتیجہ عرفان حق ہوتا ہے اور یہ عرفان حق سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، تزکیہ نفس اور اخلاص عبادت پر عمل سے حاصل ہوتا ہے جبکہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم وعمل، تزکیہ نفس، مجاہدہ وریاضت اور اخلاص عبادت بندگانِ خدا کی خدمت کا ثمر ہوتا ہے اس لئے صوفی زمرۂ اولیاء میں سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ بیک وقت عالم باعمل، زاہد خوش مزاج، باکردار اور مخلوق خدا کا خدمت کنندہ ہوتا ہے مولوی جی رحمت اللہ علیہ اسی طبقے میں سے تھے انہی لوگوں کے متعلق قرآن فرماتا ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَيْھِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ (۶۲) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ (۶۳) لَھُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰہِ ط ذٰلِكَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (یونس: ۶۴)

ترجمہ: سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے۔دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔یہی بڑی کامیابی ہے۔(ترجمہ از کنزالایمان)

انہی لوگوں پر اللہ جل شانہ آخرت میں اپنا خاص کرم فرمائے گا یہاں تک کہ انبیاء کرام اور شہداء عظام ان لوگوں پر رشک کریں گے۔مشکوٰۃ شریف کی حدیث مبارک ہے۔

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَاُنَاسًا مَا ھُمْ بِاَنْبِيَاءَ وَلَا شُھَدَاءَ يَغْبِطُھُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّھَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِھِمْ مِنَ اللّٰہِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُخْبِرُنَا مَنْ ھُمْ قَالَ ھُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرَوْحِ اللّٰہِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَھُمْ وَلَا اَمْوَالٍ يَتَعَاطُوْنَھَا فَوَاللّٰہِ اَنَّ وُجُوْھَھُمْ لَنُوْرٌ وَ اِنَّھُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَ لَا يَحْزَنُوْنَ ؤ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ ـــالخ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: خدا کے بندوں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہدا مگر قیامت کے دن خدا کے دربار میں ان کے مراتب و درجات پر انبیاء کرام اور شہداء عظام بھی رشک کریں گے۔صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں خبر دیجئے کہ وہ کون لوگ ہیں۔ارشاد فرمایا کہ یہ وہ قوم ہے کہ بغیر کسی رشتہ داری کے اور بغیر کسی مال کے لین دین کے صرف اللہ کی رحمت یعنی اس کے دین کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے رہے ہیں خدا کی قسم ان کے چہرے نور کے ہوں گے اور وہ نور کے اوپر ہوں گے جب سب لوگ ڈر رہے ہوں گے یہ اس وقت بے خوف ہوں گے جب سب غم میں ہوں گے یہ سب اس وقت بے غم ہوں گے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ

عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ تلاوت فرمائی۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی طبقے میں سے تھے۔ مولوی جی صاحب میرے شیخ طریقت تھے اور نہ میرے استاد مکرم، وہ نہ میرے والد محترم تھے اور نہ میرے ہم مکتب، نہ وہ میرے خاندان کے تھے اور نہ میں ان کے قبیلے کا، وہ "سید" تھے اور میں "ارائیں"، نہ وہ میرے محلے دار تھے نہ معاصر، نہ میں ان کا خدمت کنندہ تھا اور نہ وہ میرے مخدوم۔ مگر وہ کیا رشتہ تھا جس نے مجھے ان کا پرستار بنا دیا۔

یہ مذکورہ بالا حدیث کا عملی اظہار تھا جو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق، خلوص، غریب پروری، آفاقی سوچ، بنی نوع انسان کی خدمت، اتباع و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمت دین کی مسرت میں ہمیں ملا۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ میرے شیخ طریقت بھی تھے اور میرے مربی و استاد مکرم بھی، وہ میرے والد بھی تھے اور میرے طرف دار بھی، وہ میرے ہم مکتب بھی تھے اور میرے ہم عصر بھی۔

ان کی محبت اور خلوص کا اظہار اس طرح ہوتا کہ جب میں حاضر خدمت ہوا تو فرماتے آپ عالم و حافظ ہیں اس لئے مجھ پہ ضروری ہے کہ میں آپ کا ادب و احترام کروں اس لئے تم میرے قبیلے سے ہو تم میرے محلے دار ہو تم میرے ہم مکتب ہو ہم عمر ہم عصر ہو۔ میں کہتا کیوں شرمندہ کرتے ہیں کیا آپ اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور عالم نہیں ہیں کیا آپ غلامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ اس لئے ہم فرض ہے کہ ہم آپ کا ادب و احترام کریں تب مولوی جی صاحب مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے رحمت دین کے حوالے سے محبت، مجھے آپ کے حوالے سے سمجھ آئی کہ "سید زادے" کی نشانی یہ ہے کہ وہ "امتی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرے گا" اور یہ فلسفہ صرف آپ کی صحبت فیض سے میری سمجھ میں آیا ہے۔

انہوں نے مجھے وہ اسرار معرفت بتلائے کہ شاید ہی کوئی صوفی کسی کو بتلائے، وہ رہنمائی کی کہ شاید ہی کوئی استاذ اپنے شاگردوں کی کرے، وہ محبت اور تعاون دیا کہ شاید ہی کوئی والد اپنے بیٹے کو دے۔ تصوف کا موضوع ہو توحید اور باعمل صوفیاء کرام کے فارسی، عربی، اردو اشعار پر گفتگو فرما کر

رہنمائی کرتے۔

تفسیری نکات ہوں تو مفسرین کا حوالہ دیتے ،افتاءنویسی کا مسئلہ ہو تو فتویٰ سمجھاتے ،بتاتے اور فرماتے اب خود تحقیق کرو میں فتویٰ نہیں دیتا۔ادبی گفتگو ہوتی تو فی البدیہہ وہ جملے ارشاد فرماتے کہ جنہیں سیکھنے میں شاید ہمیں عمر لگے ۔سیاسی گفتگو پر تو لا جواب کر دیتے۔

انہی لوگوں کے متعلق صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اپنی تمام خواہشات نفس کو مٹا کر اللہ کی رضا پر عمل پیرا ہوتے ہیں مولانا روم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے متعلق فرمایا

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

ترجمہ:ان کا کہا اللہ کا فرمان ہوتا ہے اگر چہ بظاہر وہ اپنے زبان و نفس سے بولتے ہیں چونکہ نفس کو اللہ کی خاطر مٹا دیتے ہیں اس لئے ان کا کہا اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔

انہی کے متعلق قرآن کہتا ہے

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر: ۲۸)

ترجمہ:اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں (ترجمہ از کنز الایمان)

وہ صوفی تھے تصوف اور احسان سے واقف صوفی یعنی زاہد پر خلوص تھے قرآن فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (البقرہ: ۱۹۵)

ترجمہ: بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں (ترجمہ از کنز الایمان)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''منہاج العابدین'' میں تصوف کے حوالے سے انسانوں کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے بہترین صوفی کو اسی طرح خراج عقیدت پیش کیا ہے فرماتے ہیں

اَلنَّاسُ کُلُّھُمۡ مَوۡتٰی اِلَّا الۡعُلَمَاءَ وَالۡعُلَمَاءُ کُلُّھُمۡ نِیَامٌ اِلَّا الۡعَامِلِیۡنَ وَالۡعَامِلُوۡنَ کُلُّھُمۡ فِیۡ خُسۡرٍ اِلَّا الۡمُخۡلِصِیۡنَ وَالۡمُخۡلِصُوۡنَ کُلُّھُمۡ عَلٰی خَطَرٍ اِلَّا الۡخَائِفِیۡنَ

ترجمہ: تمام انسان مردہ ہیں مگر علماء کرام زندہ ہیں اور پھر تمام علماء سو رہے ہیں مگر وہ علماء جو باعمل ہیں جاگ رہے ہیں اور پھر تمام باعمل علماء نقصان میں ہیں مگر وہ جو مخلصین خلوص والے ہیں وہ نقصان میں نہیں ہیں اور تمام مخلصین کو خطرہ ہے مگر وہ مخلصین جو اللہ سے ڈرتے ہیں ان کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ پریشان ہوں گے۔ اسی لئے تو بقول شخصے

خاصان خداء خدا نباشد
لیکن از خدا جدا نہ نباشد

ترجمہ: یہ وہ نیک لوگ ہیں جو خدا نہیں ہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہیں۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزندان کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا "طمع، جمع، منع نہیں کرنا ہے" دریافت کیا گیا کیا مطلب؟ فرمایا "کسی سے طمع نہ رکھو صرف اللہ سے مانگو وہ سب کو عطاء کرتا ہے تمہیں بھی دے گا۔ دنیا کا مال مت جمع کرو، غریبوں اور مستحقین پر خرچ کرو اور جب کوئی تم سے کچھ مانگے اور تمہاری مدد کی ضرورت پڑے تو اس کو منع نہ کرو بلکہ ہر حالت میں اس کی مدد کرو"۔

یہ بات صرف اور صرف وہ لوگ کرتے ہیں جو کہ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے درجے پر فائز ہوں اور ہم تذکرۃ الاولیاء اور صوفیاء کرام کے ملفوظات وغیرہ میں اولیاء کرام اور صوفیاء کرام کے اقوال زرین اور وصیت نامہ پڑھتے ہیں تو ان میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ جنید بغدادی، حضرت اویس قرنی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت معروف کرخی، حضرت امام مالک، حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت بشر حافی، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت ابراہیم بن ادھم، حضرت حسن بصری، حضرت حبیب عجمی، حضرت مالک بن دینار وغیرھم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مزاج، فلسفے اور سوچ کے صوفی دکھائی دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بقول داغ دہلوی

بھرے ہیں تجھ میں وہ لاکھوں ہنر اے مجمع خوبی
ملاقاتی ترا گویا بھری محفل سے ملتا ہے

چونکہ مذکورہ بالا صوفیاء و اولیاء سے ہمیں شرف نیاز نہیں رہا تھا اس لئے ہمیں ان کے فلسفے کو سمجھنے

میں تامل ہوتا ہے مگر جب مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بالمشافہ و بالمشاہدہ زیارت اور شرف نیاز قائم ہوا تو پھر ہمیں سمجھ آئی کہ اولیاء کا وجود دنیا کیلئے باعث رحمت اور انسانوں کیلئے باعث نجات ہوتا ہے۔

آپ کی محفل میں کوئی امیر سے امیر شخص آئے یا غریب سے غریب آپ کا درس سب کو یکساں فیض عطاء کرتا۔ پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ مولانا جامی فرماتے ہیں

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
اندریں راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

یہاں تو عشق کا سلسلہ چلتا ہے اور عشق کے بندوں میں نام و نسب حسب و حشمت کوئی مقام نہیں رکھتا۔ جب مولوی جی صاحب سے قربت حاصل ہوئی تو پتہ چلا کہ یہ قلندر تو جدی پشتی سلسلۃ الذہب کا خلیفہ ہے اور سلسلۃ الذہب کیا ہے؟ مگر سلسلۃ الذہب کا تعارف کرنے سے پہلے مجھے اتباع رسول اور پیروی اسلاف کے حوالے سے شیخ سعدی کا یہ شعر یاد آتا ہے فرماتے ہیں

خلاف پیامبر کسے را گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

کہ بغیر رہنما کے کوئی انسان منزل مقصود تک رسائی نہیں کر سکتا اور جو اولاد رسول ہو پھر اس اولاد رسول میں اولیاء و صوفیاء کا خانوادہ ہو اور پھر خانوادہ میں صاحب کمال بزرگ ہو تو کیا کوئی ان کے بغیر منازل سلوک طے کر سکتا ہے ۔۔۔ ہرگز نہیں۔ پس تو سلسلۃ الذہب برصغیر میں سادات گیلانیہ کا ایک خانوادۂ طریقت ہے جو کہ "قادریہ گیلانیہ حسنیہ" کے نام سے معروف ہے۔ اس خانوادہ کا خاصہ یہ ہے کہ اس خانوادہ کا ہر ایک سجادہ نشین عصر حاضر سے لے کر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک اپنے والد گرامی قدر کا مرید، خلیفہ اور ماذون ہوتا ہے تو مولوی جی صاحب وہ ہستی ہیں جو کہ اس سلسلۃ الذہب کے خلیفہ و ماذون اور مرید تھے۔

یہ سلسلہ مبارک مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذات برکات کے ساتھ منسوب ہے جو کہ ۱۰۸۷ھ میں پشاور وارد ہوئے اور جن کا

مزار مبارک پشاور میں کوہاٹ روڈ کے قریب مرجع خاص و عام ہے اور ان کے جد امجد سندھ ٹھٹھہ کے عارف کامل، عالم اجل حضرت پیر سید عبد اللہ شاہ صاحب المشہور بہ "صحابی رسول ﷺ" ہیں جن کا سلسلہ نسب وطریقت چودہ واسطوں سے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے بعد تیرہ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ حضور پر نور ختم المرسلین ﷺ سے جاملتا ہے۔

حضرت ابو البرکات سید حسن قادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مجاہد، ولی کامل اور عالم اجل بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے سفر کے احوال جو کہ انہوں نے پشاور، ہزارہ، افغانستان، کشمیر، پنجاب اور انڈیا پر مشتمل ہیں بڑے سبق آموز ہیں اور ہر جگہ دین کی خدمت کے حوالے سے مدرسہ خانقاہ اور اولاد امجاد کے صدقہ جاریہ چھوڑا جس کے فیوض وبرکات ابھی تک عالم ہست وبود میں روشنی کیئے ہوئے ہیں۔ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی کے فرزند ارجمند تھے جنہوں نے بخاری شریف کی شرح اور کئی دیگر کتب تصنیف کیں۔

ان کے بعد سید آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ جن کے نام سے مولوی جی صاحب کی خانقاہ منسوب ہے بھی ایک عظیم مجاہد گزرے ہیں جنہوں نے سرکار انگلیسیہ کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور خود مولوی جی صاحب کے والد محترم برہان العاشقین حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ قادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو ایک عظیم روحانی وسیاسی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ حافظ قرآن بھی تھے اور جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی رہنمائی کی خاطر خانقاہ معلّی سے نکل کر رسم شبیری پر عمل کرتے ہوئے سرحد مسلم لیگ کے ذریعہ تحریک پاکستان میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عظیم مجاہد صفت اکابر کے فرزند ارجمند ہیں جن کا آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان یکہ توت دو صدیوں سے روزانہ ہزاروں افراد کے ذوق طلب اور اخلاص کے مطابق ان کی خدمت کر رہا ہے۔ حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کئی عشرے تک خدمت دین کرتے رہے اور اب مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند اور خلیفہ ماذون حضرت سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا مدظلہ العالی لوگوں

کی خدمت پر مامور ہیں۔

قرآن مجید فرقان حمید ان بزرگ ہستیوں کے متعلق فرماتا ہے" کہ جو لوگ خالق کی خلوص دل سے اطاعت وعبادت کرتے ہیں تو اللہ ان لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت اور چاہت ڈال دیتا ہے" ہم خوش ہیں کہ خدا نے ہمیں یاد رکھا ہوا ہے اور ہم اس کے نیک بندوں کی تعریف وتوصیف کر رہے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (طٰهٰ: ۹۶)

ترجمہ: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کیلئے رحمٰن محبت کردے گا (کنزالایمان)

یہی وجہ تھی کہ جب مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو پورا شہر ان کے آخری دیدار اور سفر آخرت کے استقبال کو آن حاضر ہوا۔ یہ مرتے نہیں بلکہ اس جہاں سے حقیقی مالک کے ملنے کو جنت الفردوس کا سفر کرتے ہیں۔ انہوں نے اللہ سے محبت کی، لوگوں نے ان کی عزت کی اور ان سے محبت کی۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر مخلوق خدا کی خدمت کی ہے۔ علماء کا طائفہ ہو یا صوفیاء کا گروہ سب کے مسائل حل کئے۔

ادارہ تبلیغ اسلام ہو یا جمعیت سادات کی تنظیم سازی، جمعیت علماء پاکستان کے حوالے سے شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ میں کردار ہو یا جماعت اہل سنت کے زیر اہتمام مسلک حقہ کی اشاعت، شاہ محمد غوث اکیڈیمی کے زیر اہتمام اشاعت کتب ہو یا پندرہ روزہ "الحسن" پشاور کے ذریعہ امت کی اصلاح احوال کے مضامین، انجمن محبان اولیاء کے پروگرام ہوں یا انجمن خدام اولیاء و جشن عید میلاد النبی کے جلوس یا خلفائے راشدین کے ایام، مساجد میں خطبات جمعہ ہوں یا گھر پر ایام عرس، کسی ادبی مشاعرہ کے انعقاد کا بندوبست ہو یا انجمن طلبہ اسلام کے تعاون کی بات ہو یا درس وتدریس ہو یا مریدین اور شاگردوں کی تربیت سلوک، گیارہویں شریف کا پروگرام ہو یا شہر میں کسی کی دعوت مقامی وملی تحریک کے پروگرام ہوں یا مملکت خداداد کے شہروں کے مسائل پر جرگہ آپ کا تعاون ہر ایک کو نصیب رہا۔

پیکر اخلاق نبوی ﷺ

قاری حافظ عبداللطیف سکنہ بڈھائی
مدرس گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول چمکنی پشاور

تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے جب میں مسجد منڈی بیری پشاور شہر میں بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھایا کرتا تھا اور حفظ بھی کرواتا تھا اور ملا سلطان ان دنوں اس مسجد میں امامت کیا کرتے تھے۔ میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد اپنے گاؤں بڈھائی سے نکلتا اور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہوتا۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف رکھتے، مجھے پڑھانا شروع کر دیتے۔ پھر اسی دوران اندر سے چائے آجاتی اور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجھے اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر عنایت کرتے تھے جس سے مجھے بڑی شرمندگی محسوس ہوتی تھی۔

پہلے دن میں نے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا حضور میں تو ہر روز آیا کروں گا اور روزانہ آپ مجھے چائے پلائیں گے یہ مناسب نہیں ہے، آپ نے یہ جو مہربانی کی کہ پڑھانا شروع کیا تو یہی سب سے بڑی عنایت ہے۔ تو مولوی جی صاحب کہنے لگے، قاری صاحب حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا لنگر ہے، آپ ہر روز یہاں میرے ساتھ ناشتہ کیا کریں اور دل میں کچھ بھی نہ لائیں۔

پھر میں نے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے پہلے خلاصہ کیدانی پڑھا اس کے بعد منیۃ المصلی پڑھی پھر نور الایضاح پڑھی اور پھر قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ یہ سلسلہ تقریباً ساڑھے تین چار سال تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی ناشتہ کیا کرتا تھا۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ خود مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ چائے کا ٹرے اٹھائے ناشتہ لا رہے ہیں۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں سے مجھے اس عرصہ میں محلہ کلغان کی مسجد میں امامت مل گئی۔ پھر میں مستقل پشاور شہر میں ہی رہنے لگا اور اب میں صبح کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے پاس آنے لگا اور جب بھی کھانے کا وقت آتا تو یہاں پر موجود تمام لوگ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے اور اکثر وبیشتر کھانا خود مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لے کر آتے اور اگر باہر سے مہمان وغیرہ آجاتے تو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود ان کے ہاتھ دھلاتے، ہم لوگ اگر آگے ہو کر لوٹا اور چلمچی وغیرہ لینے کی کوشش کرتے تو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیں نہ دیتے اور خود مہمانوں کے ہاتھوں پر پانی ڈالتے۔

اس زمانے میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی نماز جامع مسجد مہربانیہ سبزی منڈی میں پڑھایا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس مسجد جایا کرتا تھا۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انداز خطابت عام علماء کرام سے جدا ہوا کرتا تھا۔ آپ کی گود میں قرآن مجید رکھا ہوتا ایک آیت کی تلاوت فرماتے، اس کا عام فہم اردو ترجمہ بیان فرماتے پھر اس کی وضاحت کرتے اور پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے، پوری تقریر اس طریقے سے ہوا کرتی تھی۔

ہمارے گھر (بڈھائی) کے ساتھ ایک گھر تھا۔ جس میں ایک نوجوان نے کبوتر پال رکھے تھے، ہر وقت شور وغوغا رہتا جس سے گھر والے پریشان ہوتے۔ ان کا گھر دومنزلہ تھا، اوپر والی منزل میں وہ لڑکا کھڑا ہو جاتا جس سے ہمارے گھر کی بے پردگی بھی ہوتی تھی۔ میں نے ایک مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے، جب چاند نیا ہو تو پھر آنا یعنی اسلامی مہینہ کا آغاز ہو جائے تو کہنا۔

الغرض جب نیا مہینہ شروع ہوا تو میں نے یاددہانی کروائی تو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھ کر اس ہمسائے کے گھر کی طرف پھونک دیا کرو۔

چنانچہ کچھ دن میں نے یہ عمل کیا تو اس آدمی کے تمام کبوتر بھاگ گئے۔ وہ بازار سے اور کبوتر خرید کر لایا لیکن وہ بھی بھاگ گئے۔ کئی مرتبہ وہ ایسا ہی کرتا رہا لیکن کبوتر بالکل نہیں ٹھہرتے تھے۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے کبوتر بازی چھوڑی اور اللہ تعالیٰ نے مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مہربانی سے اس مصیبت سے نجات دلائی۔

چشمہ فیض

ڈاکٹر جمیل احمد صابری

قلب وذہن کو ابھی تک یہ تلخ حقیقت گوارا نہیں کہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔تاہم امید کی یہ سچائی ڈھارس بندھاتی ہے کہ پردہ کر جانے کے باوجود حضرت مولوی جی رحمت اللہ علیہ اپنے روحانی فیض،شفقت،علمیت اور انسان دوستی جیسے اوصاف حمیدہ کی بناء پر ہمیشہ ہمارے درمیان رہیں گے۔

میں اسے اپنے لئے اعزاز، برکت اور ذریعہ نجات سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے مجھ حقیر پر تقصیر کو بطور معالج حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا موقع نصیب فرمایا۔مجھ جیسے عاصی کی خدمت چہ معنی دارد۔ بس قرب کا ایک وسیلہ تھا،ورنہ جس چشمہ فیض سے ایک جہاں سیراب ہوتا آیا تھا وہ ہماری مسیحائی کا چنداں محتاج نہ تھا بلکہ یہ تو ہمارے نصیب جاگ اٹھے تھے کہ کسی بہانے ان کی قربت اور حصول فیض کا موقع ملا تھا۔

یہ اللہ کا فضل وکرم تھا کہ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہمارے گھرانے کو آباؤ اجداد سے ہی حب اہل بیت سے نوازے رکھا۔اور یہ اسی عقیدت کا ثمر تھا کہ ہم مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد سے ہی اس گھرانے کے غلام چلے آتے ہیں۔والد محترم حاجی شیر احمد صابری قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن اور لڑکپن کے ساتھی رہے اور اسی در پر کھیلتے بچپن گزارا۔پھوپھی امت الرسول کو حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے بہن بنا رکھا تھا اور وہ اس گھرانے کی خلیفی کہلاتی تھیں۔انہوں نے ساری عمر اس گھرانے کی خدمت کو ہی اپنا متاع حیات سمجھا اور یہ مولوی جی کی شفقت برادرانہ کا فیض ہے کہ پھوپھی کے کو دکھلائے ننھے منے مولوی جی کے پھول آج سن جوانی کو چھونے کے بعد بھی ابھی تک ان کو اپنی پھوپھی کہہ کر یاد کرتے ہیں اور ہمیں اپنا کزن سمجھ کر اپنوں سے کہیں زیادہ اپنائیت ومحبت کی بارش کرتے ہیں۔

والد صاحب مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے آنگن میں کھیلتے جوان ہوئے۔ دونوں کی شادیاں بھی ایک سال کے وقفے سے ہوئیں اور پھر اکٹھے سفر حج بھی نصیب ہوا۔ میرے والد صاحب اکثر حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضور آغا جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ ماجدہ کی شفقت کے قصے مزہ لے لے کر سناتے ہیں۔

میری آنکھوں کے سامنے یہ ہیولا جھول جاتا ہے کہ میں بہت کمسنی یعنی چار پانچ سال کی عمر میں اس آستانے کے صحن میں اپنے آپ کو کھیلتے ہوئے پاتا ہوں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ پہلی مرتبہ والدہ کی انگلی پکڑے میں گیارہویں شریف کی نیاز کھانے دوپہر کو جب اس در کی ڈیوڑھی میں داخل ہوا تو حضرت مولوی جی دروازے کے قریب کرسی پر پگڑی باندھے بیٹھے تھے۔

والد محترم نے مجھے آگے بڑھ کر ہاتھ چومنے کو کہا تو مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور "تھاپڑا" لگایا اور فرمایا "آج سے یہ ہمارا بچہ ہے" اور پھر وہ دن اور آج کا دن ہم اس در کے ہوکر رہ گئے۔

بچپنے میں نیاز سے فارغ ہو کر زنان خانے میں چلا جاتا اور ویسے بھی والدہ کے ساتھ اکثر جانا ہوتا تو حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ ماہ گل صاحبہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہا رش کے باوجود اپنے پاس تخت پر بٹھا لیتیں، شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرتیں اور گاہے بگاہے شرینی سے نوازتی رہتیں اور پھر "گٹ" باندھ دیتیں۔

اور یوں اس در سے وابستگی کی ابتداء ہوئی جو ماہ و سال گزرنے کے ساتھ ساتھ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم اور شفقت بزرگانہ کی بدولت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔ گاہے گاہے جب بھی مولوی جی کی خدمت اقدس میں حاضری کا موقع ملتا ان کے شفیق رویہ سے یہ تاثر ملتا جیسا کہ وہ مجھ پر دوسروں کی نسبت زیادہ مہربان ہیں اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے والے سبھی افراد کو اپنی اپنی جگہ یہی محسوس ہوتا۔

ان کی مجلس میں بیٹھ کر ایک عجیب دلی سکون ملتا۔ وہ کچھ بولیں نہ بولیں ان کو دیکھ دیکھ کر ہی

حاضرین مجلس اطمینان قلب حاصل کئے جاتے۔ان کا ہاتھ صرف دینے والا تھا۔ان کے در سے کبھی کوئی تہی دامن نہیں لوٹا۔روحانی فیض کے ساتھ ساتھ دنیاوی غذا بھی ملتی۔سبحان اللہ نہ کسی سے کوئی توقع نہ طمع۔مخلوق خدا کی روحانی وجسمانی بھوک و پیاس مٹاتے جاتے۔

ایک مرتبہ آپ ڈیوڑھی میں حسب معمول درس میں مصروف تھے۔لوگوں کا ہجوم ہمہ تن گوش تھا۔میں جب پہنچا تو کہیں بھی جگہ نہ پا کر دور ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔اسی دوران حضور مولوی جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر اوپر دیکھے ہاتھ سے دو مرتبہ یوں اشارہ کیا جیسے کسی کو بلا رہے ہوں۔قریب بیٹھے مریدین کے پوچھنے پر کہا کہ جمیل صابری کو یہاں بلاؤ۔اس شفقت پر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔میں اس وقت کالج میں پڑھتا تھا۔

جب درس میں وقفہ ہوا تو احوال پوچھا۔میں نے عرض کی مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ دعا کیلئے حاضر ہوا ہوں۔دعا فرمائی اور ساتھ ہی پشت پر رکھے چھوٹے سے ڈبے سے ایک ایسا تحفہ از خود عنایت فرمایا جو ابھی تک تیس سال گزرنے کے باوجود میں نے سنبھال کر رکھا ہوا ہے اور وہ تحفہ حضور نبی اکرم ﷺ کے روضہ انور کی خاک پاک تھی۔اس تحفہ کا فیض تھا کہ اللہ نے کئی کامیابیاں عطا فرمائیں اور بعد میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے سید محمد سبطین شاہ قادری گیلانی المعروف حضرت تاج آغا صاحب نے بھی اسی نوعیت کے نایاب تحائف مجھ فقیر کو عطا فرمائے جن کو اپنے پاس پا کر میں اپنے آپ کو دنیا کا سب سے خوش نصیب انسان سمجھتا ہوں۔

میڈیکل کالج میں ایڈمشن بھی آپ کی دعاؤں کے طفیل ہوا۔بعد کے دور میں آپ کی کرامت کا ایک بیان یوں ہے کہ تین سال مسلسل کل پاکستان میں فرسٹ آنے کے باوجود میرا بیرون ملک سپیشلائزیشن کا سکالرشپ سرکاری اہلکاروں کی اقرباء پروری کی وجہ سے کسی اور کے حوالے کر دیا جاتا۔جس سے میرے دل ودماغ میں مایوسی چھا گئی۔

میں حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔یہ آپ کی دعاؤں کا ہی اثر تھا کہ چوتھی مرتبہ اس سکالرشپ کا حصول ممکن ہو گیا۔کو کہ اس مرتبہ بھی حکومت کے اعلیٰ

افسران نے میرا اسکالرشپ روک لیا تھا۔لیکن آپ نے فرمایا جمیل صبر سے کام لو اس مرتبہ کوئی دوسرا تمہارا حق نہیں چھین سکتا، تم ضرور جاؤ گے۔اور پھر یوں ہوا کہ بڑے بڑے سرکاری عہداروں کے منظورِ نظر سرکاری کاغذات میں فائنل ہونے کے باوجود وقت آنے پر نجانے کیسے رہ گئے اور میں امراض جلد میں سپشلائزیشن کیلئے بیرون ملک چلا گیا۔

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امراض جلد کے جتنے مریض بھی دم کیلئے لائے جاتے۔آپ انہیں علاج کا مشورہ بھی دیتے اور یہ ان کی شفقت اور مجھ پر اعتماد تھا کہ اکثر میرے پاس بغرض علاج بھجواتے جن کا بلا معاوضہ علاج کرنا میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا۔

اس کو دیکھتے ہوئے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حاضری کے دوران مجھے ہدایت فرمائی کہ "رزق حلال کا حصول سنت ہے ،صاحب استطاعت افراد سے اپنا حق ضرور وصول کیا کرو یہ میری نصیحت ہے"۔سبحان اللہ آپ کی اپنے شیدائیوں کے ہر پہلو پر نظر تھی۔ساتھ ہی یہ نصیحت بھی فرمائی کہ کبھی مال و زر جمع نہ کرنا۔

آج جبکہ اللہ کے فضل سے میں بھی صاحب اولاد ہوں اور بچے کالج و یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں تو یہ اللہ کا کرم ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے اور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم ہے کہ بچے بھی از خود اسی در کے دیوانے ہیں اور سکون و فیض کیلئے یہی در کھٹکھٹاتے ہیں۔تمام بچوں کے نام کے پہلے حروف بھی مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ہدایت کردہ ہیں۔بیٹا مہیمن صابری اکثر کہتا ہے کہ ابو مجھے ٹینشن کی حالت میں مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر ہی سچا سکون ملتا ہے۔

اور یہ تو وہ آستانہ ہے جہاں اکثر لوگ صرف سکون حاصل کرنے آتے ہیں۔جب بھی کسی کو کوئی پریشانی گھیر لیتی تو ہر کوئی یہ کہتا چلو مولوی جی کے پاس چلتے ہیں دعا کیلئے۔سبحان اللہ یہ چشمۂ فیض عام تھا۔ان کی صحبت کا فیض ہے کہ آج الحمدللہ دل میں مال و زر سے کوئی انس ہی نہیں۔اگر کچھ ہے تو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حب اہل بیت، حب صحابہ اور حب اولیاء کرام ہے۔دل یہی چاہتا ہے کہ زندگی کے جو لمحے ابھی باقی ہیں ان برگزیدہ ہستیوں کی اطاعت میں گزر جائیں۔

اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر

بشکریہ ماہنامہ "سوئے حجاز"

جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی سینئر نائب صدر، حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری قدس سرہ کے سجادہ نشین اور صوبہ سرحد کے نامور عالم دین حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی المعروف مولوی جی صاحب ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو پشاور میں رحلت فرما گئے، آپ کی عمر ۸۵ برس تھی آپ کی نماز جنازہ ۲۸ اکتوبر کو اڑھائی بجے وزیر باغ پشاور میں آپ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ نورالحسنین سلطان آغا صاحب نے پڑھائی جبکہ پشاور کی تاریخ میں سب سے بڑا جنازہ تھا۔ ایک اندازے کے مطابق شرکاء کی تعداد ایک لاکھ بیان کی جاتی ہے۔

آپ تقریباً اڑھائی درجن کتب کے مصنف تھے مزاج میں حد درجہ اخلاص، نرمی اور شفقت پائی جاتی تھی۔ سراپا ایثار تھے دین ومذہب اور ملک وملت کیلئے قربانیاں دینا انہیں ورثہ میں ملا تھا۔ آپ کا گھرانہ قدیم مسلم لیگی گھرانہ تھا۔ پشاور میں قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ آپ کے والد گرامی کے مہمان بنتے تھے۔

آپ کو شیخ الاسلام قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ اعتماد حاصل رہا۔ آپ کی لائبریری نہایت اہمیت کی حامل ہے، جس میں بے شمار نادرونایاب کتب اور مخطوطے محفوظ ہے۔ آپ کے سات بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں اور ماشاء اللہ سب دینی حوالے سے مستعد ہیں۔ حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے آپ کا نسبی تعلق بھی تھا اور آپ کو یہ بھی اعزاز حاصل تھا کہ آپ کے تمام اجداد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک اپنے والد، دادا، پردادا اور یوں حضرت علی رضی اللہ عنہ تک سلسلۃ الذہب تھا۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں آپ کا انٹرویو ماہنامہ سوئے حجاز کی زینت بنا۔ آپ نے میری درخواست پر اپنی کئی خاندانی وظائف کی اجازت عطا فرمائی اور قارئین کیلئے اجازت عام بھی فرمائی۔ آپ کے سن (باقی صفحہ نمبر ۲۸۴ پر)

امیر دولت دین محمد عربی

باسط سلیم

چراغ راہِ حقیقت امیر شاہ نمائند
امیر شہر طریقت، امیر شاہ نمائند

امینِ دولت دین محمد عربی
حفیظ کنز شریعت، امیر شاہ نمائند

فروغ دجلہ و جیحون حکمت و دانش
بہارِ حسن طبیعت، امیر شاہ نمائند

گزشت از سر ما ابر اتحاد گزشت
نگاہ دارِ جمعیت، امیر شاہ نمائند

کمالِ رونق و تہذیب بزمِ آرائی
جمالِ طینت سیرت امیر شاہ نمائند

دلوں کو منور کرنے والی شخصیات

مشتاق شباب

بعض موضوعات ایسے ہوتے ہیں یا اچانک سامنے آجاتے ہیں کہ دنیا بھر کے اہم ترین واقعات اور ان سے وابستہ موضوعات اپنی اہمیت وافادیت کے حوالہ سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ آج ایسی ہی صورتحال کا سامنا ہے کئی موضوعات اور بڑی بڑی سرخیوں والی خبریں اس ایک واقعہ کے سامنے ہیچ لگ رہی ہیں اور قلم گویا راضی نہیں کہ اس موضوع کو چھیڑے بغیر آگے بڑھ سکے۔

بظاہر تو یہ ایک خبر تھی کہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحلت فرما گئے ہیں مگر یہ آج کے دور کی اتنی بڑی، دردانگیز اور دلوں کو دکھی کر دینے والی خبر ہے کہ جیسے وقت کی طنابیں رک گئی ہوں، وقت نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا ہو کیونکہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت اس شہر کی سماجی، روحانی، علمی اور ادبی دنیا کے دل کی سی تھی اور جب دل ہی دھڑکنا بند کر دے تو ساری حرکتیں خود بخود معدوم ہو جاتی ہیں۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور کے باسیوں کے اذہان وقلوب پر فکری اور روحانی طور پر راج کرتے تھے۔ ان کی شخصیت کی عظمت کا پیمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا، ان کی رہائش گاہ پر ہر مسلک اور فرقے کے لوگ آکر ان سے فیض یاب ہوتے تھے۔

ان کی مسکراہٹ ہر ایک کا دل موہ لیتی تھی، اہل سادات میں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ ہر کوئی ان کی عزت پر فخر محسوس کرتا تھا اور ان کیلئے قبلہ کی شخصیت ایسی تھی کہ ہر ایک انہیں اپنے دل کے قریب سمجھتا تھا۔ ان کی شفقت میں کسی نے کبھی کوئی کمی محسوس نہیں کی۔ ان کی رہائش گاہ پر ہر وقت عقیدتمندوں کا ہجوم رہتا تھا ذکر اذکار کی محفلیں گرم رہتیں اور ہر سال گیارہویں شریف کی محفل کے موقع پر دور دور سے عقیدتمند آکر حاضری دیتے۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک برخودار سید جمال الحسنین گیلانی گورنمنٹ کالج پشاور میں میرے کلاس فیلو تھے۔ کالج سے فارغ ہو کر ہم سب اپنے اپنے کام سے لگ گئے۔ راقم نے ریڈیو پاکستان سے بطور پروڈیوسر رشتہ جوڑ لیا جبکہ سید جمال الحسنین جدہ میں پاکستانی مشن میں پہنچ گئے۔ مولوی جی صاحب اسلامی موضوعات پر تقریریں نشر کرنے جب بھی ریڈیو پاکستان آتے جمال الحسنین کے بارے میں تازہ حالات معلوم ہو جاتے۔

ان سے تعلق خاطر میں عقیدت کا عنصر غالب رہا۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور عقیدتمند صابر حسین قادری جو محکمہ ٹیلیفون میں ملازم تھے اور ریڈیو پاکستان کے پروگرام "اجالا" میں اپنی نستعلیق اردو اور اعلیٰ ادبی ذوق کی وجہ سے شامل ہوتے تھے کے توسط سے یہ تعلق خاطر مزید گہرا ہوتا گیا۔

ہمارے ایک اور ساتھی اور مشہور براڈ کاسٹر باسط سلیم صدیقی بھی مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں میں شامل ہیں۔ گیارہویں شریف کی محفل میں اپنی پیشہ وارنہ مصروفیات کی وجہ سے اگر ہم لوگ حاضری نہ دے سکتے تو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت پر صابر حسین قادری صاحب اس روز پکنے والے پلاؤ سے جسے عرف عام میں خوردہ (تبرک) کہتے ہیں ہم جملہ دوستان ریڈیو کو ضرور نوازتے۔

بعد میں مولوی جی صاحب ٹیلیفون پر پلاؤ پہنچنے کی خود تصدیق فرماتے تھے۔ یہ ان کی ہم ریڈیو والوں سے محبت ہی تھی کہ انہیں ہزاروں عقیدتمندوں کے بے پناہ ہجوم میں گھرے ہونے کے باوجود ہمارا خیال رہتا اور وہ بطور خاص صابر حسین قادری کو اس حوالے سے ہدایت دیتے تھے۔

میری ایک معذور بچی تھی جسے ہر مہینے دورے پڑتے رہتے تھے، ہم نے اس کا بہت علاج کرایا، وقتی افاقہ ہو جاتا مگر تسلی بخش صورتحال نہ تھی۔ ایک دوست کے مشورے پر مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بچی اس وقت بھی بے چین تھی اور ہم کئی ماہر معالجین سے اس کا علاج کروا رہے تھے۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بچی کو گود میں لیا تو ان کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، دم پھونک کر میری اہلیہ سے کہا بیٹی اس بچی کا بہت خیال کرو یہ اللہ کا خاص تحفہ ہے اور اللہ تعالیٰ ایسی اولاد نصیبوں والوں کو دیتا ہے۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ تعویذ بھی دیئے کہ اسے پانی یا چائے میں وقتاً فوقتاً گھول کر پلا دیا کرو، اس سے بچی کو خاصا افاقہ ہوگیا۔ اس کے بعد جب بھی ریڈیو پاکستان تشریف لاتے بچی کے بارے میں ضرور پوچھتے۔

مولوی جی صاحب اپنے زیر ادارت شائع ہونے والے رسالہ پندرہ روزہ ''الحسن'' پشاور ہم سب دوستوں کو ضرور بھیجتے بلکہ ساتھ ہی تاکید بھی ہوتی کہ اگر کوئی نعتیہ کلام وغیرہ ہو جائے تو چھپنے کیلئے بھیج دیا کریں جس سے مولوی جی صاحب کی ہم لوگوں سے محبت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

اور وہ جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہیں کہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ تو ظاہر ہے کہ کوئی کب تک زندہ رہ سکتا ہے مگر سچ کہا ہے کسی نے کہ ہاں کچھ لوگ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ ان کی طبعی موت ایک اٹل حقیقت ہے مگر جب کوئی شخص لوگوں کے دلوں میں زندہ رہے تو یہی وہ لازوال زندگی ہے جو انسان کے مرنے کے بعد بھی اسے نصیب رہتی ہے۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور کے معاشرے کا وہ روشن چراغ ہیں جو کبھی نہیں بجھ سکتے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(بشکریہ روزنامہ ''آج'' ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

فقیری میں امیری شان والے

شبیر حسین امام

زلے کیلئے گھر میں گہما گہمی معمول کی بات ہے کہ ہر کوئی اسے اٹھا لینے یا پیار کئے بغیر نہیں رہ پاتا۔ اپنی پیدائش کے دن (۱۹ جنوری ۲۰۰۳ء) سے ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء کی شام تک اس کے روزمرہ معمولات میں صبح دیر سے جاگنا اور پھر تمام دن گھر آئے مہمانوں سے مشغول رہنا شامل ہے۔ زلے کو یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ سفید ریش بزرگ جو اسے پیار سے گود میں لئے گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے، اسے کھٹی میٹھی کھانے کی چیزیں دلاتے، اس کیلئے کھلونے منگواتے اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ادا ہوئی اس کی ہر فرمائش کو پورا کرنے میں دیر نہیں لگاتے تھے، اب اس دنیا میں نہیں رہے۔

بائیس ماہ کا سید فیض الحسن گیلانی المعروف زلے پیر طریقت حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ المعروف مولوی جی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے سید غلام الحسنین قادری گیلانی المعروف ننی آغا کا اکلوتا بیٹا ہے۔

پچاسی سالہ مولوی جی بروز بدھ ۲۷ اکتوبر بمطابق ۱۳ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ کی رات ننی آغا کے گھر میں ہی واصل بحق ہوئے۔ انہیں اگلے روز اذان مغرب کی مبارک ساعتوں میں درگاہ عالیہ ابوالبرکات پیر سید حسن بادشاہ المعروف میراں بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ میں ہزاروں اشکبار آنکھوں کے سامنے سپرد خاک کر دیا گیا۔

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ پشاور کا مستند حوالہ تھے۔ نسبت رسول ﷺ میں گیلانی خاندان اور سلسلہ طریقت میں قادریہ حسنیہ کے مطابق آپ کے دست حق پرست ہزاروں افراد نے بیعت کی اور آپ کی نظر عالیہ کے طفیل مریدوں کی کثیر تعداد نے روحانی مدارج طے کئے۔

مسلم اول شہ مرداں علی کے خانوادے کا خاصہ علم دوستی، روحانیت اور سخاوت کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے کہ آپ کے سلسلہ اشرافیہ کے دم کرم سے یکہ توت کا نام نامی یکہ توت شریف لکھا جانے

لگا۔انسٹھ سال درس قرآن کے ذریعہ اہل پشاور کے دلوں کی تطہیر کرنے والا مرد مجاہد کسی طور عملی میدان میں پیچھے نہ تھا۔لعین رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" کے خلاف پشاور میں لاکھوں افراد کے مظاہرے کی قیادت کرنے سے پشاور کی سیرابی کیلئے نماز استسقاء کے اہتمام تک وہ اپنی ہر ذمہ داری سے آگاہ اور اپنی ہر ذمہ داری کو بہ احسن ادا کرنے کا ہنر جانتے تھے۔

کمال درجہ کے مردم شناس تھے کہ اپنے ملنے والوں کو علمیت سے مرعوب کرنے کی بجائے ان سے زبانِ حال میں بات کرتے تھے،کمال درجہ کے حاجت روا تھے کہ دوسروں کی عزت نفس پائمال کئے بغیر کچھ اس انداز سے نوازتے کہ ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تو کیا،خود دینے والے دست کرم کو بھی علم نہ ہو پاتا۔

اعلیٰ درجہ کے معلم،خطیب اور عارف انسان تھے کہ بارہا سنے ہوئے موضوعات کو بھی بیان کرنے پر آیات قرآنی سے ایسے مفاہیم ومطالب بیان اخذ کرتے کہ سننے والے بیٹھے بیٹھے معرفت کی منزلیں طے کر جاتے۔کمال درجہ کے سخی،ملنسار،حلیم اور عجز وانکساری کا پیکر تھے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ سینکڑوں مرید جو کہ ہر روز آپ کی قدم بوسی کیلئے در دولت پر حاضر ہوتے کے اصرار کے باوجود گھر کے کام کاج اپنے ہاتھوں سے سرانجام دینے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔اندرون یکہ توت کوچہ آقا پیر جان کے باسیوں کو یاد ہے کہ جب پشاور میں قدرتی گیس کا استعمال بطور ایندھن ہونا شروع نہیں ہوا تھا تو یہ مولوی جی کا معمول تھا کہ آپ یکہ توت دروازے کے باہر سے خشک لکڑیاں سینہ مبارک سے لگائے اور ہاتھوں میں گھی کا ڈبہ اٹھائے لوگوں کے عقیدت بھرے سلاموں کا جواب دیتے جاتے تھے۔کمال درجے کے مہمان نواز تھے کہ ایک تولیہ ہر وقت اپنے پاس رکھتے کہ جب ایک ہی دسترخوان پر مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرما لیتے تو انہیں ہاتھ صاف کرنے کیلئے پیش کرتے اور اکثر اپنے کھانے کی پلیٹ مہمان کو پیش کرتے ہوئے اس وقت تک دسترخوان پر تشریف نہ رکھتے جب تک کہ تمام حاضرین ایک ہی دسترخوان پر تشریف فرما نہ ہو جاتے۔

کمال درجے کی سیاسی بصیرت کے حامل تھے۔آپ نے بارہا صوبائی ووفاقی وزارتوں کو

پیشکشوں کو ٹھکرا دیا۔ انتخابات کے وقت عوام میں مقبولیت کا دعویٰ کرنے والی ملک کی تمام چھوٹی بڑی سیاسی جماعتوں کے نامزد انتخابی امیدواروں کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ آپ کی تائید ونصرت حاصل ہو۔ قومی اسمبلی کے حلقہ این اے ون اور صوبائی اسمبلی کے حلقے پی ایف ون اور ٹو پر آپ کے تائید یافتہ امیدوار کی کامیابی بارہا یقینی ثابت ہوئی۔

ہندکو زبان سے محبت کرنے والے انسان تھے۔ مادری زبان ہندکو پر فخر کرنے، ہندکو میں خطبات، واعظ، درس قرآن اور بیان دیتے ہوئے مریدوں کو اکثر ہندکو بولنے کی تلقین فرماتے۔ اپنی جان لیوا علالت سے چند روز قبل برادر عزیز مرحوم ومغفور سید اصغر الزمان قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ المعروف جن جی کی ہندکو شاعری کا مجموعہ "اصغر دیاں یاداں" مرتب کروائی جو تصحیح کے مراحل میں ہے۔

کمال درجہ کی سادگی کا مجموعہ تھے کہ ساری زندگی سفید رنگ کی شلوار قمیص کے سوا کوئی دوسرا رنگ زیب تن نہیں فرمایا۔ کمال درجہ کے عاشق رسول ﷺ تھے کہ دنیاوی زندگی میں کوئی جائیداد یا اثاثے نہیں بنائے۔ آپ کے حجرہ مبارک کی چھت نبی کریم ﷺ کے حجرہ انور کی مانند کچی رہی۔ دنیا سے پردہ کرتے ہوئے جانشین صاحبزادے سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا سے فرمایا کہ "طمع منع اور جمع نہ کرنا اور دیکھو جائیدادیں بنانے میں نہ لگ جانا کہ یہ فساد ہیں"۔

کمال درجہ کے عاشق اہل بیت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب کا اردو ترجمہ بنام "انوار علی" شائع کیا جس میں امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی حیات پاک کے مختلف پہلوؤں اور آپ رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت کی ہوئی احادیث مبارکہ کو جمع کیا گیا ہے۔

کمال درجہ کے ملنسار اور سراپا محبت وشفقت تھے کہ آج ہر کوئی حلفاً کہتا ہے کہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ محبت مجھ سے کرتے تھے۔ سب کی طرح معصوم زلے بھی پیار کرنے والے "دادا جی" سے بہت دن ہوئے نہیں ملا۔ وہ دوسرے بچوں کے ساتھ مشغول رہتے ہوئے یکا یک "دادا جی" پکار

اٹھتا ہے لیکن اس کے سوال کے جواب کسی کے پاس نہیں۔زلزلے سے پیار کرنے والوں کی آنکھوں میں اُمڈ آنے والے آنسو بھی اس کی سمجھ سے بالاتر ہے---اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ج صلے (۲۷) ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (۲۸) فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ (۲۹) وَ ادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (الفجر: ۳۰)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔(ترجمہ از کنزالایمان)

بقیہ: اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر

وصال مبارک کے تاریخی مادے جو استخراج کئے ہیں یہ ہیں۔

سن ہجری ۱۴۲۵ھ "قدوۂ سادات، سید محمد امیر شاہ گیلانی"۔"محمد امیر شاہ گیلانی خوش چلے"۔

"پاکیزہ احوال، زیب اسلام مولانا پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی"۔"نجم منور، مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ"

جبکہ سن عیسوی ۲۰۰۴ء کے حوالے سے "شیخ عارفین مولانا پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی اور آل اطہر استاذ العلماء مولوی جی رحمۃ اللہ" حضرت علامہ اقبال کا یہ قطعہ ان پر صادق آتا ہے کہ۔

مدتوں روتی ہے چشم حسرت اہل چمن
سال ہا رہتے ہیں گریاں دیدۂ چرخ کہن

تب کہیں ہوتا ہے پیدا ایک نخل گلبدن
با یزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

قرن ہا باید کہ تا از لطف حق پیدا شود

نوشابہ نور

پشاور کے معروف بزرگ، جلیل القدر اور عظیم المرتبت شخصیت جناب حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف بہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کی حیات کا ایک ایک لمحہ کائنات عالم کیلئے ایک بہترین نمونہ ومثال ہے پچاسی برس کی پاک زندگی کے بعد راہی ملک عدم ہو گئے، جہاں سب نے جانا ہے، جہاں جا کر کوئی نہیں آیا ہے۔ صرف باتیں اور افسانے رہ جاتے ہیں اور نیک لوگوں کے نیک کام صدقہ جاریہ کی صورت میں

قرن ہا باید کہ تا از لطف حق پیدا شود
با یزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

صدیاں گزر جاتی ہیں اور زمانے گزر جاتے ہیں تب جا کر کوئی بایزید جیسا سلطان العارفین اور اویس قرنی جیسا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوتا ہے۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی محبت، سلوک اور راہ تصوف وہدایت میں گزاری۔ ان کا شخصی احترام کئی حوالوں سے تھا۔ وہ نہ صرف صاحب طریقت اللہ والے ایک درویش تھے بلکہ صاحب علم وبصیرت انسان بھی تھے۔ ساری زندگی لکھنا اور ترسیل رشد وہدایت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے مگر ان کی سب سے بڑی خصوصیت ان کا علم اور انکسار تھا۔

انسانی سطح پر وہ ایک بڑے انسان تھے، ان کے چہرے اور باتوں سے محبت اور اخلاص کے پھول جھڑتے تھے۔ وہ ہر مسلک وفرقہ کے لوگوں کیلئے ایک پیار بھری غیر متنازعہ شخصیت تھے۔ بڑے بڑے لاینحل تنازعوں اور قضیوں میں جب مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بٹھایا جاتا تو وہ اپنی صلح کل اور سدا بہار میٹھی باتوں سے انہیں سلجھا کر زخمی دلوں پر محبت ومروت کے پھاہے رکھ دیا کرتے تھے۔

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اسلامی شریعت کے سخت پابند تھے۔ کھانا، پینا، سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا،

معاملات، اخلاقیات سب سنت رسول ﷺ کے آئینہ دار تھے۔حق گو، شیریں لب ولہجہ، حلیم طبع، غیور، شفیق ومہربان، خلیق وملنسار، عام فہم بول چال، مستقل مزاج اور موجودہ حالات کے تناظر میں آپ کی برمحل دینی اصلاح نے ہر خاص وعام کو آپ کا گرویدہ اور دلدادہ بنایا۔انسانی شخصیت کی اصل تصویر ایک آئینہ بھی اتنا صاف پیش نہیں کرسکتا جتنا کہ ایک انسان کا اخلاق اس کی عکاسی کرتا ہے اور بلاشبہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اس دور میں اعلیٰ اخلاق کی تمام خصوصیات سے مزین تھی۔

حسن خلق ایک ایسا عمل ہے جس سے آپس کی نفرتوں کو نہ صرف محبتوں میں بدلا جاسکتا ہے بلکہ دشمنوں کے دل میں گھر کیا جاسکتا ہے۔حسنِ خلق دراصل روزمرہ زندگی میں اللہ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ، اپنے نفس اور مخلوق خدا کے ساتھ ایک مسلمان کے طرز عمل اور رویہ کا نام ہے اور یہی حسن خلق کا رویہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا وطیرہ تھا۔

وہ ایک انسان دوست ہستی تھی اور یہی وجہ ہے کہ جو بھی ان سے ایک دفعہ ملتا وہ ان سے دوبارہ ملنے کیلئے بے تاب رہتا۔وہ اتنی مہربانی اور شفقت سے ملتے کہ دوست تو دوست دشمن اور حاسد بھی ان کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے اور ان کی شخصیت کے سحر سے نکلنے نہیں پاتے تھے۔جو بھی ایک دفعہ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جاتا تو پھر اس کی قسمت کا کیا کہنا۔چونکہ ان کی زندگی کا محور عشق رسول کریم ﷺ تھا اس لئے جو بھی ان کے حلقہ میں شامل ہوتا وہ اس دولت سے محروم نہ رہتا۔جس نے ایک دفعہ آپ کا دامن پکڑ لیا تو پھر مرتے دم تک آپ نے اس کا ساتھ نبھایا بلکہ ان کی وفات کے بعد آپ خود اس کا جنازہ پڑھاتے اور اس کے بعد اس کی اولاد کا بھی خاص خیال رکھتے، بقول تلسی داس

تلسی باں اصیل کی جو بھولے سے جھو جائے
آپ نبھاوے عمر بھر اور بیٹوں سے کہہ جائے

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نسبت پر بہت زور دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ نسبت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ اگر کوئی شخص نماز، روزہ اور دیگر عبادات ومعاملات میں سب سے آگے ہو

لیکن اگر اس کو حضور ﷺ اور ان کی آل واصحابہ کرام اور اولیاء اللہ سے نسبت نہیں تو سب کچھ بیکار ہیں بقول شاعر

کچھ رہے یا نہ رہے پر رہے نسبت باقی

آپ کے پاس اکثر دیگر اولیاء اللہ اور سجادہ نشین آتے رہتے تھے۔ آپ ان کا اس طرح احترام کرتے جس طرح کہ ان کے بڑوں کا احترام کرتے تھے۔ آپ فرماتے کہ ہمیں تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر ان کی اس نسبت کا خیال رکھنا چاہئے۔ چونکہ ان کی زندگی کا محور عشق رسول ﷺ تھا اس لئے جو بھی ان کے پاس اس نسبت سے حاضر ہوتا آپ اس کیلئے اپنی بانہیں کھول دیتے اور خاص مہربانی فرماتے۔

مولوی جی کی شخصیت اپنے دوستوں کیلئے ایک بڑے بھائی جیسی، باپ جیسی اور ایک مخلص دوست جیسی تھی۔ اس طرح کی لازوال و بے مثال دوستی کی مثال میری والد محترم گل محمد (مرحوم و مغفور) کے ساتھ بھی تھی۔ بچپن سے لے کر موت تک کی زندگی دونوں کی اکٹھی گزری تھی جو دونوں خاندانوں کے درمیان مضبوط اور پائیدار مراسم کا سبب بنی جواب تک قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی۔ ان شاء اللہ!

یہ دونوں رفقاء ایک دوسرے کا احترام کرنے والے، دکھ سکھ میں شریک رہنے والے اور غم کے لمحات میں ایک دوسرے کے غمخوار تھے۔ ان کی یہ دوستی انسان دوستی کی بنیاد پر قائم تھی۔ والد کے انتقال نے میری زندگی میں ایک خلاء پیدا کر دیا تھا مگر مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خلاء کو ایک شفیق والد کا درجہ دیتے ہوئے پورا کیا۔ وہ والد کے انتقال کے بعد کئی مرتبہ میرے گھر تشریف لائے اور اس قدر شفقت و محبت سے نوازتے کہ مجھے کبھی بھی والد کی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ میں بھی ایک بیٹی کی حیثیت سے ان کی خدمت میں حاضری دیتی رہی اور خدمت کا شرف حاصل کرتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ میری کامیاب زندگی کا راز ان کی خدمت و حاضری میں پوشیدہ ہے۔ بے شک وہ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کی دعائیں اور نظر محبت میرے ساتھ ہے جو مجھے منزل مقصود تک (باقی صفحہ نمبر ۳۰۳ پر)

ہمہ جہت شخصیت

پروفیسر محفوظ جان عابد
سابق صدر مدرس شعبہ انگریزی اسلامیہ کالج پشاور

یہ ۱۹۵۹ء کی بات ہے میرے ایک عزیز دوست بشیر احمد ملک مجھے ایک روحانی محفل میں شرکت کیلئے ان کے دولت کدہ پر لے گئے ۔محفل سماع کا انعقاد تھا ۔لاہور سے ان کے پسندیدہ نعت خواں اعظم چشتی صاحب بھی تشریف لائے تھے ۔اس محفل میں ان پر جو جذب اور روحانی کیفیت طاری ہوئی اس کا اثر سب اہل محفل پر ہوا ۔واپسی پر میں اپنے اندر ایک عجیب تبدیلی محسوس کر رہا تھا ۔اس کے بعد کئی بار ان کی روحانی محفلوں میں شریک ہوا اور ہر بار ایک عجیب لذت محسوس کی جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا کہ اس کا تعلق میری روح سے تھا ۔اس کے بعد جلد ہی شرف ملاقات کا موقعہ ملا اور پھر ملاقاتوں کا یہ سلسلہ مدت دراز تک جاری رہا ۔اکثر میرے یہی عزیز دوست ذریعہ ملاقات بنتے تھے ۔

روزنامہ ''مشرق'' پشاور کے ایڈیٹر جو اس سے قبل روزنامہ ''انجام'' کے ایڈیٹر بھی رہ چکے تھے پر ان کی خاص نظر کرم تھی ۔ہم دونوں کو پیغام بھجوا کر بلواتے ۔بڑی شفقت سے اپنے پاس بٹھاتے اور کھانا اور چائے کے بغیر واپس جانے نہ دیتے ۔ان ملاقاتوں میں ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی اور ہم ان کے علم سے فیضیاب ہوتے ۔ان کی زیر طبع تصانیف پر بھی ان محفلوں میں سیر حاصل بحث ہوتی ۔بعد میں میں اور بشیر صاحب اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے جہاں اور بھی کئی لوگ جمع ہوتے ،وہ اپنے مخصوص شگفتہ انداز میں حاضرین سے خطاب کرتے اور ان کے علم میں اضافہ فرماتے ۔روحانی اسرار و رموز کے ساتھ ساتھ انہیں سیاست اور ادب پر بھی بھرپور دسترس حاصل تھی ۔حاضرین دم بخود بیٹھے ان کی باتیں سنتے رہتے ۔میں اسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہوں کہ انہوں نے میری شادی میں نہ صرف شرکت کی بلکہ نکاح بھی پڑھا ۔شاید ان کی دعاؤں کا نتیجہ تھا کہ میری ازدواجی

زندگی بڑی پرسکون اور خوشگوار رہی۔

سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہمہ جہت تھی۔ وہ انتہائی پروقار، پیار کرنے والے اور ہمدرد انسان تھے۔ محفل پر ان کا ایک عجیب رعب اور دبدبہ چھایا ہوتا تھا۔ وہ ہر ایک سے یوں گفتگو کرتے کہ انسان محسوس کرتا کہ شاہ صاحب کا صرف اس سے ہی تعلق خاص ہے۔ نرم خو، نرم گفتار اور اپنی مقناطیسی شخصیت سے اپنی طرف راغب کرنے والے اس مرد قلندر کو میں نے کبھی کسی سے سخت لفظ کہتے نہیں سنا۔ ان کے مداح ان کے قریب دوزانو بیٹھ کر ان کی ہلکی پھلکی پرمزاح باتوں سے حظ اٹھاتے۔ وہ ہر شخص سے ان کی ذہنی سطح کے مطابق بات کرتے۔ اس معاملہ میں وہ بڑے مردم شناس واقع ہوئے تھے۔

ان کی رحلت کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ پشاور گویا یتیم ہو گیا۔ ان کی وفات سے ایک ایسا روحانی خلاء پیدا ہو گیا ہے کہ اسے پُر کرنا ناممکن ہے۔ وہ سب کیلئے اور خصوصاً اہل پشاور کیلئے باعث برکت اور رحمت تھے۔ ایسی عظیم اور پاک ہستیاں صدیوں کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ جنت میں ان کے درجات مزید بلند کرے اور ہمیں ان کی تعلیمات پر چلنے کی توفیق عطا کرے --- آمین!

قطعہ

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

ایہہ تن میرا چشماں ہووے تے میں مرشد ویکھ نہ رجاں ھو
لوں لوں دے مڈھ لکھ لکھ چشماں ہک کھولاں ہک کجاں ھو
اتنیاں ڈٹھیاں صبر نہ آوے، ہور کِتے دل بھجاں ھو
مرشد دا دیدار ہے باھو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ھو

منقبت بحضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

راشد علوی صاحب کی ایک کتاب جو ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی میں ان معزز ہستیوں کے حضور منظوم خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے جنہوں نے وطن عزیز کی آزادی میں گرانقدر خدمات انجام دیں اس کے صفحہ ۷۵ پر قبلہ و کعبہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ (ادارہ)

سید امیر شاہ ہیں وہ قادری بزرگ　　اک ذی شعور عالم دین و ذکی بزرگ
قرآن اور حدیث سے ہی واسطہ ہے بس　　یہ مقصد حیات یہی نظریہ ہے بس
دینی امور ہی کی ہے تلقین سے غرض　　صوم و صلوٰۃ و امر و نہی دین سے غرض
مذہب سے والہانہ عقیدت ہے بس انہیں　　اسلام ہی سے گہری محبت ہے بس انہیں
احیائے دین و خدمت خلق ہی شعار ہے　　منظور ان کو قوم کا عز و وقار ہے
ڈالی بنائے مجلسِ میلادِ نبی ہے　　ہوتا ہے جس میں ذکر رسول مدنی ہے
میلاد کا نکالتے ہر سال ہیں جلوس　　ہوتے ہیں شامل اس میں یہاں سینکڑوں نفوس
رگ رگ میں ان کے عشق رسول انام ہے　　حب نبی کی مے سے جو لبریز جام ہے

کیں لیگ میں بھی انہوں نے خدمات بے مثال
تحریک پاک میں رہے قوم کی یہ ڈھال

سید امیر شاہ صاحب (یکہ توت)

سکواڈرن لیڈر (ریٹائرڈ) ولی الدین

سید محمد امیر شاہ صاحب کا تعلق نجیب الطرفین گیلانی سادات سے ہے۔ آپ ہی کے آستانہ کو پشاور میں ایک اعلیٰ روحانی گھرانہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ملائکہ بھی سر جھکاتے ہیں۔ یہ ظاہر و باطن کے ان بیش بہا خزانوں کا مرکز ہے جہاں شرع محمدی ﷺ کی قلبی روحانی اور ظاہری سطح پر، ایک توحید فطری میں کارفرمائی بیّن نظر آتی ہے۔ یہاں قادریہ صدقہ بھی بٹ رہا ہے اور چشتیہ دولت فقر بھی بذریعہ برادرِ خورد سید اختر شاہ صاحب محبتوں اور شفقتوں میں لٹائی جا رہی ہے۔

اس طرح قادریہ اور چشتیہ انواروں کا یہ یک جا توازن اور جامعیت ایک ہی جگہ پر کم ہی دیکھنے میں آتی ہے۔ عام امتوں کو اگر رحمت عالم ﷺ کے گھرانے جیسی سادگی، کرم نوازی، رؤف الرحیمی سے نوازا جانا دیکھنا ہو تو اس آستانہ عالی کی چوکھٹ تک پہنچو۔ رات دن کھلا دربار لگا ہے۔ آنے جانے والے بچوں، بوڑھوں، عورتوں، مردوں کی دستگیری بڑی سادگی سے ہو رہی ہے۔ یہی تو خلق خدا میں رہ کر خلق خدا کی خدمت ہے۔

بابا درانی صاحب جب سے پشاور آئے اس وقت سے آج تک ان کے سید امیر شاہ صاحب سے بڑے خصوصی اور نیازمندانہ تعلقات رہے ہیں۔ ایک نہ ٹوٹنے والے رابطہ برابر قائم ہے۔ بابا درانی صاحب کو اپنی تسکین خاطر کیلئے گویا پشاور میں ایک جگہ ملی ہے جہاں جا کر وہ اپنی بے چین طبیعت کا کچھ مداوا اکثر کرتے آئے ہیں۔

بابا صاحب کا کہنا ہے کہ اگر میری گردن میں پہلے سے طوق غلامی نہ ہوتا تو امیر شاہ صاحب سے ہی بیعت کرتا۔ آخر وہ کون سی ادا ہے جو بابا صاحب کو بھا گئی ہے؟ یہ ادا امیر شاہ صاحب کی عوامی سطح پر، عوام میں مل جل کر ان کے غم و خوشی کو اپنانا ہے۔ ان کے دینی و دنیوی مسائل میں شانہ بشانہ رہ کر

سہارا دینا ہے۔اس میں نمازیں، خطبے، درس تدریس، ختم قرآن، فاتحہ، نیاز، شادی ،نکاح، میت تدفین، اہل علم کی صحبتیں ،نعت خوانی ومیلاد کی محفلیں ،عید میلاد کے جلسے تفسیر بفرائض وسنت کی اہتمام سے پابندی اور خدا جانے کیا کیا شامل ہے۔الغرض امیر شاہ صاحب برس ہابرس سے عوام میں گھل مل کر ایسی زندگی گزار رہے ہیں کہ ان کا ایک ایک سانس خدمت خلق میں گم ہو کر عبادت بن گیا ہے۔ سوائے حق کا نام لینے کے،سوائے حق کا بول بالا کرنے کے ایک سانس بھی فضول باتوں سے نہیں لی جارہی ہے۔رحمت للعالمین ﷺ کا یہ نقشہ کچھ ایسا جاذب نظر ہے کہ ایسوں کو دیکھتے رہنا عبادت بن جاتا ہے۔

اندھیرے ماحول میں ایک نور درخشاں رکھا ہو تو کون اس نور کو پروانہ وار طواف کرنے میں مصروف نہ ہو جائے گا۔جب ایسے سالکین پاک کا سارے کا سارا وجود ہی آیت اللہ بن گیا ہو تو بیت اللہ تک لوگوں کی رسائی ہو ہی جاتی ہے۔اس کی ایک نشانی اس وقت دیکھنے میں آئی جب پاکستان میں ایک ایسا غلاف کعبہ تیار ہوا تھا جس پر آیات قرآن پاک سونے کے تاروں سے لکھی گئی تھیں۔ کعبہ شریف بھیجنے سے پہلے یہ غلاف پشاور شہر میں بھی لوگوں کی زیارت کیلئے بھیجا گیا۔اسے ایک باغ میں کعبہ کے رخ نصب کیا گیا اور نماز عصر سید امیر شاہ صاحب سے پڑھوائی گئی۔جو لوگ اس نماز میں شامل تھے ان کے قلوب حلفاً گواہی دے سکتے ہیں کہ یہ نماز جیسے خانہ کعبہ میں ادا ہوئی۔یہ تھی سید امیر شاہ صاحب کی فیض روحانی کی برکت جو اس غلاف کعبہ کے مبارک ماحول میں حاضرین کو ایک لازمانی لامکانی کیفیت عطا کر گئی۔

سید امیر شاہ صاحب نے حج بھی ادا کیا۔مدینہ پاک اور بغداد شریف میں حاضریاں دیں۔ مقام ولایت سے طواف کرنا اور ہی بات ہوا کرتی ہے۔مدینہ پاک کی حاضری تو گویا اپنائے جانے، کملی میں لئے جانے کی بات ہوتی ہے۔

حج سے واپسی کے بعد سید امیر شاہ صاحب نے قبلہ بابا درانی صاحب کو ایک بشارت سنائی جو انہوں نے حج کے دوران دیکھی تھی۔یہ بشارت خانہ کعبہ میں حطیم کے متعلق تھی کہ حطیم اوپر اٹھ جاتا

ہے اور طواف کرنے والے سب ڈوب جاتے ہیں۔قبلہ بابا نے فرمایا "چو آبش جملہ خوں دیدم" امیر شاہ صاحب نے بشارت کا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا "کَذَالِکَ" ایسا ہی ہوتا رہتا ہے۔یہ سننے اور تسلیم کرنے کیلئے بھی بڑا دل گردہ چاہئے۔پھر بیان کیا کہ اس کے بعد اور لوگ باہر سے آگئے اور طواف شروع ہو گیا۔یہ لوگ افریقہ سے آئے تھے۔

اسی نشست میں امیر شاہ صاحب نے دو ایک رمز کی باتیں سنائیں۔ایک یہ کہ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ۔ میں الْحَقُّ نبی پاک ﷺ کی ذات سے منسوب ہے۔حضور ﷺ نے مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ بھی فرمایا تھا۔حضور ﷺ جب بت گرا رہے تھے تو ہر بت کو گرانے پر یہ آیت بھی پڑھ رہے تھے۔تو یہ آیت اپنے باطنی بت گرانے کیلئے بھی اچھا نسخہ ہے۔اس ضمن میں امیر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو سراپا رضائے الٰہی میں بس گئے ہوں ان سے خوش ہو کر جو حتمی دولت دیتا ہے وہ نبی پاک ﷺ کی محبت ہے۔تب ہی تو کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ہے۔غور کریں کہ کلمہ میں واؤ درمیان میں نہیں ہے۔ترجمہ کرنے والے تفریق کرتے ہیں۔ترجمہ میں "اور" کے لفظ کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیتے ہیں۔جو بھی کلمہ کے اس (بے واؤ) کے رمز کو سمجھ لے وہ حقیقت کے میدان میں آسکتا ہے۔

یہ ایک باہوش، باشعور فقیر کا تاج تھا لیکن عام زندگی میں اپنے اس علم نقوش اور بزرگی کو عوام کے ساتھ رابطہ میں حائل نہیں ہونے دیا۔ان سے قریب آنے والا ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ شاہ صاحب سے اس کا ایک خصوصی تعلق ہے۔شاہ صاحب بھی ایسا ہی انداز یگانگت ہر ایک کے ساتھ نہایت سادگی اور صداقت قلبی سے برتتے ہیں۔

ایک بار جب شاہ صاحب کی آنکھوں کی بینائی جانے کا خطرہ تھا اور آنکھ پر پٹی بندھی رہتی تھی تو شاہ صاحب نے بابا درانی صاحب کو اپنا غم گسار پا کر آہستہ سے گلے ملتے وقت کہا کہ دعا کریں۔امیر شاہ صاحب کا یہ انداز بیان کچھ ایسا مخلصانہ تھا کہ بابا صاحب کے آنسو بے ساختہ نکل آئے۔اللہ کا احسان ہے کہ اس انداز مخلصانہ میں دعا مقبول ہوئی۔امت و خلقت کی خاطر سید امیر شاہ صاحب نے

خود بھی نیاز بے نیاز میں ایک دعا کی تھی جس نے عرش اعظم کے پائے تک ہلا دیئے تھے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب تمام ظاہر اور باطن نظام حیات ایک بلائے عظیم آنے کا منتظر تھا، جو دنیا پر آنے والی تھی۔ نا اہل غافل یوں ہی بے اعتنائی میں زندگی گزار رہے تھے اور خلقت کا درد رکھنے والوں کی گویا جان پر آبنی تھی۔ تمام اہل نجوم اور مذاہب والوں نے متفقہ طور پر حساب لگایا تھا کہ ۴ فروری ۱۹۶۲ء کو سورج گرہن ہوگا۔ آٹھ سیارے ایک ہی برج میں جمع ہو جائیں گے جیسا کہ چھ ہزار سال قبل جنگ مہابھارت کے وقت تھا۔ اس کے علاوہ یہ سیارے ایک لائن میں بھی ہو جائیں گے جیسا کہ پچیس ہزار سال قبل طوفان نوح علیہ السلام کے وقت ہوا تھا۔ یہی نوشتہ تقدیر، یہی لوح محفوظ کا لکھا تھا کہ دنیا کی کی آبادی کے سات میں سے ایک بچے گا اور وہ بھی اس لئے کہ حق کا بول بالا رہے۔ اس سلسلہ میں بزرگان دین کی نشاندہی پر جب بابا درانی صاحب نیاز بے نیاز کرنے اٹھے تو عوام و خواص سب نے ان کی تائید کرنی شروع کر دی۔

حضرت امیر شاہ صاحب سے عرض کی تو ان کے روشن قلب و جان نے شدتوں سے تائید کی اور دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کی اعانت کا سہارا بن کر شریک کار ہوئے۔ اس نیاز میں لوگوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد مین شرکت کی ضرورت تھی۔ اس لئے تقریباً ہر طبقے ہر قوم کے ہاتھوں تھوڑی تھوڑی رقم لینے کی مہم شروع ہوئی۔

خیال فرمائیں کہ جس کے حکم پر سینکڑوں فدائین کام کرنے نکل پڑیں وہ ذات مبارک فرماتی ہے کہ میں خود ٹھیلے والوں سے، مزدوروں سے، ایک ایک آنہ جمع کروں گا کیونکہ اس کی کمائی بڑی محنت اور پسینہ کی ہوتی ہے۔

سید امیر شاہ صاحب نے یہ کام خود کیا کہ وہ بے نیاز جس کی نیاز کرائی جارہی تھی کچھ تو نیاز مندی دیکھ لے۔ یوں پشاور میں بڑے بڑے جید بزرگ تھے مگر ان پر شاہ صاحب جیسی شدت سے اس غم امت غم خلقت کا مضطرب اور بے چین کر دینے والا اثر شاید ہی پڑا ہو۔

شاہ صاحب مزید اس عظیم قربانی کے جانوروں کے انتظامات کیلئے خود بیرون پشاور گئے۔ پھر

جب بدھ کے دن قربانی ہونی تھی تو مذبح خود جا کر کھلوایا اور شام تک قربانی کی نگرانی کی" شام کو جب شاہ صاحب نے بابا درانی صاحب کو مذبح کا سین دیکھنے کیلئے بلایا تو مذبح بقعہ نور بنا ہوا تھا۔

کیا کوئی اس کا تصور بھی کر سکتا ہے کہ مذبح جیسی جگہ بھی بقعہ نور ہو سکتی ہے؟ حقیقت یہ تھی کہ صف در صف پاکیزگی سے قربانی کئے ہوئے، صاف کئے ہوئے جانور عجب انوار کی تجلی دے رہے تھے۔ قصابوں کے چہروں پر دمک، نشانی تھی اس بقعہ نورانی ہوئی جگہ کی۔ قصابوں کا کہنا تھا کہ ہم نے بار بار قربانیاں کی ہیں لیکن اس نیاز بے نیاز کیلئے یہ کام صرف تائید غیبی سے ہوا ہے وگرنہ اس عظیم قربانی کرنے کی ہمت ہی نہ تھی۔ یہ ہوتی ہے نیاز کے جانوروں کی اہمیت۔ یہ ہوتی ہے قلب مومن کی کیفیت، سنت خلیل اللہ کی تکمیل کوئی آسان کام نہیں۔

سلام ہو سید امیر شاہ صاحب کی اس نگاہ بصیرت پر کہ نیاز کا یہ اہم ترین کام اپنے ذمہ لے کر اور اس میں غریبوں اور مزدوروں کی حلال کی محنت کا پسینہ شامل کر کے یوں قوم وخلقت کی مرکزیت کی نشانی کی دستگیری فرمائی۔ پھر جب جمعہ ۶ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۶۱ء دعا کا وقت (عین زوال) آیا اور انہوں نے خیمہ کے اندر سے لاؤڈ اسپیکر پر درود شریف پڑھا تو باہر ساری خلقت خود ہی کھڑی ہوگئی۔ امیر شاہ صاحب کی آواز گونجی "السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا رسول اللہ یا رحمت للعالمین، یا رحمت للعالمین، یا رحمت للعالمین" بس پھر کیا تھا۔ جناح پارک اور سڑکوں پر بھری ہوئی ساری کی ساری خلقت، دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ سارا پارک اور گردونواح کا علاقہ فریادوں سے گونج اٹھا۔ سیہ روسیہ بخت فریادی زیر آسمان نالہ کناں تھا۔ آنسوؤں کی جھڑیاں بندھی تھیں۔ سب ہی شاہ صاحب کے ساتھ ساتھ یا رحمت للعالمین ﷺ پکار رہے تھے۔ جسم و جان لرزہ براندام تھے، زمین تا عرش لرزہ تھا۔ خود رحمت عالم ﷺ کا امت کیلئے بے قراری کا وہی اندازہ کر سکتا ہے جسے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے معنی سمجھ میں آگئے ہوں۔ ایسے میں ارواح مقدسہ اور ملائک کا ساتھ ہونا تعجب کی بات نہ تھی۔ لوگو! اندازہ لگاؤ کہ اس وقت کا جب پکارنے والی امت کے ساتھ خود امت کا والی بھی شامل ہو جائے۔ شاہ صاحب کی آواز پھر بلند

ہوتی جارہی تھی "الٰہی امت کے دن پھیر دے، گناہوں کو نہ دیکھ، خطاؤں کو درگزر کر اپنے محبوب ﷺ کے صدقہ میں امت کی لاج رکھ۔ اِرْحَمْنَا، اِرْحَمْنَا، اِرْحَمْنَا"

اس طرح جب کون و مکان ہلا دیئے جائیں، جب فرشتے، انبیاء، ارواح مقدسہ بے قرار ہو جائیں، خود امت کا والی دعا میں شریک ہو جائے تو پھر ارحم الراحمین کیسے نہ رحمت کا وعدہ کرے۔ نوشتہ تقدیر کیسے نہ بدلے۔ جب نوشتہ تقدیر بدلا تو پھر قلوب اور ماحول پر اس کا اثر کیوں نہ ہو۔ دلوں پر شادمانی، سرخروئی کی کیفیت شگفتہ چہرہ پر سکون کی نشانی، نیاز کی جگہ سے تمام سامان کا ترتیب سے اٹھنا اور پھر ہر چیز کے اختتام پر آسمانوں سے ہلکی ہلکی پھوار --- سبحان اللہ والحمد للہ!

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ --- وَ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ (الرحمن)

اے سرزمین پشاور تو کہاں مٹتی ہے تو کیسی خوش نصیب ہے تجھ پر بغدادی، اجمیری سایہ ہے۔ تو بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جہیز میں ملی ہے۔

سید امیر شاہ صاحب تفسیر و حدیث کے بحر علوم ہیں۔ قرآن پاک کی تفسیر لکھی۔ شاہ صاحب کی دیگر تصانیف یہ ہیں۔

۱ شرح شمائل نبوی ﷺ ترمذی
۲ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد۔ حصہ اول، دوم
۳ تذکرہ حفاظ پشاور
۴ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ
۵ نماز مقبول (نماز کو احادیث سے جمع کیا ہے)
۶ انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم شرح خصائص نسائی
۷ بخاری شریف کی شرح مصنفہ شاہ محمد غوث (ترجمہ)

ماخوذ از "دُرِّ یتیم"

از سکواڈرن لیڈر (ریٹائرڈ) ولی الدین (سابق پرنسپل اسلامیہ کالجیٹ ہائی سکول یونیورسٹی آف پشاور)

مسجد نبوی میں

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی

دور حاضر کی شخصیتوں میں سے ابھی پشاور میں ایک اللہ والا اپنی زبان حال وقال سے، دل و جان سے اور اپنے حسن عمل سے امت مسلمہ کیلئے ایک روشن چراغ بنا ہوا ہے۔ خوش کلامی اور خوش خلقی سے اس سنگلاخ زمین میں محبت کے بیج بو رہا ہے۔

یہ ہستی امیر شاہ صاحب کی ہے جو نجیب الطرفین سادات سے ہیں۔ وہ برسہا برس سے عوام میں گھل مل کر ایک ایسی زندگی گزار رہے ہیں کہ خدمت خلق میں گم ہونا ان کی عبادت بن گیا ہے۔ ان سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مغرب کی نماز کے بعد مجھے شرف نیاز حاصل ہوا۔ وہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارک کے قدموں کے جانب نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کے لباس، ان کے نورانی چہرے سے میں کچھ ایسا متاثر ہوا کہ ان کے ساتھ ہی مغرب کے بعد مسجد اور برآمدہ کے درمیان کھلی جگہ میں آ گیا۔ ان سے اپنے اشتیاق کا ذکر کیا۔ معلوم ہوا کہ پشاور سے تشریف لائے ہیں۔ مختصر گفتگو میں حضرت شیخ محترم قبلہ عبیداللہ درانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر آیا۔ آپ نے نہایت ہی عاجزی کے ساتھ ان رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرمایا اور مخلصانہ طریقہ سے میری طرف متوجہ رہے۔ پھر اپنی عبادات میں مصروف ہو گئے۔

دوسری بار ان سے میری ملاقات پشاور میں خود ان کے گھر پر ہوئی۔ اس وقت ان کی شخصیت، ان کے علم، ان کے کیف، ان کے مشاغل کا کچھ علم ہوا۔ وہ قادری سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ عربی زبان کی مستند کتب کے علاوہ احادیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ فرما رہے ہیں۔ ایک رسالہ "الحسن" آل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت پر شاہد ہے۔ ان کی ایک پر نور کتاب "انوار غوثیہ شرح الشمائل النبویہ" منظر عام پر آئی ہے جو اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ اور حسن طباعت کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ آخر میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاتھوں میں ہاتھ نہ دے چکا ہوتا تو انہی کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔　　(ماخوذ از "تنویر سحر")

حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت و ریاضت اور روزمرہ معمولات

سید نورالحسنین قادری گیلانی
(سجادہ نشین حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

حضور مولوی جی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کے ایک جلیل القدر شیخ طریقت اور ایک بے بدل عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اس مبارک سلسلہ کے مجدد بھی تھے۔ اس سلسلۃ الذہب کی ترویج اور اشاعت میں آپ نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

آپ نے اپنے والد گرامی مرتبت اور شیخ کامل حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (سجادہ نشین حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ) کے زیر سایہ عبادت و ریاضت کرتے ہوئے سلوک و عرفان کی منازل طے فرمائیں۔ ہمارے اس سلسلۃ الذہب کے مشائخ کا ہمیشہ یہ معمول چلا آرہا ہے کہ ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد ریاضت کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے اور کسی پرسکون جگہ تنہائی و یکسوئی میں چلہ کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اعلان نبوت سے پہلے سب سے الگ ہو کر اللہ کے ذکر و فکر میں مشغول ہوا کرتے تھے اور یہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔

قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی علوم ظاہری سے فراغت کے بعد اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد حافظ آقا سید محمد زمان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں گھر کے تہہ خانے میں قصیدہ غوثیہ شریف کا چلہ کیا۔ ایک روٹی اور ایک کوزہ پانی آپ کو چالیس دن کیلئے دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم

حضور نبی کریم ﷺ کی عنایت اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خصوصی تائید وحمایت سے آپ کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی۔ ایک بار پھر دوسرا چلہ بھی آپ نے گھر پر کاٹا۔

علاوہ ازیں حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر ایک چلہ کاٹا جبکہ ایک چلہ حضرت سید زین العابدین قادری گیلانی بن حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حویلیاں میں مکمل کیا۔ جبکہ ایک اور چلہ آپ نے سرینگر میں حضرت سید شاہ فاضل صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (برادر اصغر حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی رحمت اللہ علیہ) کے مزار پر کیا۔ ایک اور چلہ آپ نے جہلم میں حضرت سید میراں شاکر شاہ رحمۃ اللہ علیہ بن محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بن ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر کیا اور پھر ایک چلہ حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قدر حضرت سید عبداللہ شاہ قادری گیلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ اللہ علیہ المعروف صحابی بابا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر بمقام مکلی ٹھٹھہ سندھ کر کے سلوک وعرفان کے بلندترین منازل طے فرمائیں اور والد گرامی مرتبت نے اپنی زندگی میں ہی خلافت واجازت مرحمت فرما کر صاحب سجادہ فرمادیا۔

سجادہ نشین ہونے کے بعد آپ نے تمام عمر عبادت وریاضت، درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور خدمت خلق میں بسر فرمائی۔ اس فقیر نے ہوش سنبھالنے کے بعد مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو روز مرہ معمول ملاحظہ کیا وہ مختصراً عرض کیا جاتا ہے۔

والد گرامی مرتبت قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام زندگی ہمہ وقت، ہر لحہ اور ہر سانس اللہ تعالیٰ کی عبادت اور مخلوق خدا کی خدمت میں گزاری۔ آپ کی زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کا عمدہ نمونہ تھی۔ کم کھاتے، کم سوتے اور کم بولتے تھے۔ رات کو جس وقت بھی سوتے، تہجد کیلئے اٹھ جاتے۔ نماز تہجد پڑھ کر اپنے اوراد ووظائف پڑھتے پھر نماز فجر پڑھ کر، باہر ڈیوڑھی میں اپنی مسند پر تشریف رکھتے، عقیدتمند آنا شروع ہو جاتے۔ ناشتہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر ہی کرتے اور جتنے حضرات موجود ہوتے سب کو اپنے ساتھ شامل فرمالیتے۔ اس دوران بعض طالبعلم پڑھنے کیلئے

آجاتے تو انہیں درس دیتے، پھر لنگر غوثیہ کی ضروریات یعنی گوشت اور سبزی وغیرہ لانے کیلئے بازار چلے جاتے۔ جوانی میں تو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود ہی سبزی کا تھیلا کندھوں پر اٹھائے ہوا کرتے تھے البتہ آخری عمر میں ۱۹۷۸ء یا ۱۹۸۸ء تک مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سبزی کا تھیلا اٹھانے کی ڈیوٹی سید محمد انور شاہ قادری انجام دیا کرتے تھے۔ بعد ازاں جاوید احمد قادری نے یہ کام سنبھالا جو آج تک باقاعدگی سے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس کے بعد مولوی جی صاحب پھر اپنی مسند پر بیٹھ جاتے اور لوگ آنا شروع ہو جاتے۔ ہر شخص آتا اور اپنی دکھ بھری کہانی بیان کرتا، مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر ایک کی بپتا توجہ سے سنتے اور پھر اس کا مداوا فرماتے۔ کسی پر دم ڈالتے، کسی کو کوئی ورد پڑھنے کیلئے دیتے، کسی کو تعویز مرحمت فرماتے، کسی کیلئے دعا فرماتے اور کسی کو فرما دیتے اللہ خیر کرے گا۔ یہ مبارک لفظ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں سے فرمایا ہوگا اور وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ اس ولی کامل کی زبان سے نکلنے والے اس ارشاد گرامی کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیشہ لاج رکھی۔

گھر میں صبح ہی سے عورتوں کی آمد ورفت بھی شروع ہو جاتی جو رات گئے تک جاری رہتی، امی جان ان کے غم والم کی داستان سن کر ان کی تسلی وتشفی فرماتیں جن کے مسائل زیادہ پیچیدہ ہوتے انہیں ٹھہرا لیتیں اور پھر مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گھر بلا کر تمام صورتحال ان کی خدمت میں عرض کیا کرتیں اور پھر حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے مسائل حل فرمایا کرتے۔

دن کو گیارہ بجے پشاور شہر کی مساجد کے آئمہ کرام درس وتدریس کیلئے آجاتے۔ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو پڑھاتے، ڈیڑھ بجے دوپہر کا کھانا تیار ہو جاتا اور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ باہر ہی کھانا کھاتے، اس وقت جتنے لوگ موجود ہوتے سب کو اپنے ساتھ شامل فرما لیتے، خود بہت ہی کم کھاتے تھے، دوسروں کے کھانے کا بہت خیال رکھتے۔ اگر بعد میں بھی کوئی آجاتا تو اس سے پہلا سوال یہی کرتے کہ کھانا کھایا ہے یا نہیں؟۔ اگر وہ کہتا جی کھایا ہے تو اس سے پوچھتے کہاں کھایا ہے؟ اگر وہ کہتا جی بازار میں کھایا ہے تو بہت ہی ناراض ہوتے اور اسے کہتے کہ جب یہاں آیا کرو تو بازار میں کھانا مت کھایا کرو یہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا لنگر ہے یہاں آکر کھانا کھایا کرو۔

جب کسی کی دعوت کرتے تو خود بنفس نفیس خدمت کیلئے کھڑے ہو جاتے، کھانا گھر سے لاتے ان کے سامنے رکھتے اور کھڑے رہتے یہاں تک کہ تمام مہمان کھانا کھا لیتے تو آخر میں خود کھایا کرتے۔ یہی حال بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر بھی ہوتا کہ تمام دن لوگوں سے ملتے رہتے اور ان کو لنگر غوثیہ کھلاتے اور خود سب سے آخر میں خادمین کے ساتھ بیٹھ کر کھایا کرتے تھے۔

عصر سے لے کر عشاء تک ڈیوڑھی میں ہی موجود رہتے یہ نمازیں بھی باجماعت یہاں ادا کرتے اور آنے والوں سے ملتے رہتے اور ان کے مسائل حل کرتے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا، مختلف طلباء (میٹرک تا ایم اے) اسلامیات پڑھنے کیلئے آیا کرتے۔ نیز مغرب سے عشاء تک درس قرآن کا سلسلہ جاری رہتا جس میں عام طلباء، تاجر، دانشور، پروفیسر، ڈاکٹر اور انجینئر وغیرہ بھی اس میں شامل ہوتے۔ یہ سلسلہ ۱۹۴۱ء سے ۲۰۰۲ء تک جاری رہا۔

رات کا کھانا بھی باہر ہی کھاتے، پھر قہوہ پیتے اور حلقہ عقیدت کے ساتھ گپ شپ لگاتے، روزمرہ آنے والوں میں سے اگر کوئی نہ آتا تو اس کے متعلق پوچھتے اور اس کی باقاعدہ خبر گیری کرتے اور اگر بیمار ہوتا تو اس کی بیمار پرسی کرتے۔ لوگوں سے ملنے اور ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کر کے انہیں حل کرنے کیلئے کوئی خاص وقت مقرر نہ تھا۔ دن یا رات کے وقت جو بھی آستانہ عالیہ قادریہ آقا پیر جان رحمۃ اللہ علیہ پر آتا تو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے ملتے، غور سے اس کی بات سنتے اور اس کے مصائب و مشکلات کے حل کرنے کیلئے ہر ممکن سعی فرماتے۔ پہلی بار آنے والے کے ساتھ بھی مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر پیار و محبت کا اظہار فرماتے کہ پھر وہ بار بار آپ سے ملنے کا خواہشمند رہتا۔

بڑی گیارہویں شریف اور آستانہ عالیہ پر جتنی تقریبات ہوتی تھیں ان کے تمام مراحل کی خود نگرانی فرماتے اور استاد فدا محمد صاحب کی نگرانی میں ان مواقع پر لنگر وغیرہ تمام لوازمات پورے کئے جاتے۔ جناب غلام مصطفیٰ صاحب قادری بھی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ اگر کوئی دوست، رشتہ دار، شاگرد، عقیدتمند یا جاننے والے کی بیماری کا علم ہوتا تو فوراً اس کی عیادت کیلئے جاتے جو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس دیکھ کر خوشی سے بیماری کو بھول جاتے۔ اگر کوئی فوت ہو جاتا تو اس کے

جنازے میں شرکت کرتے اور اکثر اسکے گھر والوں کی یہی خواہش ہوتی کہ مولوی جی صاحب رحمت اللہ علیہ جنازہ پڑھائیں تو آپ جنازہ پڑھا کر باقاعدہ دعا کرتے اور سوگواران کو تسلی دیتے۔

خوشی کے موقع پر ہر ایک کی خوشی میں برابر کے شریک ہوتے، آپ نے بے شمار لوگوں کے نکاح پڑھائے۔ پیرانہ سالی میں اکثر رات کے وقت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا لیکن اس کے باوجود اپنے عقیدتمندوں کو آپ مایوس نہ کرتے اور ان کی خوشی کیلئے خود زحمت گوارا کر لیتے، ان کا دل نہ توڑتے اور پھر ولیمہ میں بھی تشریف لے جاتے۔ ساتھ ہی ان کیلئے تحفے تحائف بھی لے کر جاتے۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا، ہر وقت جلوت وخلوت میں کتاب آپ کے ہاتھ میں موجود ہوتی۔ اس ذوق سلیم کے باعث نادر ونایاب قلمی اور مطبوعہ کتابوں پر مشتمل ایک بہترین کتب خانہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرما رکھا ہے جس سے استفادہ کیلئے پورے پاکستان سے محققین تشریف لاتے رہتے ہیں۔ برادرم سید محمد سبطین قادری گیلانی بھی اکثر حج وعمرہ کے دوران اچھی اچھی کتابیں خرید کر مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیلئے لاتے رہے۔ خود والد ماجد نے بھی بہت سے کتابیں قلمبند کی ہیں۔ یہ تصنیف وتالیف کا کام زیادہ تر تھیا گلی میں ہوا کرتا تھا جہاں مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گرمی کا سیزن گزارنے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ۱۹۷۹ء سے ۲۰۰۲ء تک سید محمد انور شاہ قادری کو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ کی نگرانی اور مولوی جی صاحب کی تحریری کاوشوں میں ہاتھ بٹانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ سید یاسر بخاری (ایل ایل بی) کو بھی یہ سعادت حاصل رہی جس کا ذکر حضور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انٹرویو میں بھی کیا ہے۔

برادر اصغر سید غلام الحسنین قادری گیلانی نے پندرہ روزہ "الحسن" (۱۹۹۲ تا حال) کی تیاری اور مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیگر کتابوں کی طباعت کے دوران بھرپور ساتھ دیا اور شاہ محمد غوث اکیڈیمی کے منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے اپنی صلاحیتیں بروکار لاتے رہے۔ ان کے ساتھ رسالے کی کمپوزنگ و تیاری میں سید تقی الحسن ترمذی اور غلام دستگیر (ایم اے صحافت) نے بھی گراں قدر خدمات سرانجام

دی ہیں۔محترم شوکت آغا جی صاحب اور کئی دیگر حضرات پروف ریڈنگ میں تعاون کرتے رہے۔ جبکہ محمد طاہر صاحب سیٹھی (رضوان پرنٹنگ پریس) کتابوں کی پرنٹنگ کے سلسلہ میں تعاون کرتے رہے۔سب کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے فیوض وبرکات کو عوام وخواص تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْنْ وَ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ التَّحِیَّۃَ وَالتَّسْلِیْمِ

بقیہ: قرن ہا باید کہ تا از لطف حق پیدا شود

پہنچانے میں مددگار ثابت ہوں گی۔میری دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی جی صاحب اور والد محترم کو جنت فردوس سے نوازے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان کی انجام دی ہوئی خدمات کے سلسلے میں ہر قسم کی کامیابی سے ہم کنار کرے---آمین!

آخر میں مولوی جی صاحب کی شان میں یہی کہوں گی کہ

تیری تعریف کیسے کروں میں بیاں
میری طاقت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

مہر و ذرے میں ہوتی ہے نسبت تو کچھ
میری نسبت ہے کیا میں تو کچھ بھی نہیں

مادہ ہائے تاریخ وصال

شیخ المشائخ، آفتاب شریعت و ماہتاب طریقت حضرت سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی نوراللہ مرقدہ المعروف ''مولوی جی''

(سجادہ نشین حضرت ابوالبرکات سید شاہ حسن قادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

از حضرت محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

عمر شریف: ۸۵ سال

بہ الفاظ بحساب ابجد: ''بندگی'' ''اعزاز'' ''حب محبوب حجاز'' ''حب محبوب حق'' ''ادب ولائے طیبہ''

تاریخ وصال: ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ ۔ ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء

قرآنی مادہ تاریخ سال وصال

''اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا وَّ کَوَاعِبَ اَتْرَابًا وَّ کَاْسًا دِھَاقًا''(النباء ۳۱ تا ۳۴)

۲۰۰۴ء

''اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ'' (الانبیاء: ۴۹)

۲۰۰۴ء

''وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ'' (النساء: ۶۹)

۲۰۰۴ء

مادہ ہائے تاریخ سال وصال

۱۴۲۵ھ	۲۰۰۴ء
''تابشِ عرفانِ سیدالوریٰ''	''چراغ اوجِ معرفت''

۱۴۲۵ھ	۲۰۰۴ء
"مظہرِ انوارِ حبیب"	"حسنِ اعجازِ سراجِ احتشامِ معرفت"
"حسنِ ریاضِ رسول"	"مظہرِ احتشامِ مدینہ"
"زیب وآبِ ورفعنا لک ذکرک"	"قندیلِ منارِ عظمتِ مدینہ"
"مرکزِ محفلِ فیضِ علی"	"گلینِ پیغمبرِ رحمت"
"خوشبوئے معارفِ علی"	"فروغ ادب و عشقِ مصطفوی"
"طیب باغِ عرفاں"	"تمغۂ محبتِ مدینہ"
"زیبا بزمِ فیضِ سادات"	"حفظِ شریعتِ حبیبِ وہاب"
"شعاعِ فیضِ محمد"	"نادرِ روزگار، جاہِ زمانہ شخصیت"
"شانِ ملکِ فیضِ محمد"	"آوازِ انجمنِ عظمت الابرار"
"ماہِ جہانِ فضیلت"	"طیب باغِ شریعت"
"خوبیٔ طریقتِ حبیب اللہ"	"جوہرِ عظمتِ فقر"
"صراطِ فیضِ مصطفوی"	"چراغِ منبعِ بصیرت"
"جلوہ گاہِ نقشِ رشادت"	"منہاجِ باغِ خیرِ محمد"
"شیخِ شہرِ ہدا"	"خوبیٔ بزمِ فیضِ ولایت"
"آن واحتشامِ حقیقت"	"شانِ بزمِ معرفت و گلینِ روحانیت"
"رودِ فیضِ شاہِ حجاز"	"عکسِ چشمِ غوث"
"دلیلِ خیر وسعادت"	"باغشِ فیضِ گیلان"
"طیب فیضانِ عرفانِ نبی"	"عظمتِ ایوانِ علم و فقر"
"ماہِ عشقِ رحمۃ للعالمین"	"تاجِ توصیفِ حضور"
"عظیم فرزندِ دین"	"حسنِ آفتابِ ارتضا"

قطعات تاریخ (سال وصال)

از حضرت محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

"محتاج رحمت شاہ حجاز" (۱۴۲۵ھ)

چشم عالم سے نہاں دستِ اجل نے کر دیا
ایک خوش منظر نہالِ گلستانِ معرفت
"مولوی جی" مخزن برکات کا سال وصال
کہہ دیا طارق "جمال گلستانِ معرفت"

(۱۴۲۵ھ)

دیدہ ہائے اہلِ حق سے آہ پنہاں ہو گیا
ماہِ اوج آگہی، خورشید بامِ معرفت
ایک مدت تک رہا، خستہ دلانِ دہر کو
باعثِ تسکین اس کا فیضِ عامِ معرفت
اس سراپا فیض کا طارق کہا سال وصال
"حسنِ اعجازِ سراجِ احتشامِ معرفت"

(۲۰۰۴ء)

علم وعرفاں کا درخشندہ ستارہ

صاحبزادہ لطیف الرحمٰن قادری مدظلہ العالی
سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ تکیہ شریف

تیرہ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ کی شب جو سورج غروب ہوا وہ اپنے ساتھ ایک درخشندہ ستارہ بھی لے گیا جو طریقت وشریعت کے آسمان پر گزشتہ پون صدی سے جگمگا رہا تھا۔ فقر وتصوف کے افق سے صراط مستقیم کی ہدایات دے رہا تھا اور خصوصاً پشاور شہر کے مکینوں کا واحد سہارا تھا۔ وہ ستارا پیر طریقت ورہبر شریعت حضرت العلامہ محقق علوم شرعیہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف بہ حضرت مولوی جی مرحوم ومغفور رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت مولوی جی ایک کامل انسان تھے۔ ان کے آستانہ پر جو بھی آیا خالی ہاتھ نہ گیا۔ ہر ایک کو حسب ضرورت اور حسب استعداد مالا مال فرمایا۔ اسی خیال کو جنازہ گاہ وزیر باغ میں حضرت پیر سجاد بادشاہ صاحب آف ممر پورہ شریف نے اپنی تقریر میں یوں پیش کیا'' کہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سنگ پارس تھے جو بھی ان سے لگ گیا اس کو سونا بنایا۔''

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستانے کاملے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی علم دین کیلئے وقف کی تھی۔ جو سیکھنے کا زمانہ تھا اس میں بہت کچھ سیکھا اور اس کے بعد سکھانے میں لگ گئے۔ سکھانے میں قرآن پاک، حدیث اور فقہ حنفیہ نصاب میں شامل رہا۔ جبکہ آپ کے دروس میں عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آتا تھا

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

دنیا کی ہر نعمت میسر تھی لیکن ان کی شخصیت میں فقر و انکساری اتنی تھی کہ ان کی ہر کتاب اور تحریر میں اپنے اسم مبارک کے ساتھ لفظ "فقیر" تحریر فرماتے۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ اور گیارہویں شریف کے موقع پر پورا شہر لنگر سے فیض یاب ہوتا تھا۔ جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ تشریح مشکل ہے۔

مفلس ہو اگر تم، میرا کشکول بیچ دو
اے اہل شہر حوصلہ دیکھو فقیر کا

کتابوں کے تراجم، مذہبی کتب کی اشاعت، دینی مسائل عوام تک پہنچانے کی فکر میں ہر وقت منہمک رہتے تھے۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تا دم آخر، دمے فارغ مباش

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بھی طریقت و تصوف کے چراغ تھے لیکن اپنے ملک کے بزرگان دین کے بارے میں جہاں جہاں سے ممکن ہو سکا معلومات حاصل کیں ان کو میں جمع فرما کر کتابی شکل میں شائع فرمایا۔ اس طرح بزرگان دین اور متقین امت کی خدمات کو آشکارا فرمایا، بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نام نیک رفتگاں ضائع مہ کن
تا بماند نام نیکت برقرار

اس سلسلہ میں حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" بہت مشہور ہے ایک دوست نے یہ کتاب مجھے دی اور میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے دادا مرحوم و مغفور پیر طریقت حضرت علامہ حافظ غلام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر "حافظ آف بدھائی" کے نام سے کیا ہے۔

میرے ساتھ آنجناب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی اکثر ملاقات ہو جاتی تھی اور ہر ملاقات ایک نئی کرن کا پیش خیمہ ثابت ہوتی تھی۔

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چین بہار تو ز دامان گلہ دارد

میرے ساتھ ایک ملاقات میں حضرت مولوی جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے معاشرے میں فسق و فجور کے چند واقعات کا ذکر فرمایا اور بہت کبیدہ خاطر ہوئے۔اس موقع پر آپ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا

بسے نا دیدنی را دیدہ ام من
مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے

کبھی کبھی یہ شعر بھی پڑھتے تھے

وقت طلوع دیکھا وقت غروب دیکھا
اب فکر آخرت دنیا کو خوب دیکھا

آخر وہ وقت بھی آیا کہ جب مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہونا پڑا۔ یہ حدیث مبارک ہے کہ اولیاء نہیں مرتے۔وہ صرف سکونت تبدیل کرتے ہیں لیکن پھر بھی خویش و اقارب جدائی برداشت نہیں کر سکتے۔اس جدائی کے موقع پر حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرۂ انور چمک رہا تھا بہ مصداق

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

آخر وہ گھڑی آن پہنچی کہ آپ کی سواری وزیر باغ کیلئے روانہ ہوئی۔ جنازے کیلئے پاکستان بھر سے ہر طبقے کے لوگ حاضر تھے، ہر کوئی یہی کہہ رہا تھا ''مولوی جی میرا ہے اور مجھ سے جدا ہو رہا ہے''۔

بزم انجم میں قبا خاک کی پہنی میں نے
اور مری ساری فضیلت بھی اسی خاک میں ہے

لیکن ہمارے لئے یہ امر باعث تسکین قلب ہے کہ حضرت مولوی جی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے اس چراغ کو روشن رکھنے کیلئے موجود ہیں۔جس چراغ سے ہر تاریک گوشہ منور ہو جاتا تھا۔تمام برادران صاحبان پرہیزگار، متقی، مخلص اور جودوسخا کے پیکر ہیں۔آپس میں ایک مثالی اخوت اور اتحاد کا سرچشمہ ہیں۔آپس میں اور دوسروں کیلئے بھی ایثار کے جذبے سے سرشار ہیں۔

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی عرصہ پیشتر حضرت سلطان آغا صاحب کی تربیت فرمانا شروع کی۔سلسلہ قادری شریف کے تمام ظاہری و باطنی فیوضات سے سرفراز فرمایا۔اور ایک موقع پر جبکہ کافی علماء اور مشائخ عظام موجود تھے حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دستار مبارک حضرت سلطان آغا صاحب کو عنایت فرما کر انہیں امامت کرنے کا حکم دیا۔درحقیقت اسی وقت سے ان کی جانشینی کا عملاً آغاز ہوا۔

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے قل شریف کے موقع پر ہزاروں عقیدتمندوں اور علماء کرام کی موجودگی میں حضرت پیر آف مانکی شریف شمس الامین صاحب اور لنڈیکوتل کے پیر حافظ عبدالمالک صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت سید محمد نورالحسنین قادری گیلانی المعروف سلطان آغا صاحب کی دستار بندی کی۔

اس موقع پر اجتماعی دعا مانگی گئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس آستانے کو حسب معمول روشن رکھے اور عوام وخواص کی جو توقعات اس آستانے سے وابستہ رہی ہیں ان کی تکمیل ہوتی رہے۔

اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز سلطان آغا صاحب کو اپنے خصوصی لطف وکرم سے نواز کر اس قابل بنائے کہ دین اسلام کی خدمت حسب معمول کماحقہ کر سکے--- آمین!

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیاء کنند

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق پراچہ

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت اور فلاح کیلئے ہر دور میں اپنے پیغامبر ارسال کئے جنہوں نے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنا سکھایا۔ انبیاء کرام کا سلسلہ ختم الرسل امام الانبیاء سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر اختتام پذیر ہوا۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے انسانوں کیلئے نجات کا واحد ذریعہ قرار دیا۔

انبیاء کرام کا سلسلہ تو ختم ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی اور روحانی تربیت کیلئے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اپنے نیک بندوں کے ذریعہ یہ سلسلہ جاری رکھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار ہر دور میں یہ فریضہ انجام دیتے آئے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اس سلسلہ کی ایک کڑی حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی تھی جو گزشتہ رمضان المبارک ایک دنیا کو سوگوار کر کے عالمِ بقا کی طرف کوچ کر گئی۔

حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق قطبِ ربانی، محبوبِ سبحانی، پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے گھرانہ سے تھا اور نہ صرف آپ کا ان سے نسبی تعلق تھا بلکہ مولوی جی مرحوم سلسلہ عالیہ قادریہ کے ایک جید بزرگ اور شیخ طریقت بھی تھے۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد میں یوں تو کئی نامور بزرگ گزرے ہیں لیکن برصغیر ہندو پاکستان میں ان کے تین بزرگ قابل ذکر ہیں۔ ان کے جد امجد حضرت سید عبداللہ شاہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ سندھ کے قدیم شہر ٹھٹھہ میں آسودۂ خاک ہیں۔ حضرت شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جو لاہور میں آرام فرما ہیں اور ان کے نزدیکی جد امجد حضرت سید ابوالبرکات المعروف سید حسن بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ جو پشاور کے تاریخی شہر میں دفن ہیں۔ یہ تینوں حضرات اپنے دور کے عظیم بزرگ اور صاحبانِ طریقت صوفی تھے جن کے مزار آج بھی مرجع الخلائق ہیں۔

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکول کی تعلیم ادھوری چھوڑ کر بچپن ہی سے دینی تعلیم کی طرف راغب

ہو گئے۔آپ نے اپنے والد گرامی جناب سید حافظ زمان شاہ صاحب قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ کے ایک ہر دلعزیز دینی، سماجی اور سیاسی شخصیت تھے کے علاوہ اپنے دور کے جید علماء اور مشائخ سے فیض حاصل کیا۔ان کے اساتذہ میں شیخ التفسیر والحدیث حضرت حافظ علی احمد جان نقشبندی،علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ،مولانا گل فقیر احمد،مولوی عبدالعلیم ،سید محمد ایوب شاہ جعفری،مولانا عبدالمنان چشتی و مولانا فضل الرحمان نقشبندی (رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) قابل ذکر ہیں۔

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۴۱ء میں سے درس قرآن اور تفسیر کا سلسلہ شروع کیا اور یہ سلسلہ انتقال سے کچھ عرصہ قبل تک جاری رہا،یوں انہوں نے ۶۳ سال سے زیادہ عرصہ تک اہالیان پشاور کو اپنے علم و فضل سے فیض یاب کیا۔

مولوی جی محض ایک صاحب طریقت صوفی اور عالم دین ہی نہیں بلکہ وہ ایک محقق اور عظیم مصنف بھی تھے۔انہوں نے بے شمار تصانیف چھوڑی ہیں جو کئی موضاعات کو احاطہ کئے ہوئی ہیں لیکن ان کی چند تصانیف ان کی علمی اور روحانی مقام کا پتہ دیتی ہیں۔ان شاہکار تصانیف میں انوار غوثیہ، انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم ،نماز مقبول،تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ،مقام اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم،صلوٰۃ غوثیہ،تذکرہ علماء و مشائخ سرحد قابل ذکر ہیں۔

مولوی جی صاحب ایک ہمہ صفت شخصیت تھے۔وہ قرآن و حدیث کے بلند پایہ عالم ہونے کے علاوہ تاریخ فقہ،معرفت و طریقت میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ان کو عربی فارسی پر مکمل عبور حاصل تھا اور خالص دینی مسائل اور علوم کے علاوہ وہ سماجی اور سیاسی مسائل کا بھی مکمل ادراک رکھتے تھے۔ان کی تصانیف سے ان کی علمی بصیرت کا پتہ لگتا ہے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بھی لکھا نہایت عرق ریزی،ذمہ داری اور خلوص کے ساتھ لکھا جو کہ پڑھنے والے بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔

یوں تو راقم بھی پشاور سے تعلق رکھتا ہے اور اسی شہر میں پیدا ہوا اور بچپن کے علاوہ یونیورسٹی تعلیم بھی حاصل کی لیکن حضرت مولوی جی سے بلا واسطہ تعارف تو مجھے اپنے نہایت پیارے بزرگ محسن و مربی فخر سادات حضرت السید گل آغا ربانی جیلانی قادری نقشبندی کے توسط سے تھا لیکن مجھے براہ

راست حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نیازان کے آخری ایام میں حاصل ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں سے مل کر اللہ یاد آجاتا ہے۔یہ بات مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ پر صادق آتی ہے جن لوگوں کو آپ سے شرف نیاز رہا ہے وہ بخوبی حضرت کی بزرگی اور ولی کامل ہونے کو محسوس کرتے ہیں۔ان کی چند ملاقاتیں جو کہ دورانِ علالت مجھے میسر آئی میرے لئے ہمیشہ کیلئے ایک خوشگوار یاد کے طور پر ذہن وقلب پر نقش رہیں گی۔

مولوی جی کی خصوصیات میں جہاں علم وعرفان اور دین مبین پر مکمل عملداری پائی جاتی ہیں وہاں ان میں انسانی ضرورت اور سماجی تقاضوں کے مطابق زندگی کے دوسرے زاویوں سے ایک مکمل اور بھرپور زندگی کی عکاسی ملتی ہے۔

مجھے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی جس خاصیت نے خاص طور پر متاثر کیا وہ ان کی وسیع المشربی اور فرقہ واریت اور مسلکی تعصب سے مکمل اجتناب تھا۔وہ ہر مسلک کے لوگوں میں یکساں مقبول اور معزز تھے اور ان کی ساری عمر فرقہ واریت کے خلاف گزری۔

آج کے دور میں جبکہ فرقہ واریت اور مسلکی تعصب نے لوگوں کو اندھا کر دیا اور اسلام کے بنیادی فلسفہ جو کہ محبت اور احترام آدمیت پر قائم ہے سے ہٹ کر لوگ فروعی اختلافات کا شکار ہو چکے ہیں۔مولوی جی کی شخصیت مسلمانان پاکستان بالخصوص مسلمانان سرحد کیلئے ایک عظیم نعمت اور اثاثہ تھی۔مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر اپنے دامن کو دنیاوی آلائشوں اور خواہشات سے پاک رکھا اور عمر بھر درویشی وفقیری میں گزاری جو کہ دراصل بادشاہی تھی لوگوں کے دلوں اور ذہنوں پر۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی روحانی تربیت اور اصلاح کیلئے بلاشبہ کسی نہ کسی کا انتخاب ضرور کرتے ہیں لیکن مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی کمی برسوں تک محسوس کی جائے گی۔

ایسے بزرگ جو قول وعمل، شریعت وطریقت اور علم ومعرفت میں کامل ہوں ہر روز پیدا نہیں ہوتے۔مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی وجود بابرکت اہالیان پشاور کیلئے ایک سایہ دار شجر کی مانند تھا۔اللہ تعالیٰ سے جہاں مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کی بلندی کیلئے دعا کرنی چاہئے وہاں یہ دعا (باقی صفحہ ۳۱۶ پر)

بحضورِ مرشدِ من مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

سید احمد ناصر گیلانی

آپ کو ہر کسی سے پیار رہا
تو محبت کا تاجدار رہا

زندگی میں خزاں یا پت جھڑ تھا
میں تمہیں دیکھ کر بہار رہا

کیا میری ذات کیا میری ہستی
آپ سے ہی میرا وقار رہا

ساتھ رہتا تھا جس کے عرش نشیں
ہم غریبوں میں خاکسار رہا

اُس کا غم لے کے میں کہاں جاؤں
وہ جو ہر غم میں غم گسار رہا

رکھنا اس شہر پر بھی نظر کرم
جو تیرے غم میں اشکبار رہا

آپ عرشوں پہ ہیں یا طیبہ میں
تیرا ناصرؔ تجھے پکار رہا

مجسمہ اخلاق

مولانا سید خورشید احمد شاہد القادری

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر جتنا بھی غم، دکھ اور سوگ کیا جائے کم ہے۔ یہ ایسا رنج و غم ہے جو ہر فرد کیلئے مقرر ہے۔ حضرت قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ مبارک، ہونٹ مبارک، ان کی باکمال شیریں اور میٹھی باتیں یاد آرہی ہیں اور یقین نہیں آرہا کہ واقعی وہ ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ بلکہ دل ہی دل میں یہ بات حسب سابق گردش کرتی ہے کہ یکہ توت شریف میں آستانہ عالیہ قادریہ حسنیہ امیریہ میں قدم رکھ کر فقیر کی پہلی نظر حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ انور پر پڑے گی لیکن اب بادل ناخواستہ یقین آیا کہ یہ بات اب نہ رہی بلکہ

این خیال است و محال است و جنون

مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رمضان شریف کے بابرکت مہینہ میں اس دنیا میں تشریف لائے اور اسی مہینہ میں واصل بحق ہوئے۔ ان کی ذات میں وہ خوبیاں جمع تھیں جو ایک مرد مؤمن، کامل انسان اور باعمل عالم دین میں ہونی چاہئیں۔ فقیر کے ساتھ اس شفقت سے ملتے جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے پر مہربانی کرتا ہے۔ بلاشک وشبہ میں نے انہیں شفقت و رحمت، رأفت والفت، پیار و محبت کے حوالہ سے اپنے والد محترم سے کم نہیں پایا۔ وہ بیک وقت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔

اس دور نا پرسان میں وہ ایک مجسمہ اخلاق تھے۔ فقیر تقریباً پندرہ سال ان کی زیارت سے مستفید رہا۔ اس عرصہ میں کبھی بھی ان کو کی پیشانی مبارک پر بل نہیں دیکھا بلکہ بستر علالت پر لیٹے بھی ہشاش بشاش اور اخلاق حسنہ کا نمونہ تھے۔

مجھے وہ وقت بھی یاد ہے جب آپ گھر کے اندر بستر علالت پر تھے۔ فقیر نے آستانہ عالیہ آقا پیر جان حاضر ہوا اور صاحبزادگان نے ان سے عرض کیا کہ خورشید احمد آیا ہے۔ شدید علالت کے باوجود

انہوں نے شرفِ ملاقات سے باریاب فرمایا۔فقیر نے دیدار کیا اور اسی علالت میں انہوں نے بھی بڑی پیاری اور میٹھی باتیں فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بے شمار سعادتوں سے نوازا تھا اور بستر علالت تک ان کا قلم دین اسلام، مسلک حق اہل سنت والجماعت کی خدمت کیلئے جاری رہا۔اہل اسلام کیلئے کتب ورسائل کی شکل میں بیش بہا ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ ہمیں ان کی برکتوں سے نوازے، تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔

آمین بجاہ سید المرسلین و رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ والہ و اصحابہ وسلم اجمعین

بقیہ: آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیاء کنند

بھی کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ان کا نعم البدل عطاء کرے جو ان کا علمی مشن کو آگے چلائے اور رشد وہدایت کا یہ سلسلہ قائم رہے۔

علمی اور روحانی مقام تو اپنی جگہ مولوی جی نہایت شفیق، مہمان نواز اور پیار کرنے والے انسان تھے۔ان کے حلقہ ارادت میں ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔وہ ہر ایک سے بہت ملنساری اور خلوص سے ملتے انہوں نے اپنی علمی اور دینی حیثیت سے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں اٹھایا۔مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے حتی الوسع اپنی شخصیت اور مقام کو عوام الناس سے چھپائے رکھا۔اب جبکہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے لوگ ان کے مقام کو آہستہ آہستہ مزید سمجھنے لگے ہیں اور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے دنیا والوں سے جس طرح اپنی حیثیت ومقام کو چھپائے رکھا وہ جب مکمل طور پر آشکارا ہوگا تو پھر مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مقام کا تعین کیا جا سکے گا۔وہ ایک مرد قلندر تھے اور سچ ہے کہ

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

دامن دل تار تار

راجہ نور محمد نظامی

سیلِ خوں ہر سو رواں ہے اور ہر دل اشکبار
پھر گیا ہے کس طرح یا رب مزاجِ روزگار
داستانِ دردِ پیہم یا خدا کیسے کہوں
سینہ و تن داغ داغ و دامن دل تار تار

دنیا کا دستور ہے یہاں جو بھی آیا وہ ایک دن موت کی وادی میں ضرور داخل ہوا مگر کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی حسین یادیں پیچھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں صوبہ سرحد کے عظیم شیخ طریقت، نامور عالم دین، مشہور تذکرہ نگار و مصنف حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف حضرت مولوی جی صاحب (سجادہ نشین حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ قادری پشاوری) بھی تھے۔ آپ کی وفات حسرت آیات سے وہ تاریخ ساز شخصیت ہم سے جدا ہوگئی ہے کہ آئندہ صدیوں تک ایسی شخصیت کا ملنا محال ہے۔

مؤرخ یوں جگہ دیتا نہیں تاریخ عالم میں
بڑی قربانیوں کے بعد پیدا نام ہوتا ہے

۱۳۰ کتوبر ۲۰۰۲ء بروز ہفتہ کو بندہ ناچیز اپنے گھر میں روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اندر کے صفحہ پر ایک چھوٹی سی خبر پڑھی۔ یہ خبر صدر جمعیت العلماء پاکستان آزاد کشمیر عتیق الرحمٰن کی طرف سے اظہار تعزیت کی تھی۔ خبر کا عنوان تھا "مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کی وفات پر اظہار تعزیت"۔ پڑھ کر اچانک منہ سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط نکلا۔ جو بھی اس دنیائے فانی میں آیا اس نے ایک نہ ایک دن اس دنیا سے واپس جانا ہے۔ یہ خداوند قدوس کا قانون

ہے اور ایسا اٹل قانون ہے جس سے کوئی ذی روح راہِ فرار اختیار نہیں کرسکتا اور نہ کوئی علاج انسان کو موت سے بچا کر حیاتِ جاودانی عطاء کرسکتا ہے۔ بس جانے کا فرق ضرور ہوتا ہے بعض انسانوں کے جانے سے آسمان وزمین غمزدہ ہوجاتے ہیں، تاریخ اپنے ابواب بند کرلیتی ہے اور دنیا اپنے آپ کو بے سہارا اور بے آسرا محسوس کرنے لگتی ہے۔ ایسے ہی شخص کی موت کو دنیا "موت العالم" سے تعبیر کرتی ہے۔ حدیثِ نبی کریم ﷺ ہے ایک عالم (دین) کی موت ایک عالَم (دنیا) کی موت ہے۔ لیکن مجھے تاعمر اس بات کا افسوس رہے گا کہ میں نہ تو صاحبِ علم وعرفان اور اپنے علم محسن کے جنازہ میں شریک ہوسکا، نہ آپ کی میت کو کندھا دے سکا اور نہ ہی آخری دیدار کرسکا۔

حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف حضرت مولوی جی صاحب نور اللہ مرقدہ سے میرے تعلقات اور علمی محفلیں تقریباً گیارہ سال رہیں جبکہ تقریباً اس سے قبل بارہ سال تک میں آپ کا غائبانہ گرویدہ رہا۔

یہ آج سے تقریباً پچیس سال قبل کی بات ہے آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تذکرہ حفاظ پشاور" پڑھی تو آپ سے پہلی بار غائبانہ طور پر تعارف ہوا۔ یہ کتاب آج بھی میرے کتب خانہ کی زینت ہے۔ اس کے بعد آپ کی ایک دوسری تصنیف "تذکرہ علماء ومشائخ سرحد" (جلد اول) پڑھی۔ صوبہ سرحد اور ضلع اٹک کے علماء اور مشائخ سے متعلق معلومات میں اضافہ ہوا۔ اس میں چالیس جید علمائے کرام اور مشائخ عظام کے حالات وواقعات موجود ہیں۔

۱۹۸۵ء میں کتاب "تذکرہ حضرت ابواسماعیل شیخ محمد یحییٰ نقشبندی مجددی المعروف حضرت جی بابا رحمۃ اللہ علیہ اٹک، خلفاء ومعاصرین" کے متعلق مواد جمع کررہا تھا۔ اٹک شہر کے نامور محقق ومصنف شاعر وادیب پروفیسر چوہدری غلام محمد المعروف حضرت نذر صابری صاحب (بانی مجلس نوادرات علمیہ اٹک) سے ایک علمی گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث قادری رحمۃ اللہ علیہ لاہوری (یہ حضرت مولوی جی صاحب نور اللہ المرقدہٗ کے اجداد میں سے ہیں) نے جو حضرت جی بابا رحمۃ اللہ علیہ اٹک سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں فیض یافتہ اور خلیفہ مجاز تھے اپنی کتاب "اسرارِ طریقت" میں حضرت

جی بابا رحمۃ اللہ علیہ اٹک کا بعض مقامات پر ذکر کیا ہے اور اس کتاب کا قلمی نسخہ حضرت مولوی جی صاحب کے کتب خانہ واقع یکہ توت پشاور میں موجود ہے۔

میں آپ کے آستانہ و کتب خانہ پر حاضر ہوا مگر آپ شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ ملاقات نہ ہو سکی اور میں واپس آ گیا۔ کچھ دنوں بعد "اسرار طریقت" مکتوبہ حضرت سید شاہ غلام قادری رحمۃ اللہ علیہ نبیرۂ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا قلمی نسخہ کتب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران پاکستان اسلام آباد کے کتاب دار جناب ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی صاحب سے مل گیا جس سے میں نے اپنی کتاب کیلئے استفادہ کر لیا۔ ۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء ٹیکسلا سیمینار کے موقع پر سرحد کے نامور محقق مؤرخ و مصنف قاضی عبدالحلیم اثر افغانی صاحب سے ملاقات ہوئی۔

دوران ملاقات آپ سے حضرت مولانا میاں محمد عمر چمکنی (خلیفہ حضرت جی بابا رحمۃ اللہ علیہ اٹک) کی کتاب "خزینۃ الاسرار" (سر الاسرار) کے متعلق بات چیت ہوئی۔ آپ نے فرمایا اس کتاب کی فوٹو کاپی میرے پاس تھی جو میں پشتو ادبی ٹولنہ لائبریری کابل سے کروائی تھی لیکن اس وقت میرے پاس نہیں ہے۔ آپ حضرت مولوی جی صاحب یکہ توت پشاور والوں سے ملیں ہو سکتا ہے ان کے پاس ہو۔ میں پشاور گیا مگر میری بدنصیبی کہ آپ سے دوسری بار پھر ملاقات نہ ہو سکی۔

اس دوران مجھے پروفیسر ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر صاحب اٹک سے حضرت مولانا میاں محمد عمر چمکنی کی کتاب "ظواہر السرائر" ملی جس کی میں نے مکمل فوٹو کاپی کروالی۔ اس میں حضرت جی بابا رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اٹک کے پیدائش سے لے کر ۱۱۱۱ھ تک کے حالات و واقعات موجود ہیں۔

۱۹ نومبر ۱۹۹۳ء کو میں تیسری بار پشاور آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا مگر اس بار آپ کے فرزند حضرت سید محمد حسنین قادری گیلانی المعروف سید آغا جی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ آپ مردان گئے ہوئے ہیں کل واپس آئیں گے۔

سید آغا جی صاحب سے بڑی دیر تک گفت و شنید ہوئی بڑی خاطر مدارت کی اور اپنے دستخطوں سے مزین کر کے کتاب "تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد" عنایت فرمائی۔ (باقی صفحہ ۳۲۲ پر ملاحظہ فرمائیے)

رودادِ اجلاس جمعیتِ سادات

رپورٹ: سید تقی الحسن ترمذی قادری

حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی قدس سرہ العزیز کے سانحہ ارتحال پر جمعیتِ سادات صوبہ سرحد کا ایک تعزیتی اجلاس بتاریخ ۲۱ نومبر ۲۰۰۴ء بروز اتوار بعد نمازِ عصر مرکزی دفتر یکہ توت پشاور شہر منعقد ہوا۔ اجلاس کا باقاعدہ آغاز کرتے ہوئے حضرت آغا سید لیاقت علی شاہ گیلانی (مرکزی کنوینر جمعیت سادات صوبہ سرحد) نے سید مقصود شاہ بخاری کو تلاوت کلام پاک کی دعوت دی جبکہ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرنے کی سعادت سید شبیہ الحسنین گیلانی نے حاصل کی۔ اس کے بعد جناب آغا سید سہیل شاہ صاحب گیلانی المعروف فوق گیلانی نے حضور قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور منقبت پڑھی۔ نیز حضرت سید حیات جعفری (سجادہ نشین درگاہِ عالیہ حضرت سید ضیاء جعفری القادری رحمت اللہ علیہ) نے بھی منظوم نذرانہ عقیدت بحضور قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ پیش کیا۔

جناب آغا سید لیاقت علی شاہ صاحب گیلانی نے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ آنجناب سادات کرام کے اتحاد و اتفاق کے زبردست داعی تھے اور اس سلسلہ میں جتنی شفقت اور محبت انہوں نے فرمائی اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ بہت بڑے محسن تھے ایک جید عالم دین، بہترین خطیب اور ایک عظیم روحانی شخصیت تھے لیکن ان سب باتوں کے باوجود آپ کے مزاج میں انکسار، سادگی اور عاجزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ لوگ دور دور سے آپ کے پاس اپنے مسائل لے کر آتے، اپنے دکھ درد بیان کرتے اور اپنے مسائل کا حل لے کر جاتے۔ آج جبکہ وہ ہم میں ظاہری طور پر موجود نہیں لیکن ان کی تعلیمات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

جناب پیر سید تنویر الحسن گیلانی مدظلہٗ (سجادہ نشین درگاہ عالیہ مکھڈ شریف) نے اپنے خطاب میں اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اسی انعام یافتہ گروہ کی ایک برگزیدہ ہستی تھے جن کے نقش قدم

پر چلنے والے صراط مستقیم پر چلتے ہیں اور اپنی منزل مقصود کو پا لیتے ہیں۔ان کا متعین کردہ راستہ فلاح، نجات اور عطا کا راستہ ہے۔وہ شفقتوں اور محبتوں کا ایک تناور درخت تھے، وہ پیار کی چھایا تھے، وہ علم کی مایہ تھے، آج وہ ہم میں موجود نہیں لیکن ان کے فیوض و برکات ہم میں موجود ہیں۔انہوں نے اپنی انتہائی نقاہت اور پیرانہ سالی کے باوجود دین حق کی جس صادق جذبہ کے ساتھ خدمت کی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ان کے ایصال ثواب کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ہم ان کا مشن آگے بڑھائیں اور ان کی رحمتیں جو انہوں نے ہمارے دامن میں ڈالی وہ ہم آگے تقسیم کریں۔

جناب سید قمر عباس بخاری (سابق وزیر جیل خانہ جات صوبہ سرحد) نے اپنے خطاب میں کہا کہ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر پشاور کا ہر شخص اندر سے ٹوٹ گیا۔جن کا دکھ ہر شخص نے اپنے اندر محسوس کیا۔اس سے بڑھ کر کسی شخص کی عظمت کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے اور ان کو آئندہ نسلیں خراج تحسین پیش کریں گی۔ان کی روح کو خوش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔

جناب آغا سید فاروق بنوری نے پشتو زبان میں اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ آج سادات کرام کے اس اجتماع میں ایک بہت بڑا خلا نظر آ رہا ہے۔آج وہ پرانی آنکھیں نظر نہیں آ رہیں جن کی برکت اور نگاہِ کرم سے تمام سادات کرام کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکیں۔لیکن یہ لوگ مرتے نہیں یہ لوگ زندہ ہیں، مرتے تو ہم جیسے ہیں۔انہوں نے اپنے خطاب میں دعا فرمائی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کو تا ابد آباد قائم رکھے۔

جناب سید ظاہر علی شاہ بخاری (ممبر صوبائی اسمبلی) نے بھی اجلاس سے خطاب فرمایا اور کہا کہ اگر ہم مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے راستے پر خلوص دل سے چلیں تو ہم رہتی دنیا تک امر ہو جائیں۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ جمعیت سادات صوبہ سرحد کی سرگرمیوں کے عارضی تعطل کو جلد از جلد ختم کیا جائے اور یہ سلسلہ دوبارہ قائم ہو۔

سادات بنوں کے نمائندے جناب سید فاروق شاہ صاحب (سیکرٹری ورکرز ویلفیئر بورڈ) نے

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرا شوق تھا کہ میں بزرگوں سے ملوں۔ اسی سلسلہ میں میں نے مختلف علاقوں کے سفر بھی اختیار کیئے، بہت سے سادات ومشائخ سے ملا لیکن جب آنجناب رحمت اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو یہ محسوس ہوا کہ امتِ مسلمہ کا درد صحیح معنوں میں انہی کے دل میں تھا جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج امت مسلمہ کے حالات دگرگوں ہیں اور یہ ساداتِ کرام ہی ہیں جن پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عوام الناس کی صحیح سمت کی طرف رہنمائی کریں۔ اگر ہم نے اپنی ذمہ داری پوری نہ کی تو روزِ حشر ہم جوابدہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے پوری قوم کو ایک وژن دینا ہے اور اب ایسے حالات ہیں کہ بزرگ رخصت ہو چکے ہیں۔ موجودہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم سب ایک ہو جائیں۔ اگر سادات کرام ہی باہم متفق نہیں ہوں گے تو وہ باقی امت کو کیا اتحاد کا پیغام دیں گے۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ جمعیتِ سادات کو ضلعی سطح پر مزید فعال اور متحرک بنایا جائے۔

جناب آغا سید فخر الحسن کراروی (سربراہ تحریک تحفظ حقوق جعفریہ پاکستان) نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود صوبہ سرحد کیلئے اسلام کی حجت تھا۔ وہ آج ہم میں نہیں لیکن ان کا دکھ ہمیشہ باقی رہے گا۔ انہوں نے فرمایا کہ مرتا وہ ہے جو کچھ نہیں کرتا لیکن وہ تو اپنے افعال، کردار اور اقوال ہر پہلو سے زندہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ سادات کرام کو چاہئے کہ وہ اپنے وقار اور وجود کو پہچانیں، اپنی شناخت پیدا کریں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہم خود کو ابھی تک نہیں پہچان پائے لیکن اگر ہم مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل کریں تو یہ سب کچھ ہمیں میسر آسکتا ہے۔

جناب سید مقبول حسین شاہ صاحب (ہری پور) نے اجلاس خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیاوی حکمران زورِ سپاہ سے عوام پر حکمرانی کرتے ہیں لیکن بوریا نشین اور فقراء محبت کے ذریعہ دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور شفقت کا یہ عالم ہے کہ آج ہر کوئی یہ کہتا نظر آتا ہے کہ انہیں تو سب سے زیادہ مجھی سے پیار تھا۔

انہوں نے مزید فرمایا کہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعیت سادات کا یہ پلیٹ فارم اسی لئے مہیا کیا تھا

کہ ہم آپس میں باہمی رنجشیں اور عداوتیں ختم کر کے ایک ہو جائیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان کی اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے مشن کو آگے بڑھائیں۔

جناب پیر سید تنویر الحسن گیلانی صاحب مدظلہٗ نے اجلاس کے آخر میں آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ خوانی و اختتامی دعا فرمائی۔ نمازِ مغرب باجماعت ادا کی گئی بعد ازاں سادات کرام کی پر تکلف چائے کے ساتھ تواضع کی گئی۔

بقیہ: دامن دل تار تار

یکم جنوری ۱۹۹۴ء کو پھر یک توت پشاور چوتھی بار آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا آپ اپنی لائبریری (کتب خانہ) میں عوام کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ رونق افروز تھے۔ آپ سے ملاقات ہوئی بڑی محبت سے پیش آئے اور میری یہ پہلی ملاقات ایک یادگار ملاقات تھی جس کا ایک ایک لمحہ میرے ذہن کی سکرین پر آج بھی موجود ہے۔ اس دن سے لے کر آخری وقت تک میری آپ سے ملاقات وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی۔ جب بھی میں حاضر خدمت ہوتا میرے ساتھ بڑی دیر تک علمی گفتگو فرماتے تھے اور بڑی دیر تک بٹھائے رکھتے تھے کھانے اور چائے قہوہ کے بغیر واپس نہیں آنے دیتے تھے۔ واپسی پر فرماتے کہ کبھی حضرت نذر صاحب اور مولوی فضل الٰہی بھٹی صاحب سکنہ شین باغ اٹک سے ملاقات ہو تو میرا اسلام ضرور کہنا۔

ہر بار کوئی نئی کتاب یا رسالہ بھی عنایت فرماتے تھے اور فرماتے پھر کب آؤ گے؟ ضلع اٹک سے آپ کا رشتہ بھی تھا کہ آپ کی دادی صاحبہ اور زوجہ محترمہ کا تعلق حضرو کے ایک مشہور علمی و روحانی خاندان سے تھا۔ آپ کی دادی صاحبہ حضرو کے مشہور عالم اور شیخ حضرت مولانا میاں فضل الٰہی صاحب خلیفہ حضرت اخوند عبدالغفور صاحب سوات کی ہمشیرہ محترمہ تھیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ مولانا عبدالرؤف حضروی کی دختر نیک اختر تھیں۔

حضرت مولوی جی کی آخری نوشت

حضرت نے ۵ شعبان ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۲۰۰۴ء اذان مغرب سے دو چار منٹ پہلے ایم اسماعیل اعوان کی مطبوعہ کتاب "میری ہندکو" کے ملنے پر اس کے پہلے صفحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جو پہلے سے چھپا تھا اس سے نیچے یوں تحریر فرمایا

"یا حی یا قیوم برحمتک استغیث

اپنے محبت بھرے الفاظ میں دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین لکھتا ہوں"

(پھر دعائیہ کلمات جو شاید عربی میں ہیں کے آخر میں ہذا الکتاب لکھا معلوم ہوتا ہے)

پھر یہ شعر تحریر فرمایا

"شکر للہ کہ نہ مردم و رسیدم بہ دوست

آفریں باد بر ایں ہمت مردانہ ما

(فقیر) محمد امیر شاہ قادری گیلانی"

تحریر سے قبل کتاب کو دست مبارک سے ٹٹول کر دیکھتے رہے پھر نغمی آغا نے ان کو جلد کے اوپر آخری کلمات پڑھ کر سنائے جو سجاد بابر نے لکھے تھے اور کتاب کا بغور معائنہ کے بعد اپنی چشمہ کھولیں (ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ پڑھنا چاہتے ہوں) اور جب اس خالی صفحے پر پہنچے تو پوچھا یہ کیا ہے؟ یہ صفحہ خالی ہے۔ نغمی آغا نے بتلایا کہ اس پر بسم اللہ لکھا ہے تو فرمایا سبحان اللہ پہلے سے لکھا ہوا ہے اور اس کے نیچے تحریر فرمایا اور نغمی آغا کے استفسار پر یہ خود پڑھ کر بھی سنایا۔

اس موقع پر نغمی آغا اور کتاب کے مصنف موجود تھے۔ کتاب اور اس کی تحریر ایم اسماعیل اعوان کے پاس موجود ہے۔

(ادارہ)

گلشن قادریت کے گل سرسبد

محمد عبدالحکیم شرف قادری
جامعہ اسلامیہ لاہور

پیر طریقت، رہبر شریعت، شمع بزم قادریت حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی نوراللہ مرقدہ دور آخر میں اسلام، سنیت اور قادریت کا اجالا تھے۔ وہ سیدنا غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ علم وفضل میں اپنا معاصرین سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔

آپ کا خانوادہ تحریک پاکستان کا دل وجان سے حامی تھا۔ قائد اعظم محمد علی جناح پشاور آتے تو آپ کے والد ماجد کے پاس ہی قیام کرتے تھے۔ پیر صاحب خود پاکستان میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے زبردست حامی تھے۔ اسی لئے تا زیست جمیعت العلماء پاکستان کے ساتھ وابستہ رہے۔ پیر صاحب قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہما اللہ تعالیٰ کے قابل اعتماد ساتھیوں میں سے تھے اور جمیعت کے سینئر نائب صدر بھی رہے۔

پیر صاحب کی بدولت پشاور میں میلاد شریف شان وشوکت سے منایا جاتا تھا۔ انہوں نے ''تذکرہ علماء ومشائخ سرحد'' کی دو جلدوں کے علاوہ متعدد علمی اور تاریخی کتابیں لکھیں۔ خاص طور پر شمائل ترمذی کی شرح کو اہل علم نے بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ ابھی کچھ پہلے کی بات ہے آپ کے ایک شاگرد نے آپ کے قدوری کے دروس کو جمع کر کے شائع کیا۔ پندرہ روزہ ''الحسن'' بھی آپ کی نگرانی میں شائع ہوتا رہا۔ غرض کہ انہوں نے رشد وہدایت کے ساتھ تعلیم وتبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ موجودہ دور میں انہیں گلشن قادریت کا ''گل سرسبد'' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

راقم ایک دفعہ ۱۹۶۹ء میں ہری پور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا (باقی صفحہ ۳۳۰ پر)

مولوی جی سرکار کی صحافتی خدمات

شوکت علی میر

منتظم اعلیٰ پندرہ روزہ "الحسن" پشاور کا خط موصول ہوا جس میں حضرت سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی المعروف قبلہ مولوی جی کی صحافتی خدمات کے بارے میں لکھنے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے یہ اعزاز تو مجھے سونپ دیا لیکن ایک کڑی آزمائش میں بھی ڈال دیا کیونکہ میں لکھاری نہیں ہوں اور نہ ہی اس قابل کہ مولوی جی سرکار کی ہمہ جہت شخصیت کے کسی پہلو پر اپنی رائے کا اظہار کرسکوں۔

اس لئے فوری خیال یہی آیا کہ معذرت کرلوں اور کسی عالم وفاضل تک ہی یہ کام رہنے دوں کہ وہ حضرت کی زندگی کے اس اہم پہلو پر قلم اٹھائے۔ اسی اثناء میری نظر گھر کے شیلف میں رکھے ہوئے اُس مقالے پر پڑی جو ۱۹۹۲ء میں میں نے "الحسن" پر لکھا تھا اور پشاور یونیورسٹی میں اپنے ایم اے صحافت کے کورس کی تکمیل کیلئے پیش کیا تھا۔

جب اسے کھولا تو پہلے ہی صفحہ پر مولوی جی سرکار کے دست مبارک کی تحریر نظر آئی تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ کچھ نہ لکھ کر میں زیادتی کروں گا اس لئے کاغذ قلم لے کر بیٹھ گیا۔ اپنی کم علمی کے پیش نظر مندرجہ ذیل سطور میں مولوی جی سرکار کی صحافتی خدمات کا جائزہ تو پیش کرنا ممکن نہیں لیکن ان کی شفقت ومحبت کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش ضرور کرسکتا ہوں جو انہوں نے نہ صرف اس مقالہ کی تکمیل میں مجھ سے روا رکھی بلکہ ان کے دنیا سے پردہ کرنے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

مولوی جی سرکار نہ صرف ایک معزز سید گھرانے کے چشم وچراغ تھے بلکہ ان کا جداگانہ مقام اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ ان کی خدمات کو عوامی سطح پر جتنی پزیرائی ملی، حکومتی سطح پر بھی اس کا عملی اعتراف ہونا چاہئے۔ ان کی علمی ودینی خدمات کا جتنا بھی پرچار کیا جائے کم ہے۔ اتحاد بین المسلمین کیلئے ان کی کاوشیں اور تحفظ ختم نبوت میں ان کے کردار کے علاوہ اسلامی علوم کے محقق کی حیثیت سے وہ ایک قد آور شخصیت کے مالک تھے اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے ان کا آستانہ مرجع خلائق تھا۔

ہزاروں دردمندوں کی تکالیف کا سننا اور پھر ان کا مداوا کرنا ان کا شیوا تھا۔ پشاور کے لوگوں کیلئے بالخصوص وہ ایک شجر سایہ دار تھے جس کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔

حضرت سید محمد امیر قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحافتی خدمات اور رسالہ "الحسن" لازم و ملزوم ہیں۔ اس لئے ان کی صحافتی خدمات کا احاطہ اس تناظر میں کیا جائے گا۔ "الحسن" کا اجراء جنوری ۱۹۵۵ء میں آپ کی زیر ادارت ہوا اور اس کی اشاعت تین ادوار پر مشتمل ہے۔ پشاور میں اس دور میں ایک مذہبی رسالہ نکالنا بذات خود ایک جرأت مندانہ قدم تھا۔ گو کہ بحیثیت ماہنامہ اس کا پہلا دور مختصر رہا اور نومبر ۱۹۵۵ء میں اس کا آخری شمارہ آیا لیکن اس مختصر عرصہ میں اس مجلہ نے صحافتی دنیا میں اپنا ایک منفرد مقام تسلیم کروالیا جسے بعد کے ادوار میں قائم رکھا گیا۔

اس حقیقت کو واضح کرتا چلوں کہ "الحسن" کے اجراء سے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اپنی صحافتی مہارت کا لوہا منوانا نہیں تھا بلکہ عوام الناس تک اسلام کی اصل روح پہنچا کر ان کی اصلاح کرنا تھا۔ جس کا ذکر انہوں نے اپنے پہلے اداریہ بعنوان "الحسن کے اجراء کا مقصد" میں اس طرح کیا ہے کہ اسلام کی اصل تعلیمات کو قرآن و حدیث اور اولیاء کرام کی تعلیمات کی روشنی میں سامنے لانا، لادینیت اور دین مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس کو قائم رکھنا، صوفیاء کرام کی خدمات کو اجاگر کرنا اور اسلام کو درپیش اندرونی و بیرونی مسائل و خطرات کا تدارک بنیادی مقاصد ہیں۔

اسی لئے مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی معاملات میں رہنمائی کیلئے "الحسن" شروع کیا گیا۔ سرورق سے لے کر آخری صفحہ تک اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ مندرجہ بالا مقاصد کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اس طرح ہم با آسانی مولوی جی سرکار کو "صحافت برائے مقصدیت" کا علمبردار کہہ سکتے ہیں یعنی وہ تعمیری صحافت کے قائل تھے اور مشنری جذبے کے تحت انہوں نے اس میدان میں قدم رکھا۔ ورنہ وہ اعلیٰ پایہ کے عالم اور سکالر تو تھے اور تصنیف و تالیف سے وابستہ بھی تھے لیکن عوامی سطح پر اپنا پیغام پہنچانے کیلئے صحافت جیسے مؤثر ذریعہ ابلاغ کو اپنایا اور اس کا بھرپور استعمال کیا۔

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جد امجد ابو البرکات حضرت سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی کو رسالہ کیلئے منتخب کیا۔سرورق پر جامع مسجد حضرت سید حسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب کیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایک ریفارمسٹ صحافی تھے اور صحافت کے ذریعہ تبدیلی کے قائل تھے اور مسلمانوں کو گروہوں سے نکال کر ایک پلیٹ فارم پر لانا چاہتے تھے۔اسی لئے مسجد کو علامتی طور پر استعمال کیا گیا کہ لوگ اللہ کے حضور اکٹھے ہو جائیں۔

وہ اپنے مشن میں اس حد تک مخلص تھے کہ اس رسالہ میں اشتہارات کی تشہیر سے یکسر اجتناب فرمایا ورنہ وہ اپنے حلقہ اثر کو استعمال کرتے ہوئے اس کو آمدن کا ذریعہ بھی بنا سکتے تھے۔وہ ایک بامقصد اور صاف گو صحافی تھے جو ہر مسئلہ کو میرٹ کے مطابق اہمیت اور جگہ دیتے تھے۔اسی لئے معاشرے کی برائیوں کی نشاندہی پر حکومتی حلقوں میں وہ پذیرائی حاصل نہ کر سکے جو ان کا حق تھا۔تمام تر مالی مشکلات کے باوجود وہ اپنے مشن پر گامزن رہے اور عوام الناس کی اصلاح کرتے رہے۔

مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اداریوں کے ذریعے اپنا مافی الضمیر بڑی خوش اسلوبی سے بیان کیا جو کسی بھی اشاعت کا آئینہ ہوتا ہے جو نہ صرف اس کی پالیسی بیان کرتا ہے بلکہ مدیر کی صحافتی صلاحیتوں کی عکاسی بھی کرتا ہے۔کیونکہ ان کے ہاں علم کی کی تونہ تھی اور مقصد کی وضاحت نے یہ کام اور آسان کر دیا اور یوں ان کے اداریوں کے ذریعے مختلف موضوعات پر صائب آراء سامنے آئیں۔البتہ تحقیق کا ایک بڑا عنصر بھی ان میں نظر آتا ہے یعنی وہ محقق صحافی تھے اور صحافتی امور کی انجام دہی میں بھی انہوں نے تحقیق کو بالائے طاق نہیں رکھا۔وہ نہ صرف مذہبی بلکہ ادبی،معاشی اور معاشرتی مسائل کو بھی بخوبی بیان کرتے اور ان کی صحیح تشخیص کے بعد علاج بھی بتاتے۔

قرآن و حدیث کے حوالوں کے ساتھ ساتھ اردو اور فارسی اشعار سے مزین اداریے ان کے ادبی ذوق کے ترجمانی بھی کرتے ہیں اور ایک بھرپور تاثر بھی پیش کرتے ہیں۔چاہے وہ کسی سانحہ پر اظہار افسوس ہو یا انسانی تخلیق جیسا مشکل اور فلسفیانہ موضوع یا اسلامی ممالک کے سربراہان کے دورے یا نوجوان نسل کی گرتی ہوئی اخلاقی اقدار،مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنی

مقصدیت کو سامنے رکھتے اور اپنے مشن پر کاربند رہتے ہوئے ایک اصلاحی صحافی کا کردار ادا کیا اور صحافتی اقدار و الوازمات کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ان تمام تر خوبیوں کے باوجود گیارہ شماروں کے بعد "الحسن" کی اشاعت بند کرنا پڑی۔ اس پہلے دور کے اختتام سے عوام ایک بہترین دینی مجلہ سے محروم ہوگئے۔ لیکن ان کی اپنے مقصد میں ثابت قدمی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنے موقف میں کسی قسم کی کمی یا لچک پیدا نہیں کی بلکہ رسالہ کو بند کرنے کو ترجیح دی۔ حالانکہ ایسا کرنے سے رسالہ بھی چلتا رہتا اور مالی فوائد بھی حاصل ہوتے لیکن چونکہ وہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے اور اولیاء کرام کے پیروکار تھے اس لئے انہوں نے اپنی صحافتی ذمہ داریاں بھی کماحقہ پوری کیں۔

"الحسن" کی ادبی حیثیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے جیسا کہ اس کے مستقل مضامین سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے صحافتی اقدار کا بھرپور احترام بھی کیا اور رسالہ میں نہ صرف قرآن، سلسلہ قادریہ کے روحانی پیشوا حضرت شاہ قاسم شاہ دولہ کے معرکۃ الآرا تحریر "سیر السلوک الی ملک الملوک" کا اردو ترجمہ، مسائل تقدیر اور سیرت اولیاء کرام میں مذہبی تحریریں شائع کیں بلکہ پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی کے ادبی مضامین بھی شائع کئے۔ اور خود مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ کی ادارت کے ساتھ ساتھ مختلف عنوانات کے تحت مضامین بھی لکھے۔ نثر کے علاوہ شاعری کی مختلف اصناف: حمد، نعت، منقبت، غزل اور نظم بھی شائع کیں۔

مولوی جی سرکار نے مارچ ۱۹۷۲ء کو "الحسن" کا دوبارہ اجراء پندرہ روزہ کی حیثیت سے کیا اور اسی مشن اور مقاصد کے ساتھ ایک مرتبہ پھر صحافتی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور یوں بڑے شدومد سے اپنے روایتی انداز میں مذہبی و دینی، معاشی و معاشرتی مسائل پر مضامین شائع کئے بلکہ اس دور میں معاشرتی مسائل کو بڑے موثر انداز سے اجاگر کیا۔

سرحد اسمبلی کی پرانی عمارت کی بحالی، پشاور کی حالت زار، نوجوانان اسلام سے گزارش جیسے اداریے اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ اس طرح فلم ڈان آف اسلام پر پابندی، اسلامی سربراہی کانفرنس، پٹھانوں کی طرف سے دینی حمیت کا مظاہرہ جیسے اداریے ان کے بنیادی مقاصد کی عکاسی

کرتے ہیں۔اسی طرح مارچ ۱۹۷۵ء میں اپنے مؤقف کی ثابت قدمی کی پاداش میں انہیں ایک مرتبہ "الحسن" بند کرنا پڑا۔

لیکن وہ اپنے مقصد سے مکمل طور پر دستبردار نہیں ہوئے اور یوں "الحسن" کا تیسرا دور ۱۹۹۲ء میں شروع ہوا جو الحمدللہ ابھی تک جاری و ساری ہے اور اپنی نورانی شعاعیں پھیلا رہا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی اولوالعزمی اور ارادے کی پختگی کی وجہ ہے کہ کئی دشواریوں کے باوجود بھی انہوں نے اپنا مشن جاری رکھا۔وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنی صحافتی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہوئے گو کہ وقتی طور پر انہیں یہ سلسلہ ترک بھی کرنا پڑا جن کی ذمہ داری حکومتی پالیسوں پر پڑتی ہے۔لیکن اپنی گرتی ہوئی صحت کے باوجود ان کے اندر کا صحافی اور مصلح کبھی دم نہ توڑ سکا اور وہ اپنی ذمہ داریاں آخری وقت تک پوری کرتے رہے۔

جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ انہیں اپنے علمی و ادبی تشخص کیلئے اس سہارے کی کبھی ضرورت نہیں رہی کیونکہ ان دیگر تصانیف اس مقصد کیلئے کافی ہیں اور دینی و مذہبی حلقوں میں بھی وہ اعلیٰ مقام رکھتے تھے لیکن انہوں نے وقت کی ضرورت کے تحت عوام الناس کی اصلاح و تربیت کا بیڑا اٹھایا اور صحافت کو اس مقصد کیلئے استعمال کیا اور اس سے بڑے احسن انداز میں عہدہ برآ ہوئے۔ جہاں انکی دیگر ملی خدمات کو کبھی نہیں بلایا جا سکتا وہیں ان کی صحافتی خدمات بھی ہمیشہ یاد رکھی جائینگی۔

بقیہ: گلشن قادریت کے گل سرسبد

ہوا تھا۔مقصد یہ تھا کہ اسلامیہ کالج کی لائبریری سے حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عربی شرح لمعات حاصل کی جائے جو بصورت مخطوطہ وہاں موجود ہے۔حضرت پیر صاحب نے ایک جلد دکھائی تھی جو ان کے پاس موجود تھی۔سنا ہے کہ ان کی لائبریری بڑی وسیع ہے جس میں مخطوطات کی بھی اچھی تعداد موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے صاحبزادوں اور صاحبزادی صاحبہ کو اپنے اجداد آباء کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فخرالسادات سیدی مولوی جی

سید شہزادگل باچہ (سابق سینیٹر)

عید میلادالنبی ﷺ کے سلسلہ میں مردان میں منعقد ہونے والے سالانہ جلسوں میں شاہ صاحب مرحوم کی متشرع اور پاکیزہ شخصیت اور آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے متعلق ان کی عالمانہ اور فاضلانہ تقاریر سن کر میں ان کی ذات گرامی سے بے حد متاثر ہوا تھا اور دل ہی دل میں ان کے قریب آنے کی ایک سنجیدہ خواہش پیدا ہوتی گئی۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مسمی انعام اللہ باچہ انجینئر صاحب نے حیات آباد میں اپنے مکان پر ایک میٹنگ منعقد کی تھی جس میں مجھے اور مردان سے چند دیگر سادات صاحبان کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔اس میٹنگ میں شاہ صاحب مرحوم، سید قمر عباس صاحب اور جمعیت سادات پشاور سے منسلک دیگر کئی ایک سادات صاحبان بھی شریک تھے۔اس میٹنگ میں شاہ صاحب مرحوم اور سید قمر عباس کے علاوہ میں نے بھی سادات کی یکجہتی اور اجتماعی ترقی وخوشحالی کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

شاہ صاحب مرحوم کو میرے خیالات بہت پسند آئے اور انہوں نے میری تعریف کرتے ہوئے اپنے سینے سے لگالیا۔اس میٹنگ میں جمعیت سادات کے دائرہ کار کو وسعت دینے اور ضلع مردان میں جمعیت سادات کی ایک ذیلی شاخ قائم کرنے کا بھی فیصلہ ہوا جس کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی۔ اس طرح سے میری شاہ صاحب مرحوم سے بالمشافہ ملاقات اور تعلق قائم ہوا اور میں بھی ان کے بے شمار مداحوں اور عقیدت مندوں میں شامل ہوا۔

فیصلہ کے مطابق میں نے مردان میں سادات صاحبان کی ایک میٹنگ منعقد کر کے جمعیت سادات مردان قائم کی اور اسے جمعیت سادات پشاور سے منسلک کیا گیا۔اس میٹنگ میں مجھے جمعیت سادات مردان شاخ کا سرپرست مقرر کیا گیا۔یہ بھی فیصلہ ہوا کہ مستقبل قریب میں ایک

با قاعدہ میٹنگ منعقد کرتے ہوئے اس میں شاہ صاحب مرحوم اور جمعیت سادات پشاور کے عہدیداروں اور دیگر اہم شخصیات کو شرکت کی دعوت دی جائے گی۔ شاہ صاحب مرحوم نے میری کارکردگی اور کوشش کو سراہتے ہوئے میری کامیابی کی دعائیں کیں۔

اس کے بعد جمعیت سادات پشاور کے زیر اہتمام پشاور میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس کی صدارت شاہ صاحب مرحوم نے کی تھی۔ جس میں صوبہ سندھ سے سید نوید قمر صاحب ایم این اے مہمان خصوصی تھے۔

شاہ صاحب مرحوم، مہمان خصوصی سید نوید قمر ایم این اے، سید افتخار حسین گیلانی ایم این اے اور سید مرید کاظم ایم پی اے کے علاوہ مجھے بھی اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا گیا تھا۔ اور میں نے صوبہ سرحد میں سادات ترمذی کے جد امجد سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر بابا صاحب کی عالمانہ زندگی اور علاقہ میں پھیلی ہوئی گمراہانہ عقائد کے تنسیخ کے سلسلہ میں دینی تبلیغ اور ان کے اولاد کی دینی و سیاسی خدمات اور مجاہدانہ کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔

شاہ صاحب مرحوم کو میری تقریر بہت پسند آئی اور انہوں نے میری تعریف کرتے ہوئے میری بے انتہا حوصلہ افزائی کی۔ اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ میں ان کے قریب تر آتا گیا۔ اس دوران بیمار اور کمزور صحت کے باوجود ایک موقع پر وہ میرے گاؤں موضع تاجہ تشریف لائے اور یہاں کے سادات صاحبان سے ملاقات کرتے ہوئے انہیں اعمال صالحہ اختیار کرنے کی نصیحت اور تلقین کی۔ نہ صرف جمعیت سادات کا ممبر ہونے کے ناطے بلکہ اس کے علاوہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عقیدتمندی کے علاوہ اخلاص اور نیک نیتی پر مبنی میرے ان کے ساتھ برادرانہ و دوستانہ تعلقات قائم ہوتے گئے۔

جب بھی میں پشاور آتا تو ان کی خیریت اور مزاج پرسی کیلئے ان کے دولت خانہ پر حاضر ہونے کی کوشش کرتا اور جب بھی حاضر ہوتا تو ضعف اور بیماری کے باوجود وہ مجھے اور میرے ساتھ آئے ہوئے میرے بیٹوں اور نواسوں کو گھر کے اندر اپنے کمرے میں بلاتے، دعائیں دیتے اور نصیحت

کرتے۔ان کی صحبت میں گزرے وہ لمحات میری زندگی کا قیمتی اثاثہ ہیں۔

ان کی صحبت میں بیٹھے ہوئے ان کی پاکیزہ زبان سے اپنے حق میں دعائیں سن کر میں دل ہی دل مین بہت خوشی اور مسرت محسوس کرتا تھا۔ان لمحات اور دعاؤں کو میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔یہ میری انتہائی خوش قسمتی تھی کہ انہوں نے مجھے ایک گھر کے فرد کی سی حیثیت دی تھی۔ان کے دل میں میرے لئے بے پناہ محبت،عزت اور قدر ومنزلت تھی۔

آخری ایام میں جب میں نے اخبار میں پڑھا کہ شاہ صاحب مرحوم کو عارضہ قلب کے باعث لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے تو میں دوسرے دن ہسپتال میں ان کی بیمار پرسی کیلئے حاضر ہوا۔وہ انتہائی نگہداشت وارڈ میں داخل تھے،ملاقات کی اجازت نہ تھی۔مگر پھر بھی میں کسی طرح سے ان کے بستر تک پہنچا۔اس وقت وہ نماز نوافل پڑھنے میں مشغول تھے اس وجہ سے ان سے بات نہ ہو سکی البتہ میری لئے ان کو دیکھنا ہی سعادت کا باعث تھا کہ میں نے ان کو اپنی زندگی میں آخری بار نماز نوافل پڑھتے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور سر بسجود دیکھا۔جب بھی آئندہ زندگی میں میں ان کو یاد کروں گا تو نماز پڑھنے کا یہ آخری منظر میری آنکھوں کے سامنے آتا رہے گا۔

شاہ صاحب مرحوم ایک جامع شخصیت کے مالک تھے۔جید عالم، فاضل،مورخ محدث اور بزرگ وبرتر شخصیت کے ساتھ ساتھ آپ ایک سیاستدان بھی تھے۔آپ جمعیت العلمائے پاکستان کے صوبائی صدر تھے۔آپ کئی ایک علمی، دینی اور تاریخی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے کچھ چھپ چکی ہیں اور کئی ایک چھپائی کی منتظر ہیں۔

مشائخ واولیائے سرحد کے حالات زندگی اور ان کی دینی خدمات اور مجاہدانہ کارناموں پر مبنی ایک کتاب تحریر کی ہے۔اس کے علاوہ آپ اپنے عقیدتمندوں اور مریدوں کو باقاعدہ درس دیا کرتے تھے۔منتخب اور اہم دروس پر مشتمل ایک کتاب "دراسات الحسنیہ" کے نام سے پشتو میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ان کتابوں سے ہر کوئی مستفید ہو سکتا ہے کیونکہ ان میں عبرت آموز نصیحتیں،دعائیں اور تاریخی و مجاہدانہ کارنامے تحریر ہیں۔آپ علم کا خزانہ،شفیق استاد اور عقیدتمندوں پر (باقی صفحہ ۳۴۸ پر ملاحظہ کیجئے)

سلسلہ عشق محمد کا چلانے والے

از آغا سید قیصر عباس نقوی
(نبیرۂ سید ضیاء جعفری رحمۃ اللہ علیہ)

کتنے خوش بخت ہیں وہ لوگ وہ جانے والے
یاد میں جن کی تڑپتے ہیں زمانے والے

آج اُس مرد قلندر کی یہ محفل ہے سجی
تھے جو حسنین کریمین کے چاہنے والے

زندگی ساری گزاری ہے فقیری میں تمام
نام جن کا تھا امیر ہم سے وہ جانے والے

وہ امیری میں فقیری ہی کیا کرتے تھے
جانتے ہیں سبھی اس بزم میں آنے والے

مولوی جی تھے حقیقت میں طریقت کے امام
سلسلہ عشق محمد کا چلانے والے

ان کے فیضان سے سرحد نے جلا پائی ہے
وہ جو عرفان کے تھے شمع جلانے والے

تھے حسینی حسنی اور بتولی علوی
شہ بغداد کے تھے وہ تو گھرانے والے

عاشق احمد مرسل تھے میرے مولوی جی
راستہ عشق محمد کا بتانے والے

درس ان کا تھا اخوت میانِ مسلم
تھے مسلمانوں کو آپس میں ملانے والے

بے سہاروں کا سہارا تھے بہت مولوی جی
بے سہاروں کو تھے سینے سے لگانے والے

تیری مرقد پہ سدا بارشِ رحمت برسے
اس جہاں سے سوئے جانان کو جانے والے

تحفۂ رب کریم

مفتی سید سردار احمد سائیر طورو

ایمان کے جلوؤں سے جب دل روشن ہو جاتا ہے اور جب بندگی کا شوق راہِ حق پر چلنے کیلئے جوش مارتا ہے تو حصولِ منزل کی طلب پیدا ہوتی ہے اور قلب میں ایک تڑپ اور بے قراری اٹھتی ہے۔یہی حالت انسان کو ایک ایسے مقام پر کھڑا کر دیتی ہے جہاں سے جستجوئے صراطِ مستقیم کا آغاز ہوتا ہے۔دورِ فتن میں جب بیچارگی کا ساں پیدا ہوتا ہے تو اس دوران حق و باطل کی تمیز اور راہ حق کی پہچان اور معرفت کیلئے کسی رہبر و رہنما کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان خالق و مخلوق کا رشتہ ہے اور یہی رشتہ انسان سے اطاعت و بندگی کا تقاضا کرتا ہے۔جب بندہ راہ بندگی پر جانے کا عزم کرتا ہے تو یقیناً اسے ایک ایسے رہبر و رہنما کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو اس منزل تک پہنچا سکے۔قرآن کریم کی سورہ آل عمران آیت نمبر ٣١ میں یہی بات کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ■ وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

ترجمہ:اے محبوب تم فرما دو کہ لوگوں اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(ترجمہ از کنزالایمان)

یعنی اتباع رسول ﷺ،قرآن اور صاحب قرآن کے علم و فہم اور معرفت کے حصول کیلئے سر تسلیم خم کرنے کے بغیر کوئی چارا نہیں اور اس کیلئے اسے کسی کامل استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑتا ہے۔بس اسی کی بدولت امت مسلمہ میں علمائے کرام،حفاظ کرام،فقہاء اور دانشور حضرات پیدا ہوئے اور مسلمان فنون و دانش،حکمت و تدبر اور ہر قسم کے علمی میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔جنہوں نے صراط مستقیم کو ہر دور میں ظاہر و بین کیا۔

رحمت حق نے امتِ مسلمہ کو غنچہ ہائے سلف و خلف کے نام سے جو نادر تحفے بخشے امت اس پر

تاقیامت فخر کرتی رہے گی۔ان نوادرات کے ساتھ دست فیضان قدرت نے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا جو انمول ہیرا پرودیا اسکے عوض ہم لاکھوں سجدہ شکر ادا کریں تو حق ادا نہ کر سکیں گے، یہ وہی انمول ہیرا ہے جسکی بدولت نہ صرف صوبہ سرحد کے خاص و عام استفادہ کرتے رہے بلکہ امتِ مسلمہ کی ایک کثیر تعداد اس سے فیضیاب ہوتی رہی۔اتباع رسالت مآب ﷺ کی خاطر شریعت وتصوف کی راہ ہموار کی اور سینہ سپر ہو کر اس راہ کی بلاؤں کا مقابلہ کیا اور ہم مسلمانوں پر ایسا احسان کیا جس کی مثال نہیں۔

مگر اتباع رسول ﷺ کی خاطر انہوں نے جو مخلصانہ قدم اٹھائے وہ سنت نبوی ﷺ کے ساتھ امتِ مسلمہ کی عملی ہم آہنگی کیلئے جدوجہد ہی ہے۔اس کی خاطر انہوں نے شمائل ترمذی کو اردو زبان میں پیش کرنے کا انتخاب کیا جو کہ مذکورہ مشن کیلئے انتہائی ضروری تھا۔شمائل ترمذی کی اس شرح "انوار غوثیہ" کے مقدمہ میں مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کچھ یوں رقمطراز ہیں

"حقیقت یہ ہے کہ شمائل شریف عاشقوں کیلئے آرام جاں ہے۔اردو تراجم و شرح میں فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا الحاج محمد امیر شاہ قادری گیلانی دامت برکاتہم العالیہ کا ترجمہ اور شرح موسوم بہ انوار غوثیہ شرح الشمایل النبویہ بعض خصوصیات اور امتیازات کی وجہ سے منفرد اور عدیم النظیر ہے۔اپنی تمام ظاہری اور باطنی خوبیوں کی وجہ سے اس کو اردو تراجم و شروح میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔اس میں شک نہیں کہ مترجم و شارح حضرت شاہ صاحب نے تدوین کا حق ادا کر دیا ہے۔اب ہماری ذمہ داری شروع ہوتی ہے— مطالعہ کا حق اس وقت ادا ہو سکتا ہے جب ہم سیرت نبوی ﷺ کی ایک ایک ادا کو اپنی زندگی میں سمو لیں" (ماخوذ از "انوار غوثیہ شرح الشمائل النبویہ، شاہ محمد غوث اکیڈیمی پشاور)

اب ایک کرنِ نور شرح شمائل انوار غوثیہ بطور نمونہ ملاحظہ فرماویں

"بَابُ مَا جَآءَ فِيْ خَلْقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

یہ باب حضور ﷺ کے صورت مقدسہ اور حلیہ پاک کے بیان سے متعلق ہے

(اس باب میں چودہ احادیث ہیں)

حل لغت: خَـلْـقِ خاء معجمہ کی زبر اور لام کے سکون کے ساتھ ہے۔جس کے معنی "ایجاد" کے ہیں۔یہ مصدر ہے اور مفعول کے معنی دیتا ہے یعنی وہ دنیا میں ایجاد کی گئی ہے۔یہاں انسان کی ظاہر صورت مراد ہے اور خُـلُـقِ خاء معجمہ کی پیش اور لام کی بھی پیش کے ساتھ۔جس کے معنی طبع اور خو کے ہیں۔یہ معنی باطن کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔اس عنوان سے کتاب میں الگ باب موجود ہے۔اس سے انسان کی باطنی صورت مراد ہے۔

تشریح: صاحب شمائل شریف نے ظاہری صورت اور حلیہ مبارک کو باطنی اوصاف مقدسہ پر مقدم گردانا ہے۔اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی صفاتِ کاملہ بنی نوع انسان پر ظاہر ہو جائیں جو آپ ﷺ کی ہیئت اور صورت ظاہری میں جلوہ فرما تھیں۔حسن ظاہری حسن باطنی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ظاہر باطن کا عنوان ہوا کرتا ہے۔"

چونکہ ہمارا دور ایسا دور ہے کہ بدعقیدگی کی تحریک کے اثرات عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی قبول کر رہے ہیں۔علماء عقل وخرد کی باریکیوں میں پڑ کر روحانی زندگی کی لطافتیں اور دلکشیاں فراموش کئے ہوئے ہیں۔ایسے حالات میں محبت کی گرمی نظر کی فراست،اصلاح کا جذبہ اور عمل کی پختگی اہل اللہ ہی کے دم قدم سے قائم ہے اور اہل قلب ونظر ہی اپنی کرم نوازی سے انسانیت کے افق مقدر پر ہدایت کے آفتاب روشن کرتے ہیں۔

ہمارے اطراف میں بے دینی والحاد کو ہدایت وعرفان سے بدلنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستی پیدا کی جس نے اپنی حکمت وفراست سے منتشر قوم کو یکجا کرنے اور اسے دینی شعور مہیا کرنے کیلئے جدوجہد کی اور اتباع سنت مصطفوی ﷺ کے چراغ روشن کئے۔ اس کیلئے انہوں نے جو اقدامات کئے اور تحریک چلائی اس میں بخاری شریف کی شرح موسوم بہ شرح غوثیہ جوان کے جد امجد حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کی تھی کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اپنے مقصد مذکورہ کیلئے راہ ہموار کی۔

چونکہ قرآن وحدیث کا جاننا اتباع رسول کریم ﷺ کیلئے اولین حیثیت رکھتا ہے اس لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث رسول مقبول ﷺ کو عام فہم بنانے کا ارادہ فرمایا اور اسکے تراجم وشروح کو اپنے مقصد کیلئے مشعل راہ بنایا تا کہ غلط تراجم وشروح کی زد میں آنے سے لوگوں کو نجات حاصل ہو۔

شرح غوثیہ کے مقدمہ میں جناب سید محمد انور شاہ قادری صاحب لکھتے ہیں کہ

"شرح غوثیہ فارسی میں لکھی گئی کیونکہ اُس دور میں یہاں فارسی زبان عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی تھی لیکن آج کل عام پڑھا لکھا طبقہ فارسی زبان سمجھنے سے قاصر ہے لہذا عامۃ المسلمین کے استفادہ کیلئے استاذِ محترم قبلہ مولوی جی مدظلہ العالی نے اس کا اردو ترجمہ کرنے کا پروگرام بنایا اور پہلے دونوں پاروں کا اردو ترجمہ مع عکس اصل فارسی متن بخط شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے شائع کیا اور تیسرے پارے کا ترجمہ بھی شروع فرمایا تھا لیکن ضعف بصارت کے باعث یہ کام جاری نہ رکھ سکے اور مفتی سرحد حضرت علامہ مفتی خلیل الرحمٰن قادری گلوزئی مدظلہ العالی کے سپرد کیا گیا جنہوں نے اس تیسرے پارے کا اردو ترجمہ پایہ تکمیل تک پہنچایا۔"

واقعی یہ شرح وقت کے تقاضے کے عین مطابق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شرح کے ذریعے حدیث وفقہ کی باہمی مطابقت کو واضح کر دیا۔ مقدمہ میں بھی اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ شرح غوثیہ کا سب سے بڑا وصف وامتیاز یہ ہے کہ اس میں محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث وفقہ میں تطبیق پیدا فرمائی اور یہی بات مولوی جی کا منشاء عالیہ کے ضمن میں اولین درجہ رکھتا تھا تا کہ مسلمانوں میں فقہی اور مذہبی رجحانات مدہم نہ پڑ جائیں اور تقلیدی شعار پر جو ضرب کاریاں ہوئی ہیں مسلمان اس کے مقابلے میں مضبوط اور ڈٹے رہیں۔

اس کے علاوہ مولوی جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر متنازع فیہ مسئلہ کو مذہب حنفی کے اصولوں پر حل کر کے وقتاً فوقتاً مسلمانوں کیلئے پیش کرتے رہے اور باطل قوتوں کی ہر کوشش ناکام بنا کر حنفی عقائد کو محفوظ کرتے رہے۔

جامع شریعت وطریقت

صلاح الدین احمد

ایڈیٹر روزنامہ جناح پشاور

پیر طریقت مبلغ شریعت حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری الگیلانی المعروف بہ مولوی جی ؒ ایک بلند مرتبت بزرگ، روحانی پیشوا اور اعلیٰ انسانی اخلاقی اور فطری اصولوں کو پیش نظر رکھنے والے مدبر سیاسی وسماجی رہنما تھے۔

آپ ؒ نے ۹ جون ۱۹۱۹ء کو سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ کے ممتاز و معتبر خانوادے میں قدوۃ السالکین حضرت حافظ سید محمد زمان شاہ ؒ کے ہاں آنکھ کھولی۔اس روز رمضان المبارک کی دس تاریخ تھی۔

غور کیا جائے تو کتنی مختصر ہے حیات فانی "ایک ماہ یا ایک دن" کاش انسان اس نکتہ کو جان سکے تو واقعی اس کے "اشرف المخلوقات" ہونے کا سبب سمجھ میں آجائے لیکن قدرت کا اپنا ہی نظام ہے جسے ہم جیسے عام انسان نہیں چلاتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے نظام کائنات کو چلانے کیلئے ہر دور میں ایسے "خاص بندے" پیدا فرماتا ہے جو حقیقتاً اشرف المخلوقات ہوتے ہیں اور یہ لوگ یقین جانئے مولوی جی ؒ جیسے ہی ہوتے ہیں جن کے اٹھ جانے سے روایتی الفاظ میں نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں انسانی سماج میں ایک ایسا خلاء پیدا ہوجاتا ہے جس کا پُر ہونا تو ممکن نہیں ہو پاتا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت مولوی جی ؒ یوں تو طویل عرصہ تک مختلف جسمانی عوارض سے دوچار رہے مگر یہ آپ ؒ کی قوت ایمانی اور طاقتِ روحانی ہی تھی جس کے سبب آپ ؒ عام لوگوں کی طرح کبھی بیمار نظر نہیں آئے اور آپ کا چہرہ مبارک ہمیشہ کھلے پھول کی مانند تروتازہ اور شگفتہ ہی نظر آیا۔

خود مجھے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام علالت میں لیڈی ریڈنگ ہسپتال میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو باوجود اس کے کہ آپ بستر علالت پر تھے اس وقت بھی ہشاش بشاش اور پر رونق تھے حالانکہ آپ کی زبان مبارک تلے "ہارٹ اٹیک" سے بچاؤ کی گولی Angecid رکھی ہوئی تھی۔

آپ کے وصال سے چند ہفتے قبل جب پیر و مرشد زینت الفقراء پیر صاحب تمبر پورہ شریف حضرت پیر سید مستان شاہ سرکار حق بابا دامت برکاتہم العالیہ آپ کی عیادت کیلئے آپ کے آستانہ مبارک پر تشریف لائے تو یہ منظر کتنا روح پرور اور قلبی کیف و سرور سے لبریز تھا اور وہ لوگ کتنے خوش قسمت ہیں جنہوں نے باہمی عقیدت و محبت رکھنے والے ان دو بزرگان کشف و کرامات کو حالت ملول میں نہیں بلکہ حالت معمول و جمال میں راز و نیاز کرتے دیکھا۔

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ مشیت ایزدی کے مطابق بارہ اور تیرہ رمضان المبارک کی درمیانی شب ۱۴۲۵ھ بمطابق ۲۰۰۴ء کو بروز بدھ دنیا سے پردہ فرما گئے۔ آپ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر، قرب و جوار اور قریہ قریہ پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے آستانہ مبارک پر بلاامتیاز مسلک و مکتب اور قومیت و معاشرت لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے۔

اس شام پورے شہر نے سوگ کی چادر اوڑھ لی تھی۔ ہر آنکھ پرنم، ہر چہرہ غمگین اور ہر بشر سراپا عقیدت و محبت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سفر آخرت فیوض اور برکات سے کچھ پا لینے اور اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کی جستجو میں چشم تر نظر آیا۔ میں نہیں بھول سکتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ مبارک کے موقع پر ایک عقیدتمند کے زار و قطار روتے ہوئے باآواز بلند یہ الفاظ

"پشاور کے لوگو! اپنے دامن پھیلا دو، آج اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نچھاور ہو رہی ہیں، آپ خوش قسمت ہیں کہ آپ کو اللہ کے اس محبوب بندے کے جنازہ میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی، اپنی جھولیاں بھر لو، آنسوؤں کے بدلے دونوں جہاں کی رحمتیں پانے کا اس سے بہتر اور کون سا وقت ہو گیا۔"

میں نہیں فراموش کر سکتا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے عظیم اجتماع سے خطاب کے دوران پیر و مرشد

حضرت حق باباجی دامت برکاتہم العالیہ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ الحاج سید سجاد شاہ بادشاہ مدظلہ العالی کے یہ الفاظ بھی کہ

"آج کا دن غم کا دن ہے، ہم حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی اور مہر ومحبت سے محروم ہوگئے ہیں، آج پورا شہر یتیم ہوگیا ہے، بندگان خدا کے سروں سے سایہ شفقت اٹھ گیا ہے، آج اللہ کا غوث ہم سے جدا ہوگیا ہے لیکن آج کا دن باعث انعام بھی ہے کہ ہمیں اللہ کے اس نیک بندے اور دوست کے سفر آخرت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔"

مجھے پیر ومرشد حضرت حق باباجی دامت برکاتہم العالیہ کے دوسرے صاحبزادے پیر طریقت صاحبزادہ سید عنایت علی شاہ بادشاہ موتیاں ولی سرکار مدظلہ العالی کا یہ جملہ بھی ہمیشہ یاد رہے گا

"مولوی جی جسمانی طور پر ہم سے جدا ہوئے ہیں لیکن روحانی طور پر ہمیشہ زندہ رہیں گے، ہمارے ساتھ رہیں گے۔"

اسی طرح تصوف وطریقت کے ہر سلسلہ کے بزرگوں اور علماء کرام نے حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دل میں اتر جانے والے ایسے ہی الفاظ میں اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تجہیز وتکفین کے اگلے روز میں اس وقت حیران وششدر رہ گیا جب پیر ومرشد حضرت حق باباجی دامت برکاتہم العالیہ کے چار سالہ پوتے سید قائم علی شاہ المعروف علی بادشاہ بن سید عنایت شاہ بادشاہ نے صبح مجھے فون کر کے بڑے افسردہ لہجہ میں اپنی توتلی زبان سے کہا

"صلاح الدین چاچو! آپ نے اخبار دیکھا ہے، مولوی جی صاحب دنیا سے پردہ کر گئے ہیں، ان کی تصویر اخبار میں چھپی ہے، بڑی بزرگ ہستی تھے۔"

کیا، بچہ، کیا جوان، کیا بزرگ، کیا خاتون، کیا بزرگانِ دین، مشائخ عظام اور کیا علماء کرام، ہر کوئی غمگین اور غمگسار نظر آیا۔ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ہر دل میں عزت تھی، احترام تھا، عقیدت تھی۔ حضرت مولوی جی سراپا مہر ومحبت اور مرقع جلال وجمال تھے اور ان کی یہ کیفیات اس وقت بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر نمایاں نظر آئیں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کا جسد خاکی آپ کے آستانہ

مبارک پر زنان خانے میں دیدار کیلئے رونق افروز تھا۔

میری بھابھی نے جو حضرت مولوی کی مرید ہیں نے مجھ پر یہ انکشاف کیا کہ جب آپ کا آخری دیدار کرتے ہوئے کوئی خاتون روتی یا بین کرتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار صاف ابھر آتے اور جب تلاوت کی جاتی یا درود شریف پڑھا جاتا تو آپ کے چہرہ مبارک پر سکون چھا جاتا اور آپ کا متبسم چہرہ مزید نکھر جاتا۔

یہی تو ہے اللہ والوں کی شان، دنیا میں بھی سرخرو اور اپنے خالق کی طرف لوٹتے ہوئے بھی خوش وخرم۔ جہاد کی مختلف قسمیں اور مدارج بیان کئے گئے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مگن رہنا، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا، علم کو پھیلانا اور بندگانِ خدا کے کام آنا بھی جہاد ہی کا ایک درجہ ہے جسے اتباع شریعت مزید افضل بنا دیتی ہے۔

حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ساری زندگی اسی جہاد میں بسر کی۔ جب ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بزرگانِ دین کے ارشادات وخیالات پر غور کرتے ہیں، خراج عقیدت کے الفاظ پر تفکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پیش نظر رہتا ہے کہ شہید مرا نہیں کرتے بلکہ وہ زندہ رہتے ہیں اوران کو رزق بھی دیا جاتا ہے مگر ہم اس کا شعور نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ ہی علیم وخبیر ہے، ہر بات کا علم رکھتا ہے اور ہر شے سے باخبر ہے، اللہ کی باتیں سچی ہیں جو ہرگز نہیں بدلتیں۔ میرے ساتھ آپ بھی اس حقیقت کا اعتراف کریں گے کہ حضرت مولوی جی رحمت اللہ علیہ کے اس دارِ فانی سے عالم بقا کو سدھار جانے کے بعد بھی کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ ہم ان کے دست شفقت، مہر ومحبت اور فیوض وبرکات سے مرحوم ہیں۔

ان کا پُر نور متبسم چہرہ ہر وقت نظروں کے سامنے رہا اور ان کے دعائیہ کلمات لب وذہن کی بالیدگی کا سبب بنتے رہے۔ سچ کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کا روحانی تصرف ان کے دنیا سے پردہ کر جانے کے بعد بھی جاری وساری رہتا ہے اور اس کا عملی مشاہدہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی صورت میں ہم نے خود بھی کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ عصر حاضر کے صاحب تصرف روحانی پیشوا متبحر عالم دین، نکتہ شناس، محقق، محدث مبلغ، مصنف و مؤلف اور مصلح تھے۔ یہی نہیں بلکہ ذاتی کردار و افعال کے حوالہ سے مبرور، دینی و دنیوی مسائل کے حل کی نسبت سے مبصر، ذہانت و فطانت میں بے مثال اور ہر قسم کے عصری علوم سے بھی آراستہ و پیراستہ تھے۔

ہر موضوع پر چاہے وہ سیاسی ہوتا یا علمی و تحقیقی یا تفسیر سے متعلق یا حدیث، فقہ، فلسفہ، عقائد، انسانیت، اخلاقیات، سماجیات اور تصوف و طریقت کے موضوع پر ہوتا آپ اس پر بڑے مدلل انداز میں گفتگو فرماتے اور اپنے خیالات کا اظہار اس فصاحت و بلاغت سے کرتے کہ ان کا ہر ہر لفظ دل میں اتر جاتا۔

آپ اتحاد بین المسلمین کے بہت بڑے بلکہ حقیقتاً مؤثر داعی بھی تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو امت مسلمہ کے ہر مکتبہ فکر میں عزت و احترام سے نوازا تھا۔ کسی بھی مسلک سے تعلق رکھنے والا آپ کی بات انتہائی ادب و احترام سے سنتا تھی کہ آپ کو اہل سنت والجماعت کے ساتھ ساتھ اہل تشیع میں بھی بے پناہ قدر و منزلت حاصل تھی۔

جب بھی محرم الحرام کے مقدس مہینہ کی آمد ہوتی امن چاہنے والوں کی نظریں آپ پر لگی نظر آتیں اور آپ عمر رفتہ کے آخری ایام میں بھی پیرانہ سالی اور بیماری کے باوجود اتحاد بین المسلمین کی غرض سے منعقد کی جانے والی ہر محفل، ہر تقریب اور ہر جلسہ میں رونق افروز ہوتے۔ آپ عمل پیہم کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور دین کے کام میں تھکاوٹ کبھی آپ کے آڑے نہ آتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ باعمل عالم دین اور علماء کے جم غفیر میں بے نظیر تھے۔

آپ ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشین تھے تاہم یہ آپ رحمت اللہ علیہ کی فقیری اور درویشی تھی کہ آپ نے کبھی بھی لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو سجادہ نشین کی حیثیت سے پیش نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو ہمیشہ فقیر کہہ کر متعارف کرایا۔

سالارِ عشاقِ رسول کریم ﷺ

سید حکیم شاہ قادری بخاری
خطیب جامع مسجد حیدر کرار جھنڈا بازار پشاور

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ نے حضور پاک ﷺ کی امت میں چند ایسی بلند اور عظیم جامع الصفات شخصیات پیدا فرمائیں جن کو آقائے نامدار ﷺ نے انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی۔ ان عظیم ترین ہستیوں میں امیر الفقراء، سرتاج الاولیاء سالار عشاق رسول ﷺ، سید السادات، مفسر قرآن، محدث عظیم، خطیب عصر، محافظ عظمت وشان صحابہ، محب اہل بیت و اولیاء کرام، استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ سیدی ومرشدی واستاذی ابوالحسنین سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات بھی ایک ہے۔

آپ کائنات ارضی کے ایسے ماہتاب تھے کہ جس کی کرنوں سے رہتی دنیا تک حضور پاک ﷺ کی امت مرحومہ منور ہوتی رہے گی۔ ایک طرف آپ کے کشف باطنی اور علم لدنی سے سالکین طریقت کے قلوب واذہان منور ہوئے تو دوسری طرف آپ کے علمی اور فقہی کمالات سے نہ صرف آپ کے شاگرد بلکہ ہر خاص وعام مستفیض ہوا۔

آپ اتحاد بین المسلمین کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے عقیدتمندوں اور مریدوں کو امن وآشتی کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اکثر فرماتے "اپنا مسلک چھوڑو نہیں کسی کا مسلک چھیڑو نہیں"۔

آپ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا انتہائی احترام کیا کرتے تھے، سب کے ساتھ انتہائی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر مکتبہ فکر سے تعلق والا آدمی آپ کی رحلت سے مغموم ہے۔ تاہم اپنے مسلک خصوصاً عقائد اہل سنت حیات النبی، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، نور مصطفی، نبی پاک علیہ السلام کے علم غیب، شان صحابہ، یا علی مدد، شیاً للہ یا غوث الاعظم دستگیر، میلاد

شریف، گیارہویں شریف اور بزرگان کرام کے عروس پر کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کیا۔

طالب علمی کے زمانے سے لے کر تادم آخر درس و تدریس کے عظیم فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قرآن کریم، احادیث نبوی، فقہ، تصوف اور تمام علوم مروجہ کی تعلیم سے تشنگان علم کو سیراب فرماتے رہے۔ آپ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک خطابت فرماتے رہے آپ کی ہر تقریر عشق خداوندی اور عشق محبوب خدا ﷺ کی آئینہ دار تھی۔ آپ کا ہر خطبہ اسلام کے صحیح تشخص اور اطاعت مصطفیٰ ﷺ کو اجاگر کرتا تھا۔

آپ دور حاضر کے عظیم محقق اور دانشور تھے آپ نے درجنوں کتابیں لکھیں جن میں انوار غوثیہ، انوار علی، نماز مقبول، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد اور تذکرہ حفاظ پشاور کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ شاعری کی تمام اصناف پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ تاہم میری معلومات کے مطابق ساری زندگی میں ایک ہی نعت شریف حرمین شریفین کی حاضری کے موقع پر حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کی۔ ادب کی اور اصناف کی طرح صحافت میں بھی آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وقتاً فوقتاً مذہبی، قومی سیاسی اور دیگر موضوعات پر ملک کے اکثر اخبارات و رسائل میں آپ کے کالم اور مضامین چھپتے رہے۔ تاہم اپنے مسلک کی صحیح ترجمانی اور مذہب و ملت کی خدمت کیلئے آپ نے پندرہ روزہ مجلہ "الحسن" نکالا۔ آپ کے علمی ذوق نے اس مجلہ کو پاک و ہند کے عظیم رسائل کی صف میں شامل کردیا۔

آپ اپنی خاندانی روایات کو قائم رکھتے ہوئے مہمان نوازی، غریب طلباء کی خفیہ مالی اعانت غریب سادات عظام کی بچیوں کی شادیوں پر ان کی عزت نفس کو مجروح کئے بغیر مالی تعاون فرمایا کرتے۔ آپ اپنے حلقہ ارادت کے لوگوں کو نماز پنج گانہ، ذکر الہٰی اور کثرت سے درود و سلام پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد خصوصاً احترام والدین، احترام اساتذہ کی نصیحت بھی فرماتے تھے بلکہ عملی طور پر خود نمونہ بن کر دکھایا۔ اپنے والد گرامی قدر ولی کامل برہان العاشقین حافظ سید محمد زمان شاہ صاحب قادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا حد درجہ احترام فرمایا کرتے تھے اور ان کے ایصال ثواب کیلئے ہر سال ان کا عرس مبارک انتہائی محبت و عقیدت سے منایا کرتے

تھے۔درس کے دوران جب بھی اپنے اساتذہ کے متعلق کوئی بات فرماتے تو آپ ان کی مغفرت اور درجات عالیہ کیلئے ساتھ ہی دعا کرتے اور انتہائی احترام کے ساتھ نہ صرف انکا ذکر خیر فرماتے بلکہ ان کے بچوں کے ساتھ بھی انتہائی خلوص ومحبت کا اظہار فرماتے۔

الغرض حضور قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے کسی بھی پہلو پر نظر ڈالی جائے آپ کا ہر ہر عمل ہر ہر قول سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے۔حتیٰ کہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ سنت نبی کریم جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق تھا۔

حضور قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین اور عقیدتمندوں کے ساتھ اپنے بچوں کی طرح شفقت اور محبت فرمایا کرتے تھے اور ہر ایک کو اتنی محبت دیتے کہ وہ یہی کہتا کہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ مجھے چاہتے ہیں۔جس طرح کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب صحابہ کرام واہل بیت عظام کے ساتھ محبت فرماتے تھے اور ہر صحابی اور اہل بیت کا ہر فرد یہ حسن ظن رکھتا تھا کہ حضور علیہ السلام مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے سبھی کے ساتھ محبت فرمائی اور چونکہ حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے مزین تھے اس لئے آپ (مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے ہر عقیدتمند کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت فرمایا کرتے تھے۔

اس ناچیز درماندہ نفس شریر راقم الحروف پر بھی حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی بے پناہ نوازشات تھیں ۱۹۸۸ء میں بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر آپ نے اس فقیر حقیر کو سلسلہ عالیہ قادریہ حسنیہ میں بیعت کے شرف سے نوازا۔جب آپ کے مشورے سے یہ ناچیز دارالعلوم چشتیہ غوثیہ منڈی بہاء الدین میں داخل ہوا تو اکثر اخراجات کیلئے حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ مالی اعانت فرماتے تھے بلکہ کمزوری اور پیرانہ سالی کے باوجود دوبار منڈی بہاء الدین تشریف لا کر نہ صرف اپنی ملاقات کا شرف فرمایا بلکہ انتہائی محبت اور شفقت بھی فرمائی۔

دارالعلوم کے چھ سالہ دورانیہ کے بعد جب واپس آیا اور حضور مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ درس

میں شامل ہوا تو کچھ ہی دنوں میں اندازہ ہوا کہ میں نے دارالعلوم میں ویسے ہی وقت گزار دیا حالانکہ علم کا خزانہ تو میرے قریب ہی جلوہ افروز تھا۔ آپ سے قرآن کریم فرقان حمید کا ترجمہ، مشکوٰۃ المصابیح، کچھ حصہ بخاری شریف کا پڑھا۔ انوار علی بقدوری شریف کے دروس میں بھی شامل ہونے کا موقع ملا۔ آپ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اپنی سند حدیث ثبت امیری بھی عنایت فرمائی اور ساتھ ہی حکم فرمایا کہ جامع مسجد حیدر کرار جھنڈا بازار پشاور میں امامت وخطابت اور درس وتدریس کی خدمت سرانجام دوں۔

الحمدللہ حضور کے حکم مبارک کے مطابق اگر چہ میں اس قابل نہیں ہوں اپنی سی کوشش کر رہا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ حضور سیدی ومرشدی استاذی قبلہ مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات وبرکات سے ان کی اولاد امجاد خصوصاً صاحبزادہ والا شان سید محمد نور الحسنین قادری گیلانی صاحب سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ حسنیہ پکہ توت شریف کو شرف فرمائے۔ نیز اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے فیوضات و برکات سے ان کے تمام مریدین وعقیدتمندوں خصوصاً اس ناچیز کو بھی مستفیض فرمائے---آمین!

بقیہ: فخر السادات سیدی مولوی جی

مہربان پیر ومرشد تھے۔ ان کے جنازے میں لاکھوں افراد کی شرکت ان کی نیک بختی اور بزرگی کا بین ثبوت ہے۔ اہل سادات سے ان کو بے انتہا محبت تھی۔ جب بھی سادات کا کوئی مسئلہ یا معاملہ سامنے آتا تو وہ کسی کی پرواہ کئے بغیر ہر چیز اس پر قربان کر دیتے۔ اگر چہ میں نے ان سے باقاعدہ بیعت نہیں کی تھی لیکن میں ہر وقت ان کی دعاؤں سے مستفید ہوتا رہا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت سے نوازتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ وارفع مقام عطاء کرتے ہوئے راحت وخوشی سے لبریز ابدی زندگی عطاء فرمائے اور ہمیں ان کی دعاؤں کے طفیل ان کی تقلید کرتے ہوئے ان کی نصیحت پر عمل پیرا ہونے، پاکیزہ زندگی گزارنے اور اعمال صالحہ اختیار کرنے کی سعادت عطاء فرمائے اور ان کے پسماندہ گان کو ان کی روشن کردہ شمع جلائے رہنے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے---آمین!

تعزیتی خطوط

خالی

مسعودِ ملت حضرت علامہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی

اخی الکریم صاحبزادہ سید غلام الحسنین قادری گیلانی زید مجدہ

السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

غم نامہ باعث صد رنج والم ہوا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حضرت رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کی مفارقت اہل سنت والجماعت کیلئے ایک المیہ ہے۔ مولیٰ تعالیٰ حضرت مرحوم ومغفور کی مغفرت فرما کر درجات عالیہ عطا فرمائے اور ان کی خدماتِ جلیلہ کو مقبول و مشکور فرمائے --- آمین!

حضرت مرحوم فقیر سے بہت محبت کرتے تھے اور بڑی شفقت فرماتے تھے۔ مولیٰ تعالیٰ اس مخلصانہ محبت وشفقت کا پورا پورا اجر عطا فرمائے --- آمین!

فقیر اور اہل خانہ آپ سب کے غم میں شریک ہیں۔ یہ غم آپ کا نہیں ہم سب کا غم ہے۔ مولیٰ تعالیٰ غم واندوہ کی اس گھڑی میں ہم سب کو اپنی طرف متوجہ رکھے کہ یہ توجہ ہی ہر غم کا تریاق ہے۔

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا
جو غم ملا اسے غمِ جاناں بنا دیا

برادرِ گرامی کی خدمت میں سلام اور تعزیت پیش کردیں۔ سب اہل خانہ کی خدمت میں سلام کہہ دیں اور تعزیت پیش کردیں۔

فقط والسلام

محمد مسعود احمد

ایم اے، پی ایچ ڈی، اعزاز فضیلت

حضرت علامہ مولانا سمیع الحق حقانی مدظلہ العالی

(مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

محترم المقام سلطان آغا صاحب جانشین حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ

سلام مسنون!

حضرت مولانا قدس سرہ کا سانحہ ارتحال دینی وعلمی دنیا کا بڑا نقصان ہے۔ میں سفر پر تھا بہت بعد علم ہوا۔ حق تعالیٰ مرحوم کو درجات عالیہ سے نوازے اور آپ کے ذریعہ سرچشمۂ فیض جاری ساری رکھے۔ برخوردار حامد الحق (ایم این اے) اور دیگر متعلقین حاضر ہوئے تھے۔ میں بھی حاضری کی سعی کروں گا۔

والسلام

سمیع الحق

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت علامہ مفتی محمد اطہر صاحب نعیمی مدظلہٗ

(خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی)

عزیز گرامی السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

محترم المقام پیر محمد امیر شاہ صاحب قدس سرہ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع تاخیر سے وصول ہوئی اس لئے تعزیتی کلمات تاخیر سے پیش کرتا ہوں۔ پیر صاحب کی ذات مجموعہ صفات تھی ان کی کس کس ادا کو یاد کیا جائے۔ ان کی وفات دنیائے سنیت کا عظیم نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے

درجات بلند فرمائے اوران کے فیض کو جاری وساری رکھے۔ پسماندگان، معتقدین ومخلصین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اٰمِیْنْ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

مفتی محمد اطہر نعیمی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی

(چیئرمین پاکستان عوامی تحریک)

محترم صاحبزادہ سلطان آغا صاحب (سجادہ نشین خانقاہ حضرت آقا پیر جان صاحب)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت پیر طریقت سید امیر شاہ قادری ''مولوی جی صاحب'' مرحوم ومغفور کی وفات کی خبر سنی، اللہ تعالیٰ جل مجدہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی جوارِ رحمت میں مقامِ اعلیٰ علیین سے نوازے اور بتصدق وتوسل حضور اکرم نبی محتشم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درجاتِ عالیہ بلند فرمائے۔

مرحوم ومغفور ایک بلند پایہ علمی، روحانی، دینی اور سیاسی شخصیت تھے۔ انہوں نے ہر مقام وموقع پر بہترین صلاحیت کا مظاہرہ فرمایا۔ وہ صلح جو انسان اور اتحاد بین المسلمین کے پر عزم اور مخلص داعی تھے۔ ان کی خدمات عالم اسلام میں تا ابد یاد رکھی جائیں گی۔ انہوں نے اشاعتِ اسلام اور ترویج دینِ مبین کیلئے انتھک محنت فرمائی اور سرخرو رہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل ان کی محنت اور مساعیٔ جمیلہ کو قبول ومنظور فرمائے اور آپ سب بہن بھائیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام

محمد طاہر القادری

لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) کے ایم اظہر خان

(سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان)

محترم جناب صاحبزادہ محمد حسنین گیلانی صاحب

السلام علیکم ورحمت اللہ

آپ کے والد محترم حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری کی وفات کا سن کر بڑا دلی افسوس ہوا اور اس سے زیادہ ملال اس بات کا ہوا کہ میں ناسازی صحت کی وجہ سے ان کے آخری دیدار کیلئے پشاور میں حاضر نہ ہو سکا اور اس عظیم سوگوار موقع پر آپ لوگوں کے غم میں ذاتی طور پر شریک نہیں ہو سکا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبلہ پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے اور آپ سب حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے---آمین، ثم آمین!

حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی ایک عظیم شخصیت تھے انہوں نے اپنی تمام زندگی اسلام کی خدمت اور قرآن وسنت کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے گزار دی۔ جس کی وجہ سے ان کا عوام میں بہت عزت واحترام تھا۔ حضرت قائد اہل سنت امام شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیت علماء پاکستان کی وفات کے بعد حضرت امیر شاہ گیلانی نے اس دنیا سے رخصت ہو کر ملک وقوم کیلئے بالعموم اور جمعیت علماء پاکستان کیلئے بالخصوص بڑا خلاء پیدا کر دیا ہے اور جمعیت کے تمام عہدیداران اور خادمین مایوسی کا شکار ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب لوگوں کو خداوند تعالیٰ صبر جمیل اور اس ناقابل تلافی محرومیت کو برداشت کرنے کی توفیق دے۔ آمین

والد محترم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی نعمت ہے ان کی موجودگی اپنی اولاد کیلئے بڑی تقویت کا

باعث ہوتی ہے۔میری دعا ہے ان کی غائبانہ شفقت آپ سب حضرات پر قائم رہے اور آپ حضرات ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملک و دین کی خدمت کرتے رہیں اور ملک میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کیلئے جدوجہد کرتے رہیں---آمین ثم آمین!

والسلام

آپ کے غم میں برابر کا شریک و مخلص

محمد اظہر خان

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت علامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مدظلہٗ

(نگران مرکزی مجلس رضا لاہور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت صاحبزادہ سید نور الحسنین سلطان آغا گیلانی قادری زید مجدہ

السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

فخر اہل سنت، رہنمائے اہل محبت حضرت سیدی و مولائی محمد امیر شاہ القادری الگیلانی کی رحلت کی اندوہناک خبر پہلے احباب پھر ارباب پشاور سے پھر آپ کے اطلاعی خط سے ملی، بے پناہ صدمہ پہنچا۔بڑا ملال ہوا، بڑا غم ہوا---

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

حضرت پیر طریقت سید محمد امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک بہت بڑے عالم، روحانی رہنما اور محقق و مدقق تھے۔آپ کی رحلت سے ملتِ اسلامیہ کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔برصغیر پاک و ہند میں لاکھوں لوگ آپ کی علمی اور روحانی خدمات سے محروم ہو گئے ہیں۔خصوصاً شمالی پاکستان صوبہ

سرحد اور افغانستان میں آپ کے علمی انوار کی ضیاء پاشیاں دور دور تک پہنچی تھیں۔آپ کی بلند پایہ تصانیف وتالیفات نے ایک منفرد مقام حاصل کیا تھا۔

ان کی روحانی تربیت سے سارے پاکستان اور افغانستان میں ہزاروں افراد کو قلبی روشنائیاں ملیں اور سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں انہوں نے خصوصی خدمات سرانجام دیں۔حضرت شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی آثار کو زندہ کرنے میں آپ نے نہایت ہی اہم کردار ادا کیا اور ان کی تصانیف کو نہایت شاندار انداز میں چھپوا کر عوام کی راہنمائی فرمائی۔

دینی اور سیاسی میدان میں آپ نے تمام سرحد میں اہل سنت کی قیادت کی اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ میں ان کی جدوجہد مثالی رہی ہے۔قائد اہل سنت حضرت مولانا الشاہ احمد نورانی کی رحلت کے بعد آپ کا وجود اہل سنت کیلئے بڑا سہارا تھا۔آپ نے ایک طویل عرصہ تک الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے کامیاب کوشش کی ہیں۔قدم قدم پر اللہ و رسول ﷺ کی رضا کو مقدم رکھا۔مجھے الشاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی قربت کی سعادت حاصل رہی ہے آپ حضرت کیلئے نہایت وقیع رائے رکھتے تھے اور جب بھی آپ کا تذکرہ فرماتے تو بڑے ادب واحترام سے یاد کرتے۔اللہ تعالیٰ ہمارے ان دونوں راہنماؤں کو علیین کی بلندیوں میں جگہ دے۔

حضرت "مولوی جی" سید محمد امیر شاہ القادری الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ مجھے خصوصی طور پر اپنے دامن شفقت میں جگہ دیتے تھے۔لاہور آتے تو ملاقات سے سرفراز فرماتے اور میرے مکتبہ میں کافی وقت اپنی تالیفات کی اشاعت کے سلسلہ میں راہنمایانہ ارشادات سے نوازتے۔لاہور سے واپس جا کر جب اپنے مرکز یکہ توت پشاور میں جاتے تو دوستوں کے ذریعہ اپنی خوبصورت کتابوں کے تحائف سے نوازتے اور اپنی دعاؤں میں خصوصی طور پر یاد رکھتے۔

آپ نے حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی شرح بخاری کا ترجمہ شائع کیا تو اہل علم نے اسے اپنے دامن میں سمیٹا۔"انوار غوثیہ" شاندار انداز میں شائع ہوئی تو ہمیشہ مجھے اپنی یہ گراں قدر تصانیف کے تحفے عنایت فرماتے۔آپ کی تصانیف میں سے "تذکرۂ علماء ومشائخ سرحد" "انوار علی" "شرح

میاں محمد سعید الرحمٰن صاحب

محترم جناب برادرم سلطان آغا جی صاحب

سلامت باشد بعد از سلام عرض خدمت یہ ہے کہ حضور مولوی جی صاحب کے وصال کا سن کر دلی صدمہ ہوا ہے۔ صرف آپ کے نہیں بلکہ کئی مخلوق خدا کے وہ والد بزرگوار کی حیثیت رکھتے تھے۔ مسلک حق کو ان کی ذات سے بڑی تقویت ملی ہے۔ یہ نا قابل تلافی نقصان ہرگز ہرگز پورا نہیں ہوگا۔ اللہ رب العزت اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے---آمین ثم آمین!

والسلام

محمد سعید الرحمٰن ابن مولانا محمد عزیز الرحمٰن

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

راجہ نور محمد نظامی صاحب

محترم ومکرم جناب حضرت سید سلطان آغا صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی میں شائع ایک خبر کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ گیلانی صاحب انتقال کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

بہت صدمہ ہوا بلاشبہ حضرت مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کا مصداق ہے افسوس کہ میں ایک ایسی عظیم المرتبت جامع ظاہر و باطن شخصیت کے فیوض و برکات اور علمی مجلس سے محروم ہو گیا۔

حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے ساتھ خصوصی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ جب کبھی

ملاقات کے بعد واپسی کا ارادہ کرتا۔ آپ ہر بار کوئی نہ کوئی کتاب ضرور عنایت فرماتے۔

مجھے اب بھی یاد ہے کہ آپ نے میری پہلی ملاقات کے بعد اپنی تصنیف تذکرہ علماء ومشائخ سرحد کی پہلی جلد عنایت فرمائی تھی اور آخری ملاقات کے پر ''الحسن'' کے امام اعظم اور شاہ احمد نورانی نمبر عنایت فرمائے تھے۔

آخری بار جب میں آپ سے ملاقات کیلئے گیا تو آپ ہسپتال کے سی سی یو وارڈ میں داخل تھے اور میں بغیر ملاقات کے واپس آگیا تھا جس کا مجھے بے حد افسوس ہوا۔

جب کبھی محفل ہوتی اور علمی گفتگو ہوتی تو آپ مجھے پہروں اٹھنے نہ دیتے تھے اور آخر میں فرماتے پھر کب آؤ گے۔ اب کس کے ساتھ محفل ہوگی اور کسی کے پاس جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ ''قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری'' حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال مجھ جیسے ہزاروں لوگوں کیلئے حرمان کا سبب بن گیا۔

وہ اسلاف کا نمونہ اور یادگار تھے۔ دنیا ایک بے بدل شیخ، بے نظیر عالم اور بے مثال صالح سے خالی ہوگئی۔ چند دنوں تک مزار اقدس پر فاتحہ اور آپ کے غم میں شرکت کیلئے حاضری دوں گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ حضرت مولوی جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام پر فائز کریں۔

آپ کے ساتھ دیگر صاحبزادگان و پسماندگان و متعلقین کو صبر واجر بخشے۔۔۔ آمین!

والسلام مع الاکرام

خادم العلم والصلحاء

آپ کے غم میں برابر کا شریک

راجہ نور محمد نظامی

حضرت محمد حسین چشتی گولڑوی مدظلہ

(ناظم اعلیٰ جامعہ غوثیہ چشتیہ مہر العلوم ڈیرہ اسمٰعیل خان)

محترم المقام جناب صاحبزادگان حضرت علامہ مولانا سید امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمت اللہ

بعد از تسلیمات! رسالہ "مہر منیر" گولڑہ شریف کے ذریعے ماہتاب ولایت، علامۃ العصر، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ملی جو کہ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ کے مصداق تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سلف صالحین کا نمونہ تھی ساری زندگی دین کی خدمت میں گزاری، تحریر وتقریر کے ذریعہ دینی ملی روحانی خدمات انجام دیتے رہے۔ جماعت اہل سنت کیلئے یہ عظیم صدمہ ہے یہ خلاء صدیوں پر نہیں ہوگا۔

میری طرف سے اور میرے مدرسہ کے طلباء ومدرسین کی طرف سے تعزیت قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کو اور جمیع پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔۔۔آمین ثم آمین!

والسلام

محمد حسین چشتی گولڑوی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر انجینئر محمد فاروق (ستارہ امتیاز، ہلال امتیاز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم جناب آغا جی صاحب واہل خانہ

السلام علیکم

دور حاضر کی جلیل القدر اور مشہور روحانی شخصیت جناب مولوی جی صاحب کی رحلت کا سن کر انتہائی دکھ ہوا -- اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ کو کہ مجھے صرف دو مرتبہ ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا لیکن ہر مرتبہ ایک نور کی جھلک دل میں پیوست ہو کر نمایاں طور پر روشنی مہیا کرتی رہی جس کے اثر سے ان سے ملنے کا اشتیاق بڑھتا رہا لیکن اللہ رب العزت کو جتنے لمحات منظور تھے صرف اتنا ہی فیض یاب ہو سکا۔

ایسی نورانی شخصیات صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں، یہ نظام خداوندی ہے۔ بستیاں ایسی مجتہد العصر شخصیات کے فیضان سے ہی آباد ہوتی ہیں اور مدتوں جگمگاتی رہتی ہیں۔ آج کے بابرکت لمحات میں رمضان المبارک کی نورانی اور رحمتوں بھری ساعتوں میں اس طرح پردہ کر جانا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ایک عظیم کرشمہ ہے جس پر ہم سب کو صابر وشاکر رہنا ہے۔ یہی مشیت ایزدی ہے، دل کی کیفیت کچھ اس طرح کا نقشہ کھینچ رہی ہے

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

میری غیر حاضری بھی ایک مجبوری ہے لیکن میری حاضری بھی یقینی ہے دلی دعا یہی ہے کہ

اللھم اغفر للمومنین و المومنات والمسلمین والمسلمات

میں اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ تمام لواحقین، خادمین، معتقدین، مشرفین اور حاضرین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور عقیدت کے پھول ان کی لحد پر کچھ اس طرح نچھاور کرتا ہوں

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

فقط آپ کا خیر اندیش اور دعاؤں کا طالب

ڈاکٹر انجینئر محمد فاروق (ستارہ امتیاز، ہلال امتیاز)

حضرت مولانا احمد خان برق مدظلہٗ (ٹانک)

محترم قبلہ جناب نورالحسنین صاحب

السلام علیکم!

بعد سلام کے عرض خدمت ہے کہ قبلہ مولوی جی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا بہت بعد میں پتہ چلا۔وہ بھی ایسے کسی طالبعلم نے ایک اخبار میں حضرت شاہ صاحب مرحوم ومغفور کی ایک یادگار اجلاس کے موقعہ پر لی گئی تصویر دیکھی۔پس جب میں نے مضمون پڑھا تو بہت افسوس ہوا کہ پیر صاحب کے آخری دیدار سے محروم رہا۔

محترم قبلہ صاحبزادہ صاحب! ہم سب کو اس جہان فانی سے جانا ہے۔کسی کو چند روز پہلے کسی کو بعد مگر خوش نصیب ہیں ایسے لوگ جن سے دنیا والوں کو دینی و مادی فیض پہنچ جائے۔جناب پیر صاحب نوراللہ مرقدہٗ ایک ایسی عظیم شخصیت تھے کہ ان کی زندگی مبارک میں کوئی ایسا گوشہ نہیں جو خدمتِ خلق،خدمتِ دین اور حبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروس،وعظ وپند ونصائح سے خالی ہو۔آپ کو رب کائنات نے ایسا قلبِ اطہر عطا کیا تھا جس میں کسی مسلمان کیلئے عموماً اور خادم اہل سنت کیلئے خصوصاً خلوص اور ہمدردی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ پسماندگان کو نیکی،اخلاص اور محترم قبلہ پیر صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے---آمین!

والسلام دعا گو

مولانا احمد خان برق

سکنہ کوٹ بازار تحصیل وضلع ٹانک

سید صابر حسین شاہ بخاری

(ادارہ فروغِ افکارِ رضا برہان شریف)

بملاحظہ گرامی حضرت غلام الحسنین گیلانی قادری صاحب مدظلہ العالی

سلام ورحمت

یادگار اسلاف قطب الارشاد حضرت قبلہ سیدی مخدومی سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اچانک رحلت نے ہم غربائے اہل سنت کی کمر توڑ دی ہے۔ آپ ایک ہمہ جہت شخصیت تھے۔ آپ کی علمی، عملی، سیاسی، تبلیغی، قلمی اور ادبی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔

تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت، تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تحریک اصلاح معاشرہ میں آپ کی خدمات نہایت روشن اور نمایاں ہیں۔ ہر تحریک میں آپ سفیر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے شریک رہے۔

آپ کی اچانک وفات سے علم وادب کا ایک باب بند ہو گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کی اولاد امجاد، مریدین اور متعلقین کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِیْن ثُمَّ اٰمِیْن بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

والسلام

غمزدہ احقر

صابر حسین

محمد عالم مختار حق صاحب

مکرمی و محترمی جناب سید غلام الحسنین قادری گیلانی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب گیلانی قادری کے سانحہ ارتحال کی خبر محترم جناب صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی نے گوش گزار کی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

اس خبر وحشت اثر سے نہایت قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے ۔۔۔ آمین!

میرا مرحوم سے کتابی واسطہ رہا ہے اس لئے میں اسی حوالے سے چند گزارشات عرض کروں گا۔ علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب قادری گیلانی صرف "مولوی صاحب" ہی نہ تھے بلکہ ایک کتاب دوست شخصیت بھی تھے۔ مولوی شمس الدین کتب فروش شاہدرہ لاہور کی دکان پر کتابیں خریدنے کے سلسلہ میں گاہے گاہے شریف لایا کرتے، ان سے وہیں متعارف ہوا۔ پھر جب ۱۱ جنوری ۱۹۶۸ء کو مولوی شمس الدین صاحب کا انتقال ہو گیا اور حلقہ شمسیہ بکھر گیا تو موصوف سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کے مطب پر ملاقاتیں رہیں۔ حضرت نے "تذکرہ علماء و مشائخ صوبہ سرحد" جلد دوم کی طباعت کا ڈول ڈالا تو اس کی کتابت راقم ہی نے اپنے خواہر زادہ محمد شریف گل سے کروائی جسے آپ نے بہت پسند فرمایا۔ اس حوالے سے آپ راقم پر خصوصی نظر عنایت فرماتے۔ آپ نے اپنی بعض کتابیں راقم کو اپنے دستخطوں سے مزین کر کے عنایت فرمائیں۔

حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کو مشاہیر کے جو مکتوبات موصول ہوتے وہ ازراہ کرم راقم کو عنایت فرما دیتے۔ اس ذخیرہ سے حضرت کے چار مکتوبات دستیاب ہوئے ہیں۔ جن کے عکس ارسال خدمت ہیں۔ اسی طرح ایک مکتوب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کے نام ہے اور راقم کی تحویل میں ہیں

اس کا عکس بھی اپنے نام کے مکتوب کے ہمراہ ارسال خدمت ہے۔ امید ہے کہ آپ مرحوم کے ان تبرکات سے "الحسن" کے خوانندگان گرامی کو بھی مستفید ہونے کو مواقع فراہم کریں گے۔

میری نظر میں آپ کا بخاری شریف کا تین پاروں کے اردو ترجمہ اس لحاظ سے ایک منفرد کاوش ہے کہ آپ نے اس کے ساتھ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک کے محررہ فارسی کے خطی نسخے کا عکس بھی شائع کر دیا اور اس طرح جو تبرک موصوف کے خاندان میں محفوظ اور منحصر بہ فرد تھا اس تک اہل علم کی رسائی آسان فرما دی۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور حضرت کے جملہ متعلقین، معتقدین اور متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائے اور حضرت کے علمی اور روحانی فیض کی پیش رفت میں آپ کیلئے آسانیاں پیدا فرمائے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

فقط السلام مع الاحترام

دعا گو و دعا جو

محمد عالم مختار حق

بند روڈ لاہور

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سید فاروق جان صاحب بنوری مدظلہٗ

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

"الحسن" کا خصوصی نمبر نکالنے کے ارادے سے دلی خوشی ہوئی۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نافع اور مفید بنائیں---آمین!

فخر سادات حضرت علامہ آغا سید محمد امیر شاہ صاحب گیلانی قادری درگاہ سید حسن بادشاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ پشاور کے سجادہ نشین تھے۔ آپ آغا سید زمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے اور آپ کا

سلسلہ نسب غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔

اس خاندان کے تمام حضرات اپنے اپنے والد کے مرید و ماذون رہے ہیں چنانچہ حضرت آقا امیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ۱۹۴۸ء سے اپنے والد بزرگوار کی اجازت سے سجادہ نشینی کی ذمہ داریاں تادم وفات نبھارہے تھے۔آپ کے پردادا کا اصلی نام سید اکبر شاہ تھا لیکن عوام وخواص میں آپ ''آقا پیر جان صاحب'' کے لقب سے مشہور تھے۔اس لئے یہ علاقہ تقریباً سو سال سے آغا پیر جان سے نسبت رکھتا ہے۔

آپ نے تعلیم وتدریس،تصنیف وتالیف،تقریر وتحریر،وعظ وتذکیر،تصوف وسلوک،تبلیغ و اشاعت،رشد وہدایت،غرض اسلامی علوم وفنون کے ہر شعبے کو معطر کیا تھا۔آپ خلوص نیت،حق گوئی، بے باکی اور جذبہ جریت کے اعلیٰ نمونہ تھے۔

حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے وفادار سپاہی،سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کفر کیلئے سیفِ بے نیام،سیاسی مجاہد،حساس دل،مفکر مزاج،دردمند طبیعت والے نڈر عالم تھے۔مرحوم کی سادات کیلئے خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ان کی بدولت سادات عظام کو ایک مضبوط پلیٹ فارم میسر آیا جو تاحال قائم و دائم ہے اور قوی امید ہے کہ سادات عظام اپنے ذاتی مقاصد کو بالائے طاق رکھ کر اسی جذبے سے جو مرحوم ومغفور کی حیات میں تھا اس سلسلہ کو جاری و ساری رکھیں گے اور خلوص دل سے اس کی آبیاری کریں گے۔

مولوی جی مرحوم ومغفور کے گھرانے سے ہمارے تعلقات تقریباً سو سال سے زیادہ عرصہ پر محیط ہیں اور مجھے ذاتی طور پر ان سے حد درجہ عقیدت تھی اور وقتاً فوقتاً ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ خداوند تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائیں اور اپنی جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان،اقرباء ومعتقدین کو صبر جمیل عطا فرماویں--- آمین!

سید فاروق بنوری

سید عارف محمود صاحب مجور رضوی (گجرات)

محترمہ ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی صاحبہ

سلام مسنون!

بقیۃ السلف حضرت مولانا سید محمد امیر شاہ صاحب قادری کے سانحہ ارتحال پر اس احقر کی جانب سے دلی تعزیت قبول فرمائیے۔ حضرت مولانا مرحوم ومغفور اہل سنت والجماعت کے جلیل القدر پیشوا اور جرأت حق سے مزین عظیم المرتبت رہنما تھے۔ حکیم اہل سنت الحاج حکیم محمد موسیٰ امرتسری قدس سرہ العزیز کی علم پرور مجالس میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وعملی مقام ومرتبہ کو انتہائی طور پر بنظر تحسین دیکھا جاتا تھا۔ اس احقر کو اسی نسبت تعارف سے آپ کے جلیل القدر والد بزرگوار کی عظیم الشان دینی وملی اور علمی وتحقیقی خدمات کا صدق دل سے اعتراف ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات میں مزید بلندیاں عطا فرمائے اور آپ سمیت جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔۔۔آمین!

شریک غم

سید عارف محمود مجور رضوی

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت فقیر عبدالخالق القادری دامت برکاتہم

(خانقاہ عالیہ قادریہ بھرچونڈی شریف)

عزیزان گرامی قدر صاحبزادگان حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قدس سرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مخدوم اہل سنت، زینت السادات حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی قدس سرہٗ کی ذات گرامی کا

موجودہ نہایت ہی پر آشوب دور میں دنیا سے اٹھ جانا اہل سنت اور اہل پاکستان کیلئے بہت بڑا صدمہ ہے۔وہ اہل سنت کی آبرو اور مسند تدریس کی زینت تھے۔علم کے فروغ کیلئے ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔علماء کے اٹھنے سے علم اٹھتا جا رہا ہے اور جانے والے کی مسند پر بیٹھنے والوں کا خلا ایسا خلا ہے جو پُر نہیں ہو رہا، یہ اہل سنت کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی قدس سرہ کے عرس مبارک میں شرکت کے سبب خود حاضر ہونے سے معذور ہوں۔

حضرت پیر سید محمد امیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک پاکستان، تحریک نفاذ نظام مصطفی ﷺ اور تحریک ختم نبوت میں جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں وہ ہماری تاریخ کا روشن باب ہیں۔میری دعا ہے کہ رب کریم ان کو فردوس بریں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، ان کے حسنات کو قبول فرمائے اور جملہ وابستگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔

اٰمِیْنْ ثُمَّ اٰمِیْنْ بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنْ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ

والسلام

فقیر عبد الخالق

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ابوالمظہر محمود شاہ صاحب رضوی مدظلہٗ

بخدمت محترم و مکرم جناب صاحبزادہ پیر سید نور الحسنین صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بذریعہ اخبار حضرت قبلہ و کعبہ والد گرامی کی وفات حسرت آیات کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ آنجناب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اہل سنت کیلئے عظیم سرمایہ تھی لیکن بارشاد خداوندی کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے مطابق ہر ذی روح نے اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اپنے حبیب لبیب ﷺ کے صدقے اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے

اور آپ جملہ خویش واقارب کو اس عظیم سانحہ پر صبر جمیل عطا فرمائے۔

فقط والسلام مع الاحترام

خاکپائے سادات ابوالمظہر محمود شاہ رضوی عفرلہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شرافت علی مبارک صاحب

(سینئر نائب صدر سرحد چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری)

محترم جناب سید نور الحسنین قادری سلطان آغا

السلام علیکم!

امید ہے مزاج گرامی بخیریت ہونگے۔آپ کے والد بزرگوار اور پیر طریقت رہبر شریعت سید محمد امیر شاہ گیلانی المعروف مولوی جی لاکھوں عقیدتمندوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔میں سمجھتا ہوں کہ مولوی جی کسی خاص مکتب فکر کا ہی سرمایہ نہیں تھے بلکہ وہ ملت اسلامیہ کا درخشاں ستارہ تھے اور روحانی اعتبار سے ان کی خدمات تا ابد یاد رکھی جائیں گی۔میں مولوی جی کو اس اعتبار سے بھی قریب سے جانتا ہوں کیونکہ میں نے انہی سے قرآن شریف پڑھا اور سمجھا۔مولوی جی صاحب کی طبیعت میں پیار محبت واخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔آپ نے تمام زندگی درویشانہ انداز میں گزاری اور دنیاوی شان وشوکت سے دور رہے۔مولوی جی کی وفات سے نہ صرف صوبہ سرحد بلکہ پاکستان بھر کے اہل سنت والجماعت کے ماننے والے یتیم ہوگئے ہیں۔میری اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ سادات گھرانے اور پسماندگان کو مولوی جی کی المناک وفات کا صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مولوی جی کے درجات بلند فرمائے اور ان کی رحمتیں اور برکتیں ان لواحقین اور ان سے عقیدت رکھنے والوں پر نازل فرمائے۔

شرافت علی مبارک

متین کاشمیری (لاہور)

مکرمی ومحترمی جناب حضرت صاحبزادہ نورالحسنین زید مجدہٗ

سلام مسنون!---مزاج بخیر

ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور کی وساطت سے معلوم ہوا کہ حضرت سید محمد امیر شاہ گیلانی صاحب کا وصال ہوگیا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کے درجات بلند فرمائے اور حضرت کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے---آمین!

قبلہ شاہ صاحب ایک دینی، علمی اور روحانی شخصیت کے مالک تھے۔ راقم الحروف حضرت حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری نوراللہ مرقدہٗ کے مطب پر پیر صاحب کی زیارت کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ راقم حضرت حکیم اہل سنت سے متعدد بار شاہ صاحب کا ذکر خیر احسن انداز میں بھی سن چکا ہے۔

ایک مرتبہ حکیم محمد موسیٰ علیہ الرحمت کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت قحط الرجال کا دور ہے، کوئی صاحبِ کمال درویش نہیں مل رہا، دورِ حاضر میں اللہ والوں کا ملنا محال ہو چکا ہے، براہِ کرم کسی درویش کی نشان دہی فرمایئے تا کہ میں ان سے شرف بیعت حاصل کر سکوں۔

حضرت حکیم صاحب نے اس شخص سے فرمایا کہ آپ حضرت پیر سید محمد امیر شاہ رحمت اللہ علیہ سے بیعت ہو جائیں، آپ کا کام بن جائے گا۔ کسی مردکامل کا یہ قول درست ہے کہ

ولی را ولی مے شناسد

فقط والسلام

متین کاشمیری

مکان نمبر ۳۱۲ سیکٹر C-1 چائنہ سکیم گوجر پورہ لاہور

حاجی سالار مہمند (درہ عیسیٰ خیل مہمند ایجنسی)

جناب محترمان صاحبزادگان صاحبان

السلام علیکم کے بعد عرض خدمت یہ ہے کہ ہمیں اپنے محسن آپ کے والد صاحب محترم کی رحلت کی خبر سن کر نہایت ہی دکھ، شدید صدمہ اور رنج و افسوس ہوا۔ ہماری دعاؤں کا ایک ذریعہ بلکہ پشاور کے شہری ایک عظیم ترین نورانی اور روحانی ہستی سے محروم ہو گئے جس پر جتنا بھی اظہار افسوس کیا جائے وہ کم ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مولوی جی صاحب کو اس مبارک رمضان المبارک ماہ میں ضرور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کو مرحوم مولوی جی کے غم میں صبر جمیل عطا فرمائیں ---آمین!

خیر اندیش حاجی سالار مہمند

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سید ارشاد حیدر (پاڑہ چنار کرم ایجنسی)

محترم جناب سلطان آغا و دیگر برادران

السلام علیکم

مولوی جی صاحب مرحوم صرف آپ کے نہیں ہمارے بھی بزرگ تھے۔ اپنے گنہگار ہاتھوں سے کیا لکھوں گا، اتنی عظیم شخصیت کے متعلق صرف اتنا لکھوں گا کہ پروردگار عالم اور آپ کے اور ہمارے جد بزرگوار پاک محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل مرحوم کے درجات مزید بلند فرمائے اور ان کا سایہ ہم سب پر قائم و دائم رکھے---آمین! صبر کے سوا اور کوئی چارہ نہیں جو سادات کی میراث ہے۔ ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں شامل حال رکھا کریں۔

والسلام طالب دعا

سید ارشاد حیدر

اشتہار